گمنام موتی

تحریر : بسماء ملک

زندگی کبھی سچ کا سامنا نہیں کرتی، وہ ہمیشہ جھوٹ کے پردوں میں چھپ کر"
چلتی ہے،
"اور ہم ان پردوں کے پیچھے چھپے ہوئے سچے جذبات کو تلاش کرتے ہیں۔

شام کا وقت تھا، سورج غروب ہو چکا تھا، اور سمندر کی لہریں دھیرے دھیرے ساحل سے ٹکرا رہی تھیں۔ سمندر کی گہرائیوں میں ایک جوان جسم پھرتی سے لہروں کے ساتھ لڑ رہا تھا۔

ایک آزاد خیال لڑکا، جس کے جسم کی ہر حرکت سمندر کے ساتھ ہم آہنگ ہو رہی تھی۔ جسکے بال گیلے تھے جو ماتھے سے چیپک گئے تھے، اور اسکی گہری نیلی آنکھے جو اسکو کسی سلطنت کا شہزادہ بنا رہی تھی۔

اس کا سینہ چوڑا تھا،

اس کے جسم پر پانی کی بوندیں چمک رہی تھیں، جو سمندر کی گہرائیوں میں ڈوب کر ابھر کر اُس کی جلد پر بکھر رہی تھیں۔ جبکے اسکی وائٹ شرٹ اسکے سینے کو ڈھانپنے میں ناکام دکھائی دے رہی تھی جب عبید ایک بڑی لہر کے اوپر سے تیز رفتاری سے گزر تھا،

اس کی جسمانی حرکات انتہائی تیز اور مضبوط دیکھائی دیتے۔ اس کے سینے کی لکیریں صاف واضح ہوتی اس کا لباس، اس کی آنکھوں میں ایک جوش اور سنجید گی تھی، جیسے وہ سمندر کے رازوں کو جاننا چاہ رہا ہو۔ عبید جب ایک لہر کے اوپر سے گزرتا تو واہو۔۔ کی آوازیں نکلتا، جبکے ساحل پر کھڑا ایک خوبصورت نوجوان جو اسی طرف ہی دیکھ رہا تھا، جس کے کرل لمبے بال جس نے اسکے گردن تک تھے

جبکہ کچھ لاٹے چہرے کے سائڈ پر لٹک رہی تھی، اور جب وہ چلتا، تو اس کے بالوں میں سمندر کی ہوا کچھ یوں گھومتی کہ جیسے وہ خود ایک خواب ہو، اس کے چہرے کی ساخت ایک فن پارے کی طرح تھی — باریک نکیلی ناک، بلند جبڑے اور نرم ہونٹ، جبکہ لمبا قد، اور اس کی گہرے بھورے رنگ کی آنکھے، اتنی تیز اور گہری تھیں کہ جیسے وہ دنیا کی تمام رازوں کو دیکھ چکا ہو۔

جب وہ کسی سے بات کرتا، اس کی نظریں ہر لفظ کے ساتھ اپنے راز بیان کرتی تھی، یزدان حسن کی ایک مرتی ہے، جس میں کوئی جزبات نہیں، یہ پر ابھی تک کوئی ملا نہیں، سمندر کی ایک آخری بڑی لہر اُبھر رہی تھی، اور عبید نے اپنی پوری توجہ مرکوز کرلی۔ اس کے جسم کی ہر رگ میں توانائی دوڑ رہی تھی، آنکھوں میں چمک اور چہرے پر فاتحانہ مسکراہٹ تھی۔ جیسے ہی اس نے وہ لہر پکڑی، پورے ساحل کی نظریں اس پر جم گئیں، "یوہوو!" اس کی آواز فضا میں گونجی، اور وہ پوری رفتار سے surfboard پر کھسکتا ہوا پانی کے ساتھ نیچے کی طرف آیا۔ لیکن لہر کے زور اور رفتار کے باعث، اس کا توازن معمولی سا بگڑا ، اور اگلے ہی لمحے وہ لہروں کو چیرتا ہوا کنارے کی طرف اُڑتا چلا گیا۔

یزدان، جو قریب ہی چٹان پر کھڑا خاموشی سے سمندر کی گہرائیوں کو تک رہا تھا، اچانک ایک بھیگی ہوئی ہنسی اور شور کے ساتھ عبید کو اپنی طرف آتا دیکھ کر پیچھے ہٹنے ہی والا تھا کہ عبید اپنی پوری رفتار سے آکر سیدھا یزدان کے سامنے آ گرا۔ پانی کے چھینٹے یزدان کے صاف چہرے پر گرے، اور اس کے سلیقے سے بنے ہوئے بال بکھر گئے۔ ایک پل کے لیے دونوں کی نظریں ملیں —

ایک آزاد، ہنستے ہوئے دل کی شوخی، جو عبید کی تھی اور یزدان، سنجیدہ مگر چمکتی ہوئی آنکھوں والا مرد، "اوہ بھائی، اگر تم ادھر نہ کھڑے ہوتے تو میں ساحل کے پار نکل جاتا!" عبید نے ہنستے ہوئے کہا۔۔۔!! یزدان نے اپنے بھیگے بال پیچھے کیے، اور ایک نظر اس پر ڈالی،

اور اگر تم ایک دن سنجیدہ ہو جاؤ، تو شاید زمین ہلنے لگے۔" وہ ہنستے ہوئے" بولا۔ جبکہ دونوں کی ہنسی میں سمندر کی لہروں کی آواز گھل گئی، یزدان نے اپنا ہاتھ آگے کیا، عبید نے یزدان جا ہاتھ تام لیا اور دونوں ساتھ ساتھ آگے بڑھنے لگے۔

... منظر: سردار کی حویلی

"کچھ لمحے تقدیر کے خاموش موتی ہوتے ہیں... جن کی چمک وقت کے گزرنے کے بعد ہی نظر آتی ہے۔"

فضا میں ہلکی ہلکی خنکی گھلی ہوئی تھی۔ کشمیر کی نیلی پہاڑیوں کے دامن میں ایک نئی، شاندار حویلی اپنے پورے جاہ و جلال کے ساتھ کھڑی تھی۔ جس کے ارد گرد صدیوں پرانی بیلیں اس کی دیواروں سے لپٹی تھیں، جیسے وقت کی کائی نے اسے مزید حسین بنا دیا ہو۔

بڑے بڑے لکڑی کے دروازے، گلابوں کی خوشبو بکھیرتے صحن، اور چھتوں پر لگے رنگ برنگے کاغذی فانوس—ہر طرف لائٹز اور بہت اچھا ڈیکوریشن، سب کچھ آج الگ ہی انداز میں جگمگا رہا تھا۔ حویلی کے اندر ہر طرف ہلچل تھی۔ خواتین روایتی کشمیری لباس میں ملبوس، چوڑیوں کی چھنکار کے ساتھ گلاب کے ہار پرو رہی تھیں۔

مرد حضرات ہنستے بولتے، انتظامات میں مصروف تھے۔
چھوٹے بچے، ہاتھوں میں رنگ برنگے غبارے پکڑے، قہقہے بکھیرتے بھاگتے پھر رہے تھے۔

ایک کونے میں، پرانی لکڑی کی سیڑھیوں کے پاس، کچھ جگہ زرک رنگ کی روشنی سے سجایا گیا تھا —
وہیں عبید اور یزدان کی منگنی کی تیاریاں مکمل ہونے کو تھیں۔ ہال کے بیچوں بیچ ایک بڑی سی میز تھی جس پر چاندی کی تھالیوں میں خشک میوے، قہوے کی خوشبو بکھیرتی پیالیاں اور حلوے کی پلیٹیں سجائی گئی تھیں۔

فضا میں دف کی ہلکی ہلکی تھاپ گونج رہی تھی۔
حویلی کی چھت پر لگے فانوسوں کی سنہری روشنی نیچے بکھر کر ایک خواب سا منظر بنا رہی تھی۔

اوران سب کے بیچ، دو دل ایسے تھے جنہیں تقدیر آپس میں ملانے والی تھی۔

ائیرپورٹ کے گیٹ سے نکلتے ہی جیسے موسم نے خود کو سمیٹ لیا ہو۔ ٹھنڈی ہوا کے جھونکوں میں ایک خاص خوشبو بسی ہوئی تھی۔ لوگ ادھر اُدھر بکھرے ہوئے تھے، مگر سب کی نظریں اچانک دوسری طرف مڑ گئے، جہاں دو نوجوان بڑے شان سے چل رہے تھے

پہلا جو سفید کُرتے اور پاجامے میں تھا، اوپر ہلکی grey waistcoat، ہاتھ میں کالا چشمہ پکڑے، اُس کے قدموں میں اعتماد تھا۔ اور اسکے لمبے گھنگریالے بال، جنہیں ہلکی سی ہوا بے ترتیب کر رہی تھی، اور اسکی بھوری آنکھے اور چہرے پہ وہ بارعب خاموشی جیسے وہ صرف چلتا نہیں منظر بدلتا ہوں، وہ بنا کسی کی طرف دیکھے اگے بڑھ رہا تھا

جبکہ سردار عبید جو نیوی بلیو جینز، سفید ٹی شرٹ، اوپر سے leather کی

brown jacket لٹکائے ہوئے۔اس کا انداز bag ، جبکہ کندھے پہ

آزاد، چلنے کا اسٹائل مختلف، نیلی آنکھوں میں چمک اور ہونٹوں پہ شرارتی سی مسکراہٹ۔عبید نے ایک ادا سے چشمہ آنکھوں پر چڑھایا اور ذرا سا جھک کر بالوں کو ہاتھ سے پیچھے کیا ــــ تو کچھ لڑکیاں پاس سے گزرتے ہوئے سرگوشیاں کرنے لگیں:

اومائے گاڈ، یہ یہ سردار یزدان کے ساتھ یہ لڑکا کون ہے؟" وہ تو اس سے بھی" زیادہ خوبصورت ہے یہ اسکا بھائی ہے... یہ پہلی بار پاکستان آیا ہے کیا بات ہے! وہ تو ماڈل لگ رہا ہے عبید نے ان سرگوشیوں کو سن کر ہلکا سا مسکرا کر آنکھ دبائی، اور ایک لڑکی نے تو بے اختیار اپنی سہیلی کو کہہ دیا:

یارا گر زمل نہیں ہوتی نا... تو میں ابھی پرپوز کر دیتی اسے! یزدان نے اپنی سیاہ" گھڑی پر وقت دیکھا، اور پھر عبید کو گھورتے ہوئے بولا:

"گاڑی آچکی ہے۔اب اگر تم اپنی فین لسٹ کم کر لو، تو گھر چلیں؟"

عبید نے قہقہہ مارا:

"اتنی سردار ہو کر... یار seriousness تھوڑا؟ enjoy کرلیا کرو!"

اور دونوں بھائی luxury SUV میں بیٹھ کر حویلی کی طرف روانہ ہو گئے

—

— گاڑی کے شیشے سے باہر نظر آتا منظر

— ہریالی، پہاڑ، اور وہ روایتی کشمیری موسم

اور اندر... دو شہزادے، جن کی آمد سے حویلی کے سب در و دیوار جاگنے کو تھے۔

استنبول، ترکی — روانگی سے پہلے کا لمحہ

استنبول کی شام کچھ خاص تھی — بالکونی میں کھڑی ایک نوجوان لڑکی اپنے ہاتھوں میں کافی کا کپ لیے نیچے شہر کی روشنیوں کو دیکھ رہی تھی۔ وہ مغربی طرز کے royal blue پینٹ سوٹ میں ملبوس، heels پہنے، کندھوں تک کھلے سلکی straight بالوں کو آدھا پیچھے کیا ہوا تھا

یہ ہے مارینہ یاسر، elegance اور sophistication کا چلتا پھرتا عکس۔

مارینہ نے اپنی سمارٹ گھڑی پر وقت دیکھا اور خود سے کہا،

"کشمیر... let's see what you've got. جبکہ اندر صوفے پر بیٹھی لڑکی برابر قد، دودھ جیسی صاف رنگت، نفیس سی ہلکی گلابی میکسی پہنے، اُس کی چادر کندھے پر ڈھلکی ہوئی تھی۔ بال سیدھے، کندھوں سے نیچے آئے ہوئے تھے—اور نظریں بار بار کھڑکی کی طرف جاتیں جیسے کچھ سوچ رہی ہو۔

"آپِی... یہ آخری بار ہے ہم یہاں بیٹھے ہیں، مجھے کچھ عجیب سا لگ رہا ہے..."
زِمل نے مارینہ کی طرف دیکھا۔

"Emotions سے مارینہ نے کافی کا گھونٹ لے کر ہلکی سی مسکراہٹ دی، لڑکیوں کو fragile کرنا سیکھو زمل... دنیا energy carry زیادہ نہیں چھوڑتی—خاص طور پر سرداروں کی دنیا!"

زِمل نے چپکے سے اپنی ڈائری بند کی،

"تو کیا آپ سرداروں کی دنیا کے لیے تیار ہیں آپی؟"

مارینہ نے آنکھیں چھوٹی کر کے آئینے میں خود کو دیکھا،

"اُس دنیا کو... میں اُس دنیا کے لیے نہیں handle کرنے کے لیے بنی

ہوں!"

—— نیچے ٹیکسی آچکی تھی

مارینہ نے sleek handbag کندھے پر لٹکایا، چشمہ آنکھوں پر چڑھایا

——

اور زِمل نے دوپٹہ سنبھالا، اور پیچھے سے مارینہ کے ساتھ ہولی۔ ان دونوں بہنوں ایک دوسرے سے بہت مختلف تھی، مرینہ ہر وقت خود کے لگی رہتی میک اپ ،ڈریسنگ، نیو برینڈز، اسے یہ سب بہت اٹریکٹ کرتا، جبکہ زیمل کو ان سب سے کوئی سروکار نہیں تھا وہ انتہا کی خوش مزاج تھی، اور ہمیشہ کتابوں کو ریڈ کیا کرتی

تھی۔ یہ دونوں بہنے ایک دوسرے سے بہت مختلف تھی، پر انکی آنکھے ایک جیسی تھی ڈارک براؤن، یہ دونوں ایک دنیا سے ہجرت کر کے، ایک ایسی تقدیر کی طرف بڑھ رہی تھیں، جہاں اُنہیں نہ صرف محبت بلکہ خود اپنی پہچان بھی ملنے والی تھی...

شام کا وقت تھا، کشمیر کی گھاٹیوں میں ہلکی دھند تیر رہی تھی۔ ہوا میں درختوں کی خوشبو، پہاڑوں کی پُر اسراریت اور وہ سناٹا جو کسی بڑے استقبال سے پہلے چھا جاتا ہے۔

ایک luxury SUV پہاڑی سڑکوں پر رواں دواں تھی۔
اندر ہلکی beat پر انگریزی میوزک بج رہا تھا۔ گاڑی کی ڈرائیونگ سیٹ پر
سردار عبید شاہ بیٹھا تھا —— sleeves چڑھائے، گہرے نیلے رنگ کی انکھے
، سڑک پر جمائے اُس کی مسکراہٹ آج بھی ویسی ہی تھی —— شوخ، دلیر، اور

تھوڑی سی لاپرواہ۔ "بھائی مجھے تو یقین نہیں ارہاہے کہ ہم پاکستان ائے ہے...

ائی ڈونٹ بلیو ہم دونوں واپس آگئے!" عبید نے ایک ہاتھ سے اسٹیئرنگ سنبھالتے ہوئے کہااور ساتھ بیک ویو مرر میں اپنے بال ٹھیک کئے۔ یہ پہلی بار پاکستان ایا، کیونکہ یہاں پرانکی دشمنی ہے جس کی وجہ سے یہ لوگ کبھی پاکستان نہیں ائے، یزدان دو تین بار پہلے بھی اچکاہے۔ جبکہ پچھلی سیٹ پر بیٹھا یزدان جو گاڑی کی کھڑکی سے باہر کی طرف دیکھ رہا تھا جبکہ اُس کے لمبے بال ہوا سے ہل رہے تھے۔ "واپس تو آئے ہیں... مگراب بہت کچھ بدلنے والا ہے۔" یزدان نے نظریں سامنے رکھتے ہوئے کہا۔ بدلنے دے بھائی... کیونکہ پرانی محبتیں اکثر نیا چہرہ لیے ملتی ہیں!" عبید نے سٹرینگ پر ہاتھ جماتے ہوئے کہا، "کاش...

... بچھڑے ہوئے لوگ واپس آجاتے عبید

ایسے ہی، خاموشی سے،

بغیر کوئی سوال کیے،

بغیر یہ بتائے کہ وقت نے انہیں کتنا بدلا ہے۔" گاڑی کی کھڑکی سے باہر دیکھتے ہوئے یزدان نے دھیمی، آواز میں کہا

اوہ بھائی! اتنے فلسفے؟ واپسی ہو رہی ہے ناسب کی... اب بس حویلی میں پارٹی" ہو گی!" عبید نے شوخی انداز میں کہا یزدان کی آنکھوں میں ایک پل کو نمی سی چمک اٹھی، مگر وہ ہلکی مسکراہٹ کے ساتھ بولا:

ظاہری واپسی آسان ہوتی ہے عبید"...

پر جو بچھڑتا ہے...

وہ دل سے بھی واپس آتا ہے یا نہیں... یہ وقت بتاتا ہے۔"

پھر دعا کر بھائی...اس بار وقت مہربان ہو جائے آپ پر۔" عبید نے سنجیدہ لہجے" میں کہا۔!! جبکہ گاڑی کشمیر کی وادیوں میں سرسراتی ہوا کے ساتھ آگے بڑھ رہی تھی،اور دونوں کے دل ماضی کی گم شدہ گلیوں میں کہیں کھو گئے تھے...!! جہاں یزدان کی سبز آنکھوں والی شہزادی رہتی تھی۔۔۔!!

کشمیر، سردار حویلی

شام کے سائے حویلی کی بلند و بالا دیواروں پر رقص کر رہے تھے۔ حویلی کا وسیع و عریض لان رنگ برنگی روشنیوں سے جگمگا رہا تھا۔

مہمانوں کے لیے سفید رنگ کی قیمتی کرسیاں ترتیب سے سجی تھیں اور درمیان میں لمبی میز پر چائے اور مٹھائیوں کا اہتمام تھا۔

ایک طرف

سردار شہریار سفید شلوار قمیص اور سیاہ واسکٹ میں باوقار انداز میں بیٹھے تھے،

ان کے برابر میں سردارنی علینا مسکراتی ہوئی، نفیس ساڑھی میں ملبوس تھیں۔

دوسری طرف،

یاسر قریشی خاکی رنگ کے سوٹ میں، خوش مزاجی سے بات چیت کرتے، اپنے پرانے دوست شہریار کے ساتھ محوِ گفتگو تھے،

جبکہ بشرہ یاسر سلک کی خوبصورت ڈریس میں نہایت شائستگی سے سردارنی علینا کے ساتھ بیٹھی تھیں۔

جبکہ سامنے سردار یزدان شاہ اور سردار عبید شاہ تھوڑے فاصلے پر، درختوں کے قریب کھڑے آپس میں آہستہ آہستہ بات کر رہے تھے۔

یزدان کی بھوری آنکھیں، شام کے سائے میں اور بھی گہری لگ رہی تھیں، جبکہ عبید کی ہنسی پورے لان میں گونج رہی تھی، اور آس پاس بیٹھی لڑکیوں کی نظریں بار باران کی طرف اٹھ رہی تھیں۔ایک طرف مارینا یاسر، اپنے اسٹائلش ویسٹرن سوٹ میں، ہلکی مسکراہٹ کے ساتھ سب کا جائزہ لے رہی تھی،

اور زمل یاسر، جو تھوڑی شرمیلی تھی، ہلکے گلابی رنگ کے فراک میں نہایت معصوم لگ رہی تھی۔

جبکہ سردارنی زرطاشہ (مدر گرینڈ) چھڑی ہاتھ میں لیے آرام دہ کرسی پر بیٹھیں، سب کو محبت بھری نظروں سے دیکھ رہی تھیں۔ان کی موجودگی سے پورے ماحول میں وقار اور محبت کا احساس جھلک رہا تھا۔ موسم میں ہلکی سی خنکی تھی۔چائے، قہقہے اور باتوں کے درمیان عبید کی نظریں بار بار انجانے میں زمل کی طرف اٹھ رہی تھیں۔

—— وہ کبھی اپنے کپ سے کھیلتی، کبھی سرمئی دوپٹے کو درست کرتی

اور عبید تھا کہ بے اختیار ہر دو منٹ بعد اسے دیکھ لیتا۔

یزدان، جو سب کچھ نوٹ کر رہا تھا، آہستہ سے عبید کی طرف جھکا اور مسکرا کر

بولا:

بھائی، نظریں تھوڑا سنبھال کے رکھو، ورنہ اگر سسر جی نے دیکھ لیا تو"_

چیچھورے لگو گے عبید نے مصنوعی سنجیدگی سے گردن سیدھی کی، لیکن اس کی

شرارت بھری مسکراہٹ چھپ نہ سکی۔

کیا کروں یار، دل پر تو کوئی زور نہیں!"_ وہ ہنستے ہوئے بولا۔"_

اسی وقت زملنے ہلکی سی نظر اٹھا کر دیکھا، اور جب عبید کی نگاہوں سے ٹکرائی تو وہ

جھینپ کر فوراً نظریں جھکا گئی۔

—— اس کے گالوں پر ہلکی لالی دوڑ گئی

اور عبید کے دل میں جیسے کسی نے ساز چھیڑ دیئے ہوں۔

لان میں ہنسی مذاق کا سلسلہ چلتا رہا، لیکن عبید کی دنیا بس ایک چہرے کے گرد سمٹ چکی تھی —— زمل۔

جنگل کے بیچوں بیچ —— صبح کا دھند،

ہر طرف ہریالی بکھری تھی، پتوں پر اوس کے قطرے جھلک رہے تھے۔
کہیں دور، پرندوں کی مدھم چہچہاہٹ سنائی دے رہی تھی۔
اور پھر... درختوں کے درمیان سے ایک ہلکی سی حرکت ہوئی۔

ایک پتلی سی لڑکی، سنہری دھوپ میں لپٹی، ننگے پاؤں زمین کو چھوتی ہوئی، آگے بڑھ رہی تھی۔
اس کے لمبے، سیاہ بال اس کی پشت پر بکھرے تھے،

اوراس کی سبز آنکھوں میں ایک ایسی گہری چمک تھی جیسے وہ جنگل کی ہر شے کو جانتی ہو۔اس کا لباس سادہ تھا، جو جگہ جگہ سے پٹھا ہوا تھا، اوراس کی سانولی رنگت، اس لڑکی میں عجیب سی کشش تھی، وہ ایک زخمی ہرنی کے بچے کو اپنے ساتھ لئے جنگل میں گھوم رہی تھی، کہتے ہیں، کہ حیات جس راستے پر قدم رکھتی،

...خود ہوا بھی کچھ لمحے کو تھم جاتی تھی

!اور شاید قسمت بھی

...مگر کوئی نہیں جانتا تھا کہ یہ لڑکی کون ہے

اور کس راز کو اپنی سبز آنکھوں میں چھپائے پھر رہی ہے۔

عبید لائبریری سے نکل کر اوپر اپنے روم کی طرف جا رہا تھا ابھی وہ سیڑھیاں چڑھتا ہی کہ راہداری میں زیمل کو مرر کے سامنے کھڑا دیکھا ایسا لگ رہا تھا جسے وہ ابھی آئی ہو، دوپٹہ ہاتھ میں پکڑے جبکہ اسکے لمبے بال جو گیلے تھے اور لٹو کی

صورت میں اس کی کمر پر تھے ،وہ مرر کے سامنے کھڑی اپنے بال ٹھیک کرنے میں مصروف تھی ، جبکہ عبید کا دل زور سے ڈر کا وہ اہستہ سے قدم لیتا اسکی جانب بڑھا اور آ کر بلکل اسکے نزدیک کھڑا ہو گیا زیمل کو اسکی موجودگی کا احساس ہو گیا پر وہ ویسے ہی کھڑی رہی کیونکہ اسکے دونوں سائیڈ پر عبید نے اپنے ہاتھ ہائل کئے ہوے تھے

۔یہ ۔یہ ۔کیا کر رہے ہیں اپ ۔۔؟؟

کچھ نہیں بس اپنی ہونے والے بیوی کو دیکھ رہا ہو۔

ع۔ع۔عبید۔مجھے جانے دے کوئ دیکھ لیگا۔

ہاں تو دیکھ لے کچھ دن بعد تم میرے ہی ہونے والی ہو پلیز پیچھے ہو جائے زیمل نے اسکے سینے پر ہاتھ رکھتے ہوئے اسے پیچھے کرنے کی کوشش کی ۔۔!!پر وہ اسکے اور قریب ہو گیا عبید مجھے جانے دے مجھے کچھ کام ہے ، صبر کروں کچھ دیر تمہیں دیکھ لوں پر چلی جانا عبید نے اسکے بالوں کی ایک لٹ کو اسکے کان کے پیچھے جرتے ہوے کہا جبکہ وہ شرم سے لال ہو رہی تھی جی ڈیڈ ۔۔!!ک۔کک۔کہا ہے ڈیڈ ۔۔؟؟

عبید نے ہڑبڑاتے ہوے پیچھے کی طرف دیکھا جبکہ پیچھے کوئی نہیں تھا۔۔!!آپ کتنے ڈرپوک ہو یہ آج مجھے پتا چلا زیمل نے سیڑھیاں چڑھتے ہوئے کہا،اور مجھے بھی اج پتا چلا کہ کتنی جھوٹی ہو تم عبید نے اپنے بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا ۔یہ تمہیں کیا ہوا؟؟اتنی لال کیوں ہورہی ہو مرینہ نے زیمل کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا نہیں تو۔۔!!میں ٹھیک ہوں زیمل نے خود کو نارمل کرتے ہوئے کہا۔

یہ اپ کیا کر رہی ہے اپ کو ماما نے کیا بتایا تھا کہ یہاں پر بے ہودہ کپڑے زیب تن نہیں کرینگے دادی کو یہ سب پسند نہیں۔۔۔!!ہاں تو کیا کرو دادی کو تو میں بھی پسند نہیں تو کیا مار دوں خود کو مرینہ ڈیھٹائی سے بولی،آپی یہ کیا بول رہی ہے آپ کم از کم اتنا تو خیال کر لے وہ یزدان بھائی کی دادی ہے،تم چھوٹی ہو تو چھوٹی ہی رہوں اور اپنے کام سے کام رکھوں مرینہ یہ کہتی واشروم کی طرف بڑھی۔

ماما ایک بار پر سوچ لے وہ بھائی کی ٹائف کی نہیں عبید نے کرسی میں بیٹھتے ہوئے کہا کیا کمی اس میں خوبصورت ہے پڑی لکھی ہے اور سب سے بڑی بات بڑوں کی عزت کرتی ہے۔ہاں۔ہاں۔ بڑوں کی عزت۔۔!! عبید تنزیہ مسکرایا ماما اپ نے اس کی ڈریسنگ دیکھی ہے۔۔!! عبید یہ تم کیوں جاہلوں کی طرح باتیں کر رہے ہوں میں نے تو تمہیں یہ سب نہیں سکھایا، یہ فیشن ہے اور مرینہ جو چاہے پہن لے تمہیں کیا ہے، پر ماما فیشن اور بے حیائی میں فرق ہوتا ہے اور اپ کب سے اسے فیشن کے قائل ہو گئی ماما۔۔؟؟ عبید نے سوالیہ نظروں سے اپنی ماں کو دیکھا، تم سے تو بحث کرنا ہی فضول ہے۔کیا ہوا ماما آپ اتنی غصے میں کیوں ہے یزدان نے روم میں آتے ہوئے کہا یہ جو ساری عمر امریکہ میں گزار کرایا ہے اسکی سوچ کو دیکھ کر حیران ہوں۔عالینہ بیگم نے عبید کی طرف دیکھتے ہوئے کہا پر ! ہوا کیا ہے۔۔؟؟ ایزیو جول۔۔

جو ہوتا ہے۔عالینہ بیگم یہ کہتی باہر کی جانب نکلی، تم نے پر سے ماما سے مرینہ کی ! بات پر بحث کی ہے۔۔؟؟ یزدان نے عبید کو گھورا جس پر اس نے سر ہلایا، ارے یار چھوڑ دوں بس آ گر ماما پاپا خوش ہے تو اٹس پائن۔۔!! خاک پائن۔۔۔!!

جب میں اسے بھابھی کے رؤف میں دیکھتا یوں تو میرا خون کھولتا ہے۔بھائی اپ

کرتے ہوں، اچھا چھوڑوں یہ سب deserve اس سے بہتر لائف پارٹنر

کشمیر گھومنے چلتے ہے، بھائی۔۔۔!! میں اپ سے کتنی سیریس بات کرہاں ہوں

اور اپکو گھومنے کی پڑی ہے عبید نے اسے آنکھے دیکھاتے ہوے کہا ارے یار ٹینشن

کم لیا کروں، اور رہی بات لائف پارٹنر کی تو مجھے اپنے رب پر پورا بھروسہ

ہے۔اور بہتر کرنے والا ہے۔۔!

جیسے آپکی مرضی چلوں چلتے ہے وہ دونوں بھائی ایک دوسرے کے کندھے پر !

ہاتھ ڈالتے ہوئے نیچھے کی طرف آرہے تھے، "ماشاءاللہ" اللہ بری نظر سے

بچائے میرے شہزادوں کو دادی نے انکی طرف دیکھتے ہوئے کہا، دادی جب تک

اپکی دعائیں ہمارے ساتھ ہے تب تک کوئی بھی چیز ہمارہ کچھ نہیں بگاڑ سکتا ان

دونوں اپنے ہاتھ دادی کے گرد ہائل کرتے ہوئے کہا، ہائے قربان جاؤں میں اپنے

شہزادوں سے۔ تم لوگ کہی جارہے ہوں۔۔؟؟ عالینہ بیگم نے انکی طرف دیکھتے

ہوئے کہا جی ماما ہم تھوڑا باہر گھومنے جارہے ہیں، ہنی۔۔!! میں بھی آپکے ساتھ

جاؤنگی۔ مرینہ نے سیڑھیوں سے اترتے ہوئے کہا، وہ بلیک سوٹ میں ملبوس تھی جس سے اسکے دونوں شولڈر اور گردن صاف زاہر تھی

جبکے نیچھے دائیں سائیڈ سے کٹ لگا ہوا تھا، اور جب وہ چلتی تو اسکا ایک پیر صاف دیکھائی دیتا تھا، بال کھلے ہوئے تھے جبکہ ہاتھ میں ایک چھوٹا سا ہینڈ بیگ، اور بلیک ہیل، وہ ایک ادا سے چلتی انکے قریب اکر رکھی۔!! جبکہ یزدان نے اسے ایک نظر دیکھا بھی نہیں۔ سوری مرینہ جی۔۔!! پر ہمیں ابھی تھوڑا ارجنٹ کام ہے اپ کسی اور کے ساتھ گمنے چلی جانا، عبید نے ان الفاظ پر زور دیتے ہوئے کہا ،موم دیکھے نہ۔۔۔!! یہ مجھے اپنے ساتھ نہیں لے کر جا رہے ہیں مرینہ نے عالینا بیگم کی طرف دیکھتے ہوئے کہا، عبید۔۔۔!! عالینہ بیگم نے عبید کو گھورا۔۔!! چلو جاؤ بیٹا۔۔!! کیوں نہیں لے کے جائینگے تمہیں اپنے ساتھ عالینہ بیگم نے مرینہ کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا، مجھے تھوڑا کام ہی میں وہ سمبالنے جا رہی ہو

عالینہ بیگم نے وہاں سے جاتے ہوئے کہا، یہ لے بھائی آپکا پریش جوس، پری نے عبید کو دیکھتے ہوئے کہا، پری یہ تمہارے بائیں ہاتھ پر کیا ہے، پری نے اپنے بائیں ہاتھ کو دیکھنے کے لئے ٹرے کو ایک سائیڈ پر کر دیا جس سے وہ سارا جوس مرینہ

کے کپڑوں پر گر گیا، کچھ نہیں ہے بھائی، پری نے بڑی معصومیت سے کہا جبکہ مرینہ غصے سے لال ہو رہی تھی، وٹ نونسنز۔۔؟؟ مرینہ چیخی۔ تمہارے پاس دماغ نہیں ہے۔۔!! وہ تو مجھے معلوم ہے، پری یہ کہتی وہاں سے چلی گئی، چلوں بھائی چلے، "کشمیر گھومنے"۔۔۔!!! عبید نے اخری جملے پر زور دیتے ہوئے کہا جبکہ مرینہ نے اسے گھورا۔۔!! یہاں پر تو سارے ہی بد تمیز لوگ ہے، جاہل کہی کے۔۔!! مرینہ نے اپنے ڈریس کو صاف کروانے کی ناکام کوشش کی، اپی اپ گئی۔۔۔!!

اس سے اگے کے الفاظ زیمل کے منہ میں ہی رہ گئے، یہ کیا ہوا آپ کو۔۔؟؟؟ یہ اس جاہل نوکرانی پری کی وجہ سے۔۔!! آپی الفاظ سوچ سمجھ کر بولے وہ نوکرانی نہیں، وہ اسکی گھر کی بیٹی جیسی ہے۔۔!! گھر کی بیٹی جیسی ہے بیٹی ہے نہیں ، مرینہ جوابا بولی، اور دوسری بات اس نے کمپیوٹر میں بی ایس کیا ہوا ہے، سو اس حساب سے وہ جاہل تو نہیں، زیمل لاسٹ ٹائم بتا رہی ہوں، انکی زیادہ طرف داری کرنے کی ضرورت نہیں ورنہ اگلی بار مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا مرینہ تن

من کرتی وہاں سے چلی گئی، جبکہ پری کچن کے دروازے کے پیچھے کھڑی یہ سب سن چکی تھی،

کمرے میں ہلکی سی پیلی روشنی پھیلی ہوئی تھی۔

قالین پر بیٹھی، زمین پر بکھری پرانی تصویروں کی البم کے صفحات پلٹتے ہوئے، زِمل کبھی ہنس رہی تھی اور کبھی سوچ میں ڈوب جاتی۔ دادی جان، سرفراز نظریں، نرمی سے زِمل کو دیکھ رہی تھیں۔

ان کے چہرے پر ایک ہلکی سی مسکراہٹ اور آنکھوں میں کہیں دور چھپی اداسی تھی۔

دادی... یہ دیکھیں! یہ ابو کتنے دُبلا پتلا تھے!" زِمل نے ہنستے ہوئے ایک پرانی" تصویر دِکھائی۔

دادی جان نے مسکرا کر سر ہلایا، "تب وہ ضدی اور شرارتی لڑکا تھا... تم بالکل "اس پر گئی ہو۔

زِمل آگے بڑھی ——

"...یہ تو مما ہیں... کتنی پیاری لگ رہی ہیں! جیسے کوئی گڑیا"

اور یہ۔۔۔" وہ انگلی رکھ کر بولی، "یہ تو یزدان بھائی ہیں! اتنے سنجیدہ تب "بھی؟

دادی جان کی ہنسی نکل گئی۔

زِمل البم پلٹتے پلٹتے ایک جگہ رُک گئی۔

ایک ذرا پرانی تصویر سامنے تھی—ایک خوبصورت عورت، ایک پُر وقار مرد اور ان کے ساتھ ایک ننھی سی بچی،
جس کی آنکھوں میں چمک اور مسکراہٹ تھی۔

یہ کون ہیں، دادی؟" زِمل نے آہستہ سے پوچھا۔"
دادی جان کی مسکراہٹ لمحے بھر میں مدھم ہو گئی۔

ان کی آنکھیں نمی سے بھر آئیں۔

"یہ۔۔۔ عائشہ۔۔۔ میری بیٹی تھی۔"

ان کی آواز میں ایک ایسا دکھ تھا جو برسوں کے صبر کے باوجود ابھی زندہ تھا۔

"یہ ان کا شوہر—فائق۔ اور یہ ان کی بیٹی، حیات۔"

دادی جان کی انگلی ننھی بچی کی تصویر پر ٹکی ہوئی تھی۔ جس کی سبز آنکھے سب کو اپنی طرف متوجہ کرتی تھی، یہ پورے سات سال بعد ہم سے ملنے کے لئے ارہے تھے پتہ نہیں کس کی نظر لگ گئی میری بچی کو"ان کا ایک کار ایکسیڈنٹ میں۔۔۔سب ختم ہو گیا تھا۔۔۔"دادی جان کی آواز رندھ گئی۔زِمل نے خاموشی سے دادی کا ہاتھ تھام لیا۔

کمرے میں ایک عجیب سا سکوت چھا گیا —

صرف پرانی تصویروں کی مہک اور ان کے پیچھے چھپے درد کی خوشبو باقی رہ گئی۔زِمل نے آہستگی سے کہا،

"...دادی... شاید کچھ رشتے دور جا کر بھی دل میں زندہ رہتے ہیں"

اور دادی جان کی آنکھوں سے خاموشی سے آنسو بہنے لگے۔اسی دشمنی کی وجہ سے ہم نے اپنے دل کے ٹکڑوں کو خود سے دور بیجھ تاکہ وہ زندہ بچ سکے، دادی کیا اپکی کسی سے پرانی دشمنی ہے،۔۔؟؟ نہیں بیٹا، پر زمینوں کے کچھ مسائل ہوتے ہے، اوہ کے، زیمل نے سوچتے ہوئے کہا،

کار دھیرے دھیرے وادیوں کے پیچیدہ راستوں پر سفر کر رہی تھی۔ سردار عبید شاہ ڈرائیونگ سیٹ پر تھا، ایک ہاتھ سے اسٹیئرنگ تھامے، دوسرا ہاتھ کھڑکی سے باہر نکالے ہلکی ہلکی خنک ہوا کو محسوس کر رہا تھا۔اس کی گہری نیلی آنکھوں میں کشمیر کی خوبصورتی جھلک رہی تھی۔

گاڑی کی کھڑکی سے باہر پہاڑوں کی برف سے ڈھکی چوٹیاں، سبزے سے لدے میدان، اور چھوٹے چھوٹے لکڑی کے گھر دکھائی دے رہے تھے۔راستے میں روایتی کشمیری لباس میں ملبوس عورتیں لکڑیاں اٹھائے جا رہی تھیں، چھوٹے بچے ندی کنارے کھیل رہے تھے۔

پچھلی سیٹ پر نیم دراز یزدان شاہ بیٹھا تھا، اُس کی بھوری آنکھیں خواب ناک ہو چکی تھیں۔اس کے لمبے بال کھڑکی سے آتی ٹھنڈی ہوائیں اُڑ رہے تھے۔

یزدان نے کار کے اندر کا سکون توڑتے ہوئے کہا :
" کاش زندگی بھی ان راستوں کی طرح ہو، کبھی بل کھاتی، کبھی سیدھی ۔۔۔ پر
آخر میں اپنی منزل پر پہنچادیتی۔"
عبید نے ہنستے ہوئے ایک نظر اس پر ڈالی، پھر سڑک پر نظریں جمالیں۔
" کچھ راستے ایسے بھی ہوتے ہیں بھائی، جو منزل پر نہیں، ماضی پر لے جاتے
ہیں۔ اچھا تم مجھے یہ بتاؤ یہ تم نے پری بیچاری کو اپنے پنگے میں کیوں استعمال کیا
۔ تمہیں تو پتا ہے وہ بہت ماسوم ہے۔ بھائی میں نے قصداً تو نہیں کیا میں نے
صرف اسے کہا تھا کہ اس کے بائے ہاتھ پر کیا ہے۔، ہاں ہاں تم تو بڑے ماسوم
ہوں۔ یزدان نے اسے گھورتے ہوئے کہا، بھائی ویسے کتنا مزا آیا عبید نے آنکھوں
میں شرارت لیتے ہوئے کہاں، "اور اوپر سے مرینہ کا ریئیکشن ۔۔۔ !مزہ دو بالا
ہو گیا ۔۔ ! ! عبید نے ایک ادا سے مرینہ کی نقل اتارتے ہوئے کہا :
" ہنی ۔۔۔ ! میں بھی آپ کے ساتھ جاؤں گی ۔۔۔ ! ! "

یزدان کی ہنسی چھوٹ گئی۔ گاڑی کے اندر قہقہوں کی گونج بھر گئی۔ ایک دم پرفیکٹ کاپی۔۔۔! " واہ بھائی ایک دم پرپیکٹ عبید نے ہنستے ہوئے کہا: وہ ہنستے ہوئے کمال لگ رہا تھا کیونکہ وہ بہت کم ہنستا تھا،

یار، جب وہ اس انداز سے کہہ رہی تھی نا، تو دل کر رہا تھا کہ اس کے ڈرامے پر "

" !تالیاں بجاؤں۔۔۔

عبید نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا: یزدان کھڑکی کی طرف دیکھے اپنی ہنسی کو کنٹرول کرنے کی کوشش کر رہا تھا،

اور اوپر سے جب جوس گرا۔۔۔ میں نے تو دل میں دعا کی کہ کاش زمین پھٹ " جائے اور مرینہ اس میں غائب ہو جائے۔۔۔! " دونوں ہنستے ہنستے بے حال ہو گئے۔

گاڑی کشمیر کے حسین راستوں پر رواں دواں تھی، اور ان کی بے فکر ہنسی فضا میں گونج رہی تھی۔ ارے بھائی تم ادھر ہو جاؤ میں ڈرائیونگ کرتا ہو، یزدان نے عبید کی کنٹرول نہ ہونے والی ہنسی کو دیکھتے ہوئے کہا، ہاں ہاں تم تو جیسے بہت اچھی ڈرائیونگ کرتے ہوں، تم سے تو بہتر ہی کرتا ہو، یزدان نے عبید کی طرف دیکھتے

ہوئے کہا، ہاں، اتنی اچھی کرتے ہوں کہ بندے کو دوسرے جہان پہنچانے کی ساری کسر پوری کر دیتے ہوں، عبید نے دوسری سیٹ پر بیٹھتے ہوئے کہا جبکہ گاڑی پل سپیڈ میں آگے بڑھی، یہ اللہ مجھے اپنے حفظ وامان میں رکھنا میں نے تو ابھی کچھ دیکھا بھی نہیں، عبید نے دوسری سیٹ پر جاتے ہوئے کہا، جبکہ یزدان پل سپیڈ میں گاڑی آگے بڑھا چکا تھا، گاڑی ہوائی جہاز کی طرح کچھ ہی پلوں میں نظروں سے اجل ہو گئ۔ جبکہ انکی کار کے پیچھے ایک اور بلیک کار بھی تھی، جو حویلی سے نکلتے ہی ان کے پیچھے لگے ہوئ تھی جبکہ ان کو اس بات کا اندازہ ہی نہیں تھا۔

وہ بچے تھوڑی ہی کچھ دیر میں واپس آجئنگے، بچے یہ بڑوں کی بات نہیں عالینہ بیگم ، سردار شہریار نے دادی کے ساتھ جگہ سمبالتے ہوئے کہا اور خطرے کی بات یہ ہے کہ وہ اپنے ساتھ گارڈز لے کر بھی نہیں گئے، سردار شہریار غصے سے لال ہو رہا تھا، بیٹا ارام سے بیھٹوں اللہ حفاظت کرے گا ان کی ! پر بی جان ! ! اپکو تو پتا

ہے جب سے سردار کامران کا فرزند مارا گیا ہے تب سے ہمارے لئے اور خطرہ بن گیا ہے،

پر ان کے فرزند کے قتل کے ساتھ آپ لوگوں کا کیا تعلق ہے، یاسر قریشی نے حیران ہوتے ہوئے پوچھا، کیونک انکو لگتا ہے کہ یہ قتل ہم نے کیا ہے، کیونکہ ہماری ان سے زمینوں کے کچھ مسلے چل رہے تھے اور اس دوران اس کے بیٹے کو کسی نے مار دیا تھا، اوہ یاسر انکل نے بات کو سمجھتے ہوے سر ہلا کر کہا، میں دوبارہ کال ملاتا ہو کیا پتہ ابھی اٹینڈ کر لے، یاسر انکل نے کال کو کان سے لگاتے ہوئے کہا۔ جبکہ علینہ بیگم بے فکر ہو کر ڈریس ڈیزائنر سے بات کرنے میں مصروف تھی، جبکہ مرینہ کو تو کچھ پسند نہیں آ رہا تھا، کیونکہ

دادی جان کی خواہش تھی کے منگنی کے فنکشن میں سب کشمیر کے سکافتی لباس پہننگے، اور مرینہ کو یہ سب بہت بورنگ لگ رہا تھا، جبکہ زیمل ٹینشن کے مارے لال ہو گئ تھی اور دادی کے ساتھ بیٹھی تھی۔

گاڑی کشمیر کے سنسان اور گھنے درختوں والے راستے پر تیزی سے دوڑ رہی تھی۔
فضا میں ہلکی ہلکی دھند اور ٹھنڈی ہوا کا راج تھا۔

یزدان ڈرائیونگ کر رہا تھا اور عبید باہر کے منظر میں کھویا ہوا تھا کہ اچانک اسکی نظر پیچھے سے ایک کالی گاڑی پر پڑی جو نجانے کب سے ان کا تعاقب کر رہی تھی، "یزدان! گاڑی دیکھ رہے ہو پیچھے۔۔۔؟؟" عبید نے یزدان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا کیونکہ اسے کچھ عجیب لگا وہ گاڑی نہ اگے جا رہی، اور نہ کسی اور سائڈ پر مڑ رہی تھی، یزدان نے ریئر ویو مرر میں نظر ڈالی۔

سیاہ رنگ کی گاڑی پوری رفتار سے ان کے پیچھے آ رہی تھی۔اچانک کالی گاڑی سے فائرنگ شروع ہو گئی۔

گولیاں ان کی گاڑی کے چاروں طرف سے سنسناتی ہوئی گزرنے لگیں۔ یزدان نے ہمت سے اسٹیئرنگ کو مضبوطی سے تھاما اور گاڑی کو بچانے کی کوشش کی، مگر اچانک ایک گولی گاڑی کے ٹائر پر لگی۔

گاڑی بے قابو ہو کر ایک طرف جھٹکے سے مڑی اور درخت سے جا ٹکرائی۔
ایک زوردار آواز پورے جنگل میں گونجی

"دھڑام!!"

فضا میں گاڑی کے ٹوٹے شیشوں کی کرچیں بکھر گئیں، اور دھواں سا اٹھا۔

چند لمحوں کے لیے ہر چیز جیسے خاموش ہو گئی۔
گاڑی درخت سے ٹکرانے کے بعد رک چکی تھی۔
یزدان ڈرائیونگ سیٹ پر نیم بیہوش حالت میں جھکا ہوا تھا۔ اس کے ماتھے پر گہرا کٹ لگا تھا، اور خون اس کے چہرے پر بہہ رہا تھا۔
اس کی قمیض کا سامنے کا حصہ خون سے بھیگ چکا تھا۔
اسکے لمبے بال بکھرے ہوئے، چہرہ سفید پڑا ہوا، سانس ہلکی ہلکی چل رہی تھی۔
عبید کو بھی بازو پر گولی چھو کر گزری تھی، جس کی وجہ سے خون نکل رہا تھا۔
اس کا ہاتھ خون سے سرخ ہو چکا تھا لیکن پھر بھی اس نے پوری ہمت سے خود کو سنبھالا۔
تکلیف سے کراہتے ہوئے عبید نے یزدان کی طرف دیکھا۔

یزدان۔۔۔بھائی۔۔۔آنکھیں کھولو۔۔۔کچھ کہو۔۔۔!!"یزدان نے" آہستہ سے آنکھیں کھولنے کی کوشش کی، مگر تکلیف سے کراہتے ہی دوبارہ آنکھیں بند ہو گئیں۔"کچھ نہیں ہونے دوں گا بھائی۔۔۔!!میں ہوں نا تمہارے ساتھ۔۔۔!!"میں آپ کو کچھ نہیں ہونے دونگا،دور دور تک ویرانی تھی،نہ کوئی گاڑی،نہ کوئی انسان۔

صرف ٹوٹے درخت، بکھرے کانچ،اور خاموش فضامیں عبید کی بے چین آواز گونج رہی تھی۔جبکے وہ کالی کار کسی ہوا کی جھونکے کی طرح وہاں سے غائب ہوئی تھی

عبید نیم بیہوش یزدان کو تھامنے کی کوشش کر رہا تھا۔

کشمیر کی سنسان اور جنگل سے گھری سڑک پر چاروں طرف خاموشی چھائی ہوئی تھی۔

تبھی اچانک جھاڑیوں کے پیچھے سے ایک سفید لباس میں ملبوس لڑکی بھاگتی ہوئی ان کی طرف آئی۔

لمبے بال، سبز آنکھوں میں معصومیت اور چہرے پر فکر کی لکیریں۔"یا
"اللہ۔۔۔! ! کیا ہوا آپ لوگوں کو؟؟

عبید نے نیم ہوش میں اُسے لڑکی کو دیکھا، جسکی سبز آنکھے کچھ راز بیان کر رہی
تھی۔ !

حیات، جلدی سے گاڑی کے پاس پہنچی۔

اس نے یزدان کو خون میں لت پت دیکھا تو فوراً اپنی چادر سے یزدان کے زخم کو
دبایا تاکہ خون بہنا رُکے۔

"! ! آپ فکر نہ کریں۔۔۔ میں مدد لے کر آتی ہوں۔۔۔"

نورِ حیات نے تیزی سے اپنی ڈریس کی ایک سائیڈ سے کپڑا کاٹا اور اس نے فوری
طور پر یزدان کی پیشانی پر پٹی باندھی، اور عبید کے بازو کا زخم بھی صاف کیا۔

: یزدان کراہتے ہوئے آہستہ سے بولا

کون۔۔۔۔ہے۔۔۔؟؟" اسے حیات کا چہرا دھندلا نظر آرہا تھا، یہاں پر قریب"
ایک گاؤں ہے آپ ہمت کر کے اس آدمی کو میرے ساتھ وہاں لے جائے اس

لڑکی نے عبید کی طرف دیکھتے ہوئے کہااور اسی دوران نورِ حیات نے عبید کو سہارا دیااور اُسے قریبی گاؤں لے جانے کا ارادہ کیاتا کہ وہاں سے ڈاکٹر کو بلایا جاسکے۔

عبید نے آہستہ مسکراتے ہوئے حیات کی طرف دیکھا

"تم فرشتہ ہو لڑکی"

— نورِ حیات نے ایک لمحے کے لیے عبید کی طرف دیکھا

ایک اجنبی جس کی آنکھوں میں بے بسی تھی،اور جسے مدد کی اشد ضرورت تھی۔ گاڑی تباہ ہو چکی تھی —

اسپتال کا ہال سفید روشنی سے چمک رہا تھا، مگر اندر کا ماحول اندھیرے جیسا تھا۔عالینہ بیگم کی آنکھوں میں آنسو تھے، وہ بار بار یزدان کے کمرے کے دروازے کو دیکھ رہی تھیں، جیسے اُن کے بیٹے کی ایک جھلک انہیں سکون دے دے گی۔ سردار شہریار خاموشی سے عبید کے کندھے پر ہاتھ رکھے کھڑے تھے،

عبید کے ماتھے پر پٹی بندھی تھی، ہونٹ خشک تھے، مگر آنکھوں میں ایک طوفان دبا ہوا تھا۔

وہ بچ جائے گا ناں...؟" علینہ بیگم نے دھیرے سے پوچھا، اُس کی آواز تھر تھرا رہی تھی۔ عبید نے نظریں نیچے کرلیں، "یزدان ہار ماننے والوں میں سے نہیں ہے۔" شیر ہے وہ، یاسر انکل نے جواب دیتے ہوئے کہا دروازہ کھلا، اور ڈاکٹر باہر آیا— چہرے پر سنجیدگی۔ عبید ڈاکٹر کی طرف اگے بڑھا پیشنٹ "ابھی خطرے سے باہر نہیں، مگر ہم پوری کوشش کر رہے ہیں۔ اگلے "چوبیس گھنٹے بہت اہم ہیں۔

یہ سن کر عالینہ بیگم کی ٹانگیں جواب دے گئیں، وہ پیچھے پڑی کرسی پر بیٹھ گئیں۔ ماما خود کو سنبھالے عبید نے انکے قریب جاتے ہوئے کہاں اسی لمحے، نورِ حیات ہاتھ میں پانی کی بوتل لیے آئی، ان کی طرف بڑھی، یہ لے "آنٹی، آپ تھوڑا سا پانی پی لیجیے..." اُس نے نرمی سے کہا۔ عالینہ بیگم کی طرف سے کوئی

جواب نہیں آیا، عبید نے اسکے ہاتھ سے پانی کا بوتل تامہ، جبکہ نور جا کر سائیڈ پر کھڑی ہو گئی۔

سین: حویلی کا ڈرائنگ روم

دادی تسبیح ہاتھ میں لیے مسلسل دعائیں پڑھ رہی تھیں، اُن کی آنکھوں سے خاموش آنسو بہہ رہے تھے۔

اللہ میرے بچوں کو سلامت رکھے... یا اللہ خیر... یا اللہ خیر... "وہ زیر لب" دہرا رہی تھیں۔

مرینہ صوفے پر بیٹھی ناخن چبا رہی تھی، چہرے پر پریشانی تھی، جبکہ بشرہ بیگم ہاتھ میں قرآن لئے کچھ پڑھ رہی تھی۔ جبکہ پری چپ چاپ کھونے میں بیٹھی تھی، اُس کی آنکھیں سوجی ہوئی تھیں،

ہاتھ میں یزدان اور عبید کی بچپن کی تصویریں تھامی ہوئی تھیں۔

بھائی کبھی کسی کو دکھ نہیں دیتے تھے... "اُس نے آہستہ سے کہا، "... پتہ نہیں کس کی نظر لگ گئی آپ لوگوں مو

دادی نے اسکی بات سنتے ہوئے لرزتی آواز میں کہا، "پری بیٹا، دعائیں کر، رب سب کو سلامت رکھے گا۔" ان شاءاللہ جبکہ مرینہ اس برے وقت میں بھی پری کے لئے بے انتہا بغض لئے بیھٹی تھی،

عالینہ بیگم کو گھر شہریار انکل نے زبردستی گھر بیجھ دیا کیونکہ اسکی طبیعت خراب ہورہی تھی، جبکہ زیمل اوریا سے انکل بھی انکے ساتھ گھر چلے گئے، جبکہ شہریار انکل کچھ ٹیسٹ کارزلٹ لینے گئے ہے، بہت خوب، آپ کا انداز اور مکالمات میں جو شدت ہے، وہ واقعی نمرہ احمد کے اندازِ تحریر سے ملتا ہے— جذبات، گہرائی، اور کرداروں کے اندرونی تضادات۔ آیئے اب اسی انداز میں اگلا سین لکھتے ہیں، جس میں اسپتال کے کمرے کا منظر ہو— یزدان بے ہوش ہے، عبید کے کندھے پر پٹی ہے، نورِحیات موجود ہے، اور خاموشی میں کئی سوال چھپے ہیں۔

یزدان اب بھی بے ہوش تھا۔ اُس کا چہرہ سفید چادر کے درمیان جیسے خزاں کی کسی ٹوٹی شاخ پر رکھا ایک پھول ہو۔ عبید کمرے کے ایک کونے میں بیٹھا تھا،

کندھے پر پٹی تھی، پر اُس کی آنکھوں میں چوٹ اس وقت کی نہیں تھی——اُس لمحے کی تھی جب اُس نے یزدان کو خون میں لت پت اپنی بانہوں میں گرتے دیکھا تھا۔

نورِحیات خاموشی سے دروازے کے قریب کھڑی تھی۔اُس کے ہاتھ میں یزدان کی گھڑی تھی——وہی جو ہمیشہ پہنتا تھا۔"یہ وقت بھی تھم گیا ہے...یا شاید صرف میرے لیے..."اُس نے آہستہ سے کہا،اس سانولی لڑکی کا دل پہلی بار کسی کے لئے دڑکا تھا،عبید نے اُس کی طرف دیکھا،آنکھوں میں کئی سوال تھے،پر زبان خاموش تھی۔

وہ لڑکی جو جنگلوں میں پلی بڑھی...کیسے جانتی ہے شہر کے لوگوں کے دلوں کو" پڑھنا؟"اُس نے دل میں سوچا۔

نور نے یزدان کو دیکھ رہی تھی" کبھی سوچا نہیں تھا کہ اتنے شور میں، اتنی "...خاموشی بھی ہو سکتی ہے..."اُس کی آواز لرز گئی۔عبید کی آواز ٹوٹی،"نور

وہ رکی، پر نظر یزدان سے نہیں ہٹائی، "ہم سب کے پاس ایک وقت آتا ہے جب ہمیں رب سے لڑنا نہیں ہوتا... صرف جھکنا ہوتا ہے۔" اور اج یہی حال ہے ہمارا، کمرہ خاموشی میں ڈوب گیا کمرے میں صرف مانیٹر کی بیپ باقی تھی — جیسے ہر دھڑکن میں دعا لپٹی ہو۔ عبید نے چپ چاپ بیٹھ گیا جبکہ نور کی سبز آنکھوں میں پہلی بار کسی کے لئے جزبات ابھرے تھے۔

سین: سردار کامران کی حویلی

جیسے ہی گیٹ کے سامنے آکر رکی، دھول کے ذرات ہوا SUV سیاہ رنگ کی میں تحلیل ہو گئے۔ اگلے ہی لمحے دروازہ کھلا اور سردار شہریار گاڑی سے باہر نکلا۔ اُس کا دبنگ انداز، گہری نظریں، اور لمبے کوٹ کی جھالر ہوا میں ہل رہی تھی۔ اُس کے پیچھے دو گارڈز نے فوراً دروازہ کھولا۔ "سردار کامران کہاں ہے؟" حویلی میں داخل ہوتے ہی سردار شہریار نے ایک سخت لہجے میں کہا۔

وہاں گارڈ بوکھلا گیا، "سردار صاحب ابھی مجلس میں ہیں۔۔۔" اس گارڈ نے ہڑبڑاتے ہوئے کہا، "مجھے ابھی اُن سے بات کرنی ہے۔" وہ چیخا۔۔!! سردار کامران کی مجلس—— لکڑی کی دیواریں، پرانے تلواروں کے سائے، ایک لمبی میز، جس کے سرے پر بیٹھا وہ شخص—— سردار کامران تھا

ساٹھ کے قریب عمر، ہلکی سی دھاڑی، کالی واسکٹ، اور ابزآنکھوں میں چمک۔۔۔!! سردار باہر سردار شہریار ائے ہے ایک گارڈ نے اندر آتے ہوئے ہڑبڑاکر کہا، وہ اُٹھا، جیسے کسی غیر متوقع مہمان کا پہلے سے انتظار ہو۔

سردار شہریار۔۔۔ آخر تم آہی گئے۔ "اج میرے بیٹوں پر حملہ ہوا ہے اور میں" بات کو گھوماونگا نہیں اور میں یقین سے کہتا ہو کہ یہ حملہ تم نے کیا ہے، اور اسکا حساب تمہیں دینا ہوگا کامران وہ دہارا، اور یہ وار تمہاری طرف سے تھا۔" سردار شہریار نے بغیر لگی لپٹی کے کہا۔ کامران کی ہنسی کمرے میں گونجی، پر وہ ہنسی سرد تھی۔ "تمہارے بیٹے پر حملہ میرے حویلی کے دروازے سے گزر کر ہوا ہوتا، تو وہ زندہ نہ بچتا، شہریار۔" وہ مغرور انداز میں گھویا ہوا، ایک لمحے کو خاموشی چھاگئی —— صرف گھڑی کی ٹک ٹک باقی تھی۔ سردار شہریار نے اُسے گھورا۔ ابھی تک

میں نے رشتے داری نبھائی تھی۔۔۔!! اب تم میرے دشمنی کو دیکھوں گے

،"اگر کچھ ہوا... دوبارہ... تو اس بار بات حویلی سے نہیں، جنگ سے شروع ہو

گی۔" شہریار یہ کہہ کر مڑا اور دروازے کی طرف بڑھا۔ سردار کامران نے

آہستہ سے کہا،

اس شطرنج میں صرف بادشاہ نہیں، پیادے بھی قربان ہوتے ہیں، سردار..."

!!" یاد رکھنا۔

یزدان کی طبیعت ابھی کچھ بہتر تھی وہ ہوش میں آچکا تھا،اور دادی بھی ہاسپٹل

میں تھی، جبکہ بشرہ بیگم،اور یاسر انکل ابھی گھر چلے گئے، میں چلتی ہو اب، نور

"نے عبید کے ہاتھ میں یزدان کی گھڑی رکھتے ہوئے کہا،" کہاں جارہی ہو، بچی؟

دادی نے پیچھے سے آواز دیتے ہوئے کہا

اب میرا یہاں کوئی کام نہیں... نور نے نگاہ نیچھے کرتے ہوئے کہا،" تم نے"

ہمارے شہزادے کی جان بچائی ہے... اب تم صرف مہمان نہیں، ہماری بیٹی

ہو۔" نور نے چونک کر دادی کو دیکھا۔" یہ دنیا ظالم ہے میرے بچی.. اور میں

نہیں چاہتی تم دوبارہ اُس جنگل کی تنہائی میں چلی جاؤ۔ یہاں رہو، ہمارے
ساتھ۔" دادی آپ لوگوں کے پیار کا بہت شکریا
،اور اسی دنیا کے لوگ سے بھاگ کر تو میں جنگل گئی تھی، کیونکہ یہاں کے لوگ
بہت بے ہس ہے دادی، نور نے نیچھے کی طرف دیکھتے ہوئے کہا، نہ جانے کیوں
دادی کو اس سے بہت ہمدردی تھی، کیونکہ نور کی آنکھے بلکل انکے نواسی جیسی
تھی، اسی لمحے سرادر شہریار پیچھے سے ایا وہ ساری باتیں سن چکا تھا، اس نے دادی
کی بات کی تائید میں نور کے سر پر ہاتھ رکھا۔
آج سے تم صرف ہماری محسن نہیں، ہمارے خاندان کا حصہ ہو۔" نور کی"
آنکھوں میں وہ آنسو جو کبھی بہے نہیں تھے، جھلکنے لگے —— برسوں کی تنہائی جیسے
آج کسی آغوش میں پناہ پا گئی ہو۔

دن کا وقت تھا، ہلکی دھوپ لان میں پھیل رہی تھی۔ کہیں کہیں درختوں کی
چھاؤں فرش پر نقش بناتی، ہوا میں بہار کی خوشبو گھلتی جا رہی تھی۔ زمل ہلکے سبز
رنگ کے لباس میں لان کے جھولے پر بیٹھی اپنے دوپٹے کے کنارے کو انگلیوں

میں لپیٹ رہی تھی۔ فاری ہاتھ میں نیبو پانی لیے آئی اور شرارت بھری مسکراہٹ کے ساتھ زمل کے قریب آ کر بیٹھ گئی۔

...اوئیی زمل! وہ لڑکی... وہی جس نے عبید بھائی اور یزدان بھائی کو بچایا وہ کیسی ہے؟ کیسی لگتی ہے؟" پری نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا

بہت مختلف ہے پری... سادہ، خاموش سی۔ جیسے جنگل کی خاموشی ہو، پر اندر بہت شور چھپا ہو۔

اوہ۔۔!! "اور خوبصورت؟ مطلب، ہیروئن والی خوبصورتی یا نیک پروین" اسٹائل؟" وہ آنکھوں میں تجسس لے کر بولی "بس یوں سمجھ لو، جو اسے ایک بار دیکھ لے... دوبارہ ضرور دیکھنا چاہے۔ آنکھوں میں ایک عجیب کشش ہے اُس کی۔" اور سانولی رنگت، زمل مسکرا کر بولی، ہائے۔۔ مجھے بھی دیکھنا ہے اس کو، پری نے زمل کو دیکھتے ہوئے کہا،

ہممممم کیا پتا ہو جائے تمہاری ملاقات اس سے۔۔ زمل نے سوچنے والے انداز میں کہا، ہممم، اچھا تم یہ لو میں کالج کا کام کر کے اتی ہو پری نے گلاس زمل کو دیتے

ہوئے کہا، ہمم اچھا جاؤں اگر میری مدد چاہیئے ہوں تو بتا دینا زمل نے پیچھے کی طرف دیکھتے ہوئے کہا، جی ٹھیک ہے آپی۔۔!!

شام کا وقت تھا۔ آسمان پر سورج کا زرد رنگ سُرخ نارنجی میں ڈھل رہا تھا۔ حویلی کی بڑی دیواریں اور اونچے دروازے اُس وقت کچھ زیادہ ہی پر جلال محسوس ہو رہے تھے۔ لان میں دادی جان، سُرخ شال اوڑھے آرام کرسی پر بیٹھی تھیں۔ ان کے ارد گرد فضا میں عجیب سا سکوت تھا۔ پھر یکدم گیٹ کے باہر گاڑی رکی۔ سب کی نظریں دروازے کی جانب مڑ گئیں۔ دروازہ آہستہ سے کھلا۔

اور وہ... وہ اندر آئی۔ نورِ حیات—— وہی لباس میں موجود تھی، جو سائڈ سے پٹا ہوا تھا، چہرہ سورج کی کرنوں میں چمک رہا تھا۔ مگر آنکھوں میں ایک عجیب سا خوف، الجھن اور کچھ ایسا سکون... جو صدیوں کا تھکا ہوا مسافر لیے ہوتا

ہے۔ دادی جان فوراً سیدھی ہو کر بیٹھ گئیں۔ "یہی ہے وہ...؟" دادی نے پری کی طرف دیکھتے ہوئے کہا" وہی فرشتہ... جس نے ہمارے شہزادے کو موت کے منہ سے کھینچ لیا۔ نور نظرے نیچھے رکھتے ہوئے انکی طرف آئی

تمھیں جنگل نے بچایا یا تم نے جنگل کو؟" دادی نے اسے اپنے باہوں میں برتے " ہوئے کہا نور کی آنکھوں میں ایک چمک سی آئی۔ وہ پہلی بار نظریں اٹھا کر دادی کو دیکھ رہی تھی۔ دادی" نہ میں نے کسی کو بچایا، نہ کسی نے مجھے... شاید قدرت نے اپنا ایک راز مجھ سے چُھپا رکھا تھا۔" اتنے میں پیچھے سے سُردار شہریار، اور عبید حویلی کے اندر آگئے۔ عبید نے نور کو ایک نظر دیکھا، جیسے کچھ پہچاننے کی کوشش کر رہا ہو۔ "ماں جی، ہم اسے اپنے ساتھ لے آئے، پر یہ جنگل کی نہیں لگتی... جیسے ہماری اپنی ہو۔" سرادر شہریار نے اسکے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا

" *

شاید واقعی یہ ہماری اپنی ہے... اور وقت بہت کچھ کھولے گا۔" دادی نے نور کی انکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا دادی نے آگے بڑھ کر نور کا ہاتھ تھاما، اور آہستہ سے کہا: "آج سے تم صرف مہمان نہیں، اس حویلی کا حصہ ہو۔ نورِ، اب تم ہمارے

ساتھ رہو گی۔ ''اج سے تم بھی اس گھر کی بیٹی ہو نور کی پلکیں بھیگ گئیں...
برسوں بعد شاید اسے کوئی ''اپنائیت ''ملی تھی۔ زیمل بیٹا جاؤ اسے اندر لے
جاؤں،

اور اسے اپنا ایک ڈریس دے دوں تاکہ یہ وہ پہن پر بعد میں ہم اسکے لئے نئے اور
پیارے پیارے سوٹ لے لینگے، دادی نے زمل اور پری کی طرف دیکھتے ہوئے
کہا، جبکہ وہ دونوں اسے ساتھ لے کر اندر کی طرف بڑھی۔!

زیمل نے اپنا ایک سوٹ نور کو پہنے کے لئے دیا وہ واشروم میں جا کر جینج کرنے
لگی، جبکہ پری اور زیمل بیڈ میں بھیٹی باتیں کر رہی تھی، کچھ ٹائم بعد نور باہر نکل
وہی ڈریس پہنے، زیمل اور پری نے جب اسے دیکھا تو انکی ہنسی روکنے کا نام نہیں
لے رہی تھی،

جبکہ نور حیران و پریشان انکو دیکھ رہی تھی کہ یہ کیوں ہنس رہی ہے، اپ کیوں
ہنس رہے ہوں، نور نے انکی طرف دیکھتے ہوئے کہا جبکہ وہ دونوں ہنسی ہی جا رہی
تھی، ہائے اللہ جی یہ ڈریس بہت بڑی ہے تم پہ، کیونکہ تم اتنی سی تو ہو، زیمل نے

اسکے قریب جاتے ہوئے کہاں، وہ ڈریس بہت کھلا ہوا تھا کیونکہ نور کی ہائٹ بھی کم تھی اور اوپر سے چوزی بھی تھی، ویٹ میں اپنا کوئی ڈریس لاتی ہوں، پری نے باہر کی جانب جاتے ہوے کہا، جب تک یہ اجائے تب تک بیھٹوں میں تمھاری بال بنادیتی ہوں، زیمل نے اسکے بکھرے ہوئے بالوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا، کچھ ہی دیر بعد پری اپنے ہاتھ ہیں پ پرپل کلر کا ڈریس لئے اندر ائ ، جس پر ہلکا سہ کام ہوا تھا، اوہ واو۔۔!! زیمل نے اس ڈریس کو دیکھتے ہوئے کہا ،ارے پری یہ تو وہی ڈریس ہے جو یزدان بھائی نے آپ کو سالگرہ پر دیا تھا، ہاں یہ وہی ہے پریال نے ہنستے ہوئے کہا، پر میں یہ نہیں لے سکتی یہ آپکا تحفہ ہے نور نے پری کی طرف دیکھتے ہوئے کہا، ارے میرے پیاری سی جان جو چیز میری ہے وہ اج سے تمہاری بھی ہے، پریال نے اسے گلے لگاتے ہوئے کہا،

کمرہ خاصا کشادہ اور نفیس سجا ہوا تھا۔ ماربل کے فرش پر بچھا قالین، سفید پردے اور درمیان میں رکھا سنہرا ٹیبل اس بات کی گواہی دے رہا تھا کہ یہ جگہ کسی نواب زادے کی ہے۔ مارینہ آئینے کے سامنے کھڑی اپنے ناخن دیکھ رہی تھی، جب اُس کی ماں، بشریٰ بیگم کمرے میں داخل ہوئیں۔ مارینہ فوراً پلٹی، چہرے پر واضح ناراضگی تھی۔

ماماں... !اِس لڑکی کو یہاں لانے کی آخر ضرورت ہی کیا تھی؟" مارینہ نے" سخت لہجے میں کہا۔ بُشریٰ بیگم نے سانس کھینچی، "کس لڑکی کی بات کر رہی ہو؟" "وہی، جنگلوں سے آئی ہوئی، نور۔" مارینہ نے نفرت سے کہا، "پہلے تو صرف دادی کی نظر میں آئی ہوئی تھی، اب سب اس کی تعریفیں کرتے نہیں تھکتے۔" بشریٰ بیگم نے سکون سے کہا، "دادی نے اسے روکا ہے

، بچی نے ہمارے شہزادے کو بچایا ہے، اتنی سی بات ہے۔" ہاں تو کچھ رقم دے کر رخصت کر لیتے اسے مارینہ نے دانت پیستے ہوئے کہا، "بات صرف روکنے تک رہتی تو بھی ٹھیک تھا ماما، اب تو زمل بھی اس کی طرف داری کرنے لگی ہے،

اور عبید بھائی... اُن کی نظریں بھی عجیب سی ہو گئی ہیں۔ "بشریٰ بیگم نے بیٹی کی بات غور سے سنی، پھر آہستگی سے بولیں، "مارینہ،

تمہیں کوئی خطرہ ہو تو اپنی جگہ مضبوط کرو، کسی کو نیچا دکھا کر خود اونچا نہیں ہوا جاتا۔ "مارینہ نے سختی سے ماں کی طرف دیکھا، "میں نیچا نہیں، صاف صاف دیکھ رہی ہوں کہ وہ لڑکی یہاں کی نہیں ہے، اور نہ ہی کبھی اس گھر کا حصہ بن سکتی ہے! "اور نہ میں بننے دو نگیبشریٰ بیگم نے آنکھوں میں کچھ سوچتے ہوئے کہا، "تم اپنی ضد میں کچھ ایسا نہ کر بیٹھنا جس پر کل تمہیں پچھتانا پڑے...

اور تم کیوں اس لڑکی کو سر پر سوار کر رہی ہوں۔۔؟؟؟ ماما اس نے میرا دماغ" خراب کر کے رکھا مرینہ نے بیڈ پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ تم اپنے رشتے پر دھیان دوں، بشرہ بیگم نے اسکی طرف دیکھتے ہوئے کہا مارینہ نے رخ موڑ لیا۔

پچھتانا تو تب پڑے گا، جب وہ یہاں ٹھہر جائے۔ اور میں ایسا ہر گز نہیں ہونے "دوں گی، ماماں۔ ہر گز نہیں۔

یزدان کو گھر لائے ہوئے آج تیسرا دن تھا، سب نورمل ہو گیا تھا پر سے شادی کی تیاریاں شروع ہو گئی تھی، کیونکہ اس سب حادثے کے بعد منگنی کا فنکشن کینسل ڈائریکٹ شادی کی تیاریاں شروع کر دی گئی، اور اب مرینہ کا موڈ بھی اچھا رہنے لگا تھا اس کا دھیان اب نور سے ہٹ گیا تھا، اور ان تین دنوں میں نور اس کے سامنے نہیں آئی تھی، اور نہ جانے کیوں یزدان کو اسے دیکھنے کی طلب بے انتہا ہو رہی تھی، دوپہر اور شام کے بیچ کا وقت تھا، جب آسمان کا رنگ سنہری نارنجی میں ڈھل رہا تھا۔

ہوائیں کچھ زیادہ تیز چل رہی تھیں، سردیوں کی آمد کا پتہ دیتی۔ حویلی کے بڑے لان میں ایک طرف پرانے درختوں کی جھکتی شاخیں تھیں، جو زمین کو چھو چھو کر جھولتی تھیں۔ پرندے واپسی کی راہ پر تھے، اور مغرب کی اذان کی آواز دور کسی گاؤں کی مسجد سے ہلکی ہلکی آرہی تھی۔ حویلی کا بیرونی صحن دھوپ اور چھاؤں کی قید میں تھا۔ اور وہیں، سنگ مرمر کی سیڑھیوں۔۔ !!

حیات صحن میں کھڑی تھی۔ اس کے بدن پر گہرا جامنی رنگ کا لباس پہنا تھا، لمبی قمیص جس پر موتیوں اور دھاگے کی باریک کڑھائی تھی، اس کا دوپٹہ نرم شفون کا

تھا، جو ہوا سے اڑ رہا تھا۔ قمیص کے بازو مکمل تھے، لیکن ان کے نیچے شفاف کپڑے سے خفیف سی جھلک دیتی جلد نمایاں ہو رہی تھی۔ اس کے کانوں میں چھوٹے سے جھمکے، اور ہلکا سا میک اپ، صرف سادگی اور وقار کا عکاس تھا۔

بال کُھلے تھے، لیکن نہایت ترتیب سے دائیں طرف ڈھلکے ہوئے، جیسے کسی ندی کے بہاؤ کی صورت۔

یزدان ابھی سیڑھیوں سے اترا تھا کہ اس کی نظر حیات پر گئی یزدان وہیں، سیڑھیوں کے سائے میں کھڑا ہو گیا،

اس کی آنکھوں نے حیات کو دیکھ کر پلک جھپکنا بھی چھوڑ دیا، وقت جیسے پریز ہو گیا، وہ لڑکی اسے اتنی پیاری کیوں لگی، اُس کی آنکھوں میں نمی نہیں، شدت تھی۔ اسے چاہنے کی شددت جیسے کسی نے دل پر ہاتھ رکھا ہو اور دل،

"دھڑکنا بھول گیا ہو۔ کیا واقعی یہی ہے وہ عام سی لڑکی؟

جو خاموش رہتی ہے... لیکن ہر قدم پر میرے وجود کو ہلا دیتی ہے؟" حیات نے سر اٹھایا، لمحہ بھر کو یزدان کو دیکھا، اور یزدان کسی اور سمت دیکھنا بول گیا، کیونکہ حیات کی سبز آنکھیں اسے ساکت کرنے کا ہنر رکھتی تھی، یزدان کی

مٹھی بھینچ گئی تھی ــــــ پر دل؟ وہ تو جیسے اُس کی مٹھی سے نکل کر حیات کے قدموں میں جا بیٹھا تھا۔ یزدان نے خود پر ضبط کیا اور حیات کی طرف بڑھا، یزدان کے قدم مضبوط تھے، مگر دل کی دھڑکن بے قابو تھی، حیات نے پل بھر کو سر اٹھایا، اور یزدان کی موجودگی محسوس کر کے ٹھٹھک گئی۔ آ۔ اپ۔۔۔!! جی میں یزدان نے اپنے بالوں کو پیچھے کی طرف کرتے ہوئے کہا، کنگرایالے بال بکھرے ہوئے تھے، اب کیسی طبیعت ہے اپ کی ۔۔؟؟ اوہ تو ابھی خیال آیا میرے طبیعت پوچھنے کا۔۔!! یزدان نے شکوا کن انداز میں کہا، اور حیات کا دل زور سے ڈرک رہا تھا، یزدان کا ایسے شکوا کرنا حیات کی دل کی دنیا کو ہلا کر رہ گیا، پر حیات کو اپنی پیلنگز چھپانہ بہت اچھے سگ اتا تھا کیونکہ وہ جانتی تھی کہ یزدان کا نام پہلے سے ہی کسی اور کے ساتھ جڑ چکا ہے، یزدان بنا کسی اور طرف دیکھے اس کے بالوں کی ہلکی جنبش اور اڑتے دوپٹے کو دیکھتا رہا۔ میں اپ کے جواب کا منتظر ہوں یزدان نے اسے نیچھے دیکھتے ہوئے دیکھا تو کہا، وہ میں نے آنٹی سے پوچھا تھا۔۔۔!! کیا پوچھا تھا یزدان سوال کے اندر سوال کر رہا تھا، کیونکہ حیات کا اس سے باتیں کرنا اسے بے حد پسند تھا، یہی کہ اپکی طبعیت

کیسی ہے، ہمم۔ویسے شکریا میری زندگی بچھانے کے لئے، عبید نے بتایا کہ تم نے بہت مدد کی ہماری، یزدان نے اپنے آستینوں کو اوپر کی طرف چڑھاتے ہوئے کہا، حیات نے آہستگی سے سر اٹھایا، ہلکی سی مسکراہٹ دی وہ مسکراہٹ جو یزدان کے بے قرار دل کو تھام گئی۔
کسی دوسرے انسان کی زندگی بچانا فرض ہوتا ہے ہر انسان کا... شکریہ میرا" نہیں، ہمارے رب کا ادا کرے... جس نے مجھے آپ کے راستے پر کھڑا کیا۔ "ابھی یزدان کچھ کہتا کہ مرینہ وہاں آپہنچی، ہانی۔۔۔میں کب سے اپکو ڈھونڈ رہی ہوں، مرینہ نے یزدان کے کلر کو ٹھیک کرتے ہوئے کہا، کیوں کیا ہوا۔۔؟؟ یزدان نے اسے خود سے دور کرتے ہوئے کہا، کیا کیا ہوا؟؟؟
مرینہ نے چیختے ہوئے کہا اک ہمیں شوفنگ کے لیے جانا ہے،اور تم یہاں فضول میں اپنا ٹائم ویسٹ کر رہے ہوں، مرینہ نے نور حیات کو دیکھتے ہوئے کہا جیسے اسے سنا رہی ہوں، وہ بنا کچھ کہے وہاں سے چلی گئی۔ جبکہ یزدان نے مرینہ کو خود سے دور کیا اور باہر کی طرف بڑھا۔

دوپہر کا وقت ہے۔ڈرائنگ روم میں چاروں بیٹھے ہیں۔اُبید صوفے پر آدھا لیٹا ہوا ہے،پری پاس ہی بیٹھ کر سنیکس کھا رہی ہے، جبکہ نور کتاب ہاتھ میں تھامے، کچھ پڑھ رہی تھی جبکہ زمل کافی کے کپ لیے سب کو سَرونگ کر رہی ہے۔"یہ لو، گرما گرم کافی۔بس پلیز! اس بار کپ سنبھال کے رکھنا،اُبید بھائی!"زنک نے اسے کپ دیتے ہوئے کہا"میں کوئی بچہ نہیں ہوں زمل بی بی، اب اگر دوبارہ کپ گرے تو ذمہ داری میز کی ہو گی!""اور نہیں تو کیا! میز، کپ، کششِ ثقل...سب قصوروار ہیں، بس اُبید بھائی نہیں! پری نے چپس چھپاتے ہوئے کہا""کششِ ثقل کو الزام دینے سے بہتر ہے اپنے اندر کا وزن کم کرو، کپ نہیں گریں گے!"نور نے کتاب کو بند کرتے ہوئے کہا"یہ ذاتی حملہ تھا؟نور بی بی، تمہارے لہجے میں آج کل نمک کچھ زیادہ ہو گیا ہے!"عبید نے ہنستے ہوئے کہا"تو میٹھا ہونے کی کوشش کریں نا، شاید توازن بحال ہو جائے!"

"کیا بات ہے،مزاحیہ مقابلہ چل رہا ہے یا میں ریفری بن جاؤں؟"زمل نے ہنستے ہوئے کہا

میں ویسے نور باجی کی ٹیم میں ہوں، اُن کی باتوں میں وزن بھی ہے اور طنز" بھی!"پری نے نور کی سائیڈ لیتے ہوئے کہاں، "ارے واہ! اب تو بغاوت ہو گئی۔ایک وقت تھا سب مجھے 'کول بوائے' کہتے تھے...اب صرف 'ڈرامے باز'!"عبید نے منہ بناتے ہوئے کہا

تم واقعی ڈرامے کے کنگ ہو عبید! بس اسکرپٹ نہ بدلو ہر بار!"نور نے اسے" گھورا۔

اگلی بار اگر کسی ڈرامے میں ہیرو کی جگہ بھائی بنانا ہو تو ضرور بتانا، میرا ووٹ نور" باجی کو جائے گا!"پری نے شرارتی لہجے میں کہا۔"بس کرو اب سب! کوئی مجھے بتائے گا، یہ ڈرائنگ روم ہے یا کامیڈی شو؟"زیمل نے ان سب کی طرف دیکھتے ہوئے کہا" یہ ڈرائنگ روم تب تک کامیڈی شو ہی رہے گا، جب تک نور بی بی یہاں فلسفہ نہ شروع کر دے!"عبید نے کپ ہاتھ میں لیتے ہوئے کہا

بس اب! فلسفہ بعد میں، پہلے تم سب صفائی کرو، یہ سب سنیکس اور کپ پھیلا" دیے ہیں تم لوگوں نے نور نے چشمہ اتارتے ہوئے سب کو گھورا۔ارے واہ، یہاں تو محفل جمی ہوئی ہے دادی نے اندر کی طرف آتے ہوئے کہا۔!!السلام

علیکم دادی، آیئے بیٹھیں... آپ کا پسندیدہ کُشن تو اُبید بھائی نے ہتھیا لیا تھا!" نور نے دادی کے لئے جگہ چھوڑتے ہوئے کہا، لو جی، دادی حضور کا تخت واپس! آپ آئیں تو رونق آئی۔" عبید نے دادی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا رونق تو تم لوگوں کی باتوں سے ہے... خاص کر اس لڑکی کی باتوں میں تو مزے کا تڑکا ہوتا ہے۔" دادی نے نور کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا، نور کی باتوں میں نمک کم اور مرچ زیادہ ہے، عبید بھائی کو ہضم کرنا پڑتا ہے روز!" پری ہنس کر بولی۔۔!! پر یزدان بھائی کے سامنے اسکی زبان کو تالہ لگ جاتا ہے عبید جواباً بولہ۔۔!! اس سے پہلے کہ نور کچھ کہتی یزدان اور مرینہ اندر ائے، چلو زیادہ ٹائم نہیں میرے پاس۔۔!! جس جس کو شوپنگ کے لیے جانا ہے چلے یزدان نے ان سب کی طرف دیکھتے ہوئے کہا پر نظرے نور پر نہیں گئی، ہاں چلوں بچوں جلدی کروں اور تیاری بھی کرنی ہے۔ دادی جان نے سب کی طرف دیکھتے ہوئے کہا

عبید اور زمل پہلے ہی نکل چکے تھے، جبکہ یزدان اور پری مرینہ کے آنے کا ویٹ کر رہے تھے، کیونکہ وہ تیار ہونے کے لئے گئی تھی، جبکہ نور کہہ رہی تھی کہ مجھے نہیں جانا، اور اب تو عبید بھی چلا گیا، اور یزدان کے ساتھ تو یہ بلکل نہیں جانے والی تھی، نور یار چلو نہ، پری نے نور کی طرف دیکھتے ہوئے کہا، نہیں نہ یار، مجھے زیادہ سفر میں گھٹن ہوتی ہے اور سپشل بند جگہ پہ، ہاں تو فارم ہاؤس بند نہیں ہے کھلا ہے، اور راستہ اتنا زیادہ نہیں چھٹکی میں گزر جائے، یار چلو نہ پلیز۔۔۔!! بھائی آپ ہی اسے سمجھا دے پری نے یزدان کو دیکھتے ہوئے کہا، جبکہ وہ خود چاہتا تھا کہ نور انکے ساتھ چلے، نور حیات چلے نہ ہمارے ساتھ۔۔۔!! یزدان نے اسکا پورا نام لے کر پکارا، نور حیات کو اس سے پہلے کسی نے پورے نام سے نہیں پکارا تھا۔ اس کو اپنا نام ں ہت قیمتی لگا، جبکہ اس کا دل زور سے ڈر کا، چلے ہنی میں تیار ہو گئی ہو مرینہ جو پینک کلر کے شورٹ پروک پہنے، جس سے اس کے جسم کے کچھ حصے نمایا تھے، مرینہ یزدان کے ساتھ پرنٹ سیٹ پر بیٹھ گئے، جبکے پری اور نور پچھلی سیٹ پر بیٹھ گئے!! گاڑی کشمیر کی وادیوں سے نکل چکی تھی، کار میں ہلکی موسیقی بج رہی تھی... کوئی گانا۔ "ہمنوا میرے تو ہے تو میری سانس چلے،

نرمی سے چلتی ہوا میں آواز ہر گوشے میں بکھر رہی تھی۔ یزدان اگلے سیٹ پر بیٹھا، اپنا بازو کھڑکی سے ٹکائے، ڈرائیونگ کے دوران بار بار پرنٹ والے سائیڈ مرر کی طرف دیکھ رہا تھا— مگر نظر سڑک پر نہیں، **نور پر تھی**۔ نور، جو پچھلی سیٹ پر کھڑکی کے پاس بیٹھی تھی، اپنے دوپٹے کے کنارے سے کھیلتی، نظریں باہر جمی تھیں۔ ہلکی دھوپ میں اس کے چہرے کی چمک جیسے شفاف آئینے پر پڑتی روشنی... اور وہ پرپل سوٹ، جو یزدان کی نگاہوں سے چھپا نہ رہ سکا۔ یزدان نے بے اختیار اپنی نظر دوبارہ مرر کی سمت کی، پھر ایک پل کو جیسے مرر کا زاویہ درست کیا... تاکہ نور کا چہرہ اور بھی صاف نظر آئے۔

مرینہ یزدان سے کچھ کہہ رہی تھی، لیکن وہ محض "ہمم" کہہ کر ردعمل دے رہا تھا۔ اس کا دھیان مرینہ کے الفاظ پر نہیں، بلکہ اس دھیمے، پرسکون، خاموش "وجود پر تھا، جو اس کی گاڑی میں بیٹھا تھا— "نور حیات

پری چپکے سے ان دونوں کو دیکھ رہی تھی، یہ بچپن سے یزدان کو جانتی ہے، کہ وہ کسی لڑکی کے اگے نہیں جھکتا پر اج کل وہ کچھ عجیب سی حرکات کرتا تھا بات بات پر

ہنسنا، سب کے ساتھ گپ شپ کرنا، اور اج تو خود ان سب کو شوپنگ پر لانا یہ سب تبدیلیاں نور کے انے سے آئی تھی، مر ریں وہی عکس تھا... وہی سکون... ...وہی کشش

اور یزدان کی نگاہوں میں چپ چاپ شکریہ... شاید اس کے ساتھ آنے کے لیے، شاید بے آواز تسلیم کے لیے... شاید کسی اور جذبے کے لیے... جسے لفظوں میں بیان نہیں کیا جا سکتا۔

ان کی گاڑی آگے گزر رہی تھی، کے پری کی نظر راستے میں عبید اور زیمل پر پڑی جو آئسکریم کھانے کے لئے رکھے تھے، عبید بھائی پری نے گاڑی میں پیچھے کی طرف دیکھتے ہوئے کہا، کہا ہے۔۔؟؟ نور نے سوالیہ انداز میں پوچھا، وہ آئسکریم کھانے کے لئے رکھے تھے۔ ہمیں تو کوئی آئسکریم کھلاتا ہی نہیں پری نے یزدان کی طرف دیکھتے ہوئے ناراضگی والے انداز میں کہا، نہیں مجھے یہاں کی آئسکریم بلکل پسند نہیں

،ہم اسے ویسی چیزے نہیں کھاتے۔ ہے نہ یزدان۔۔؟؟ مرینہ نے یزدان کے ہاتھ پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا، جبکہ یہ لمحہ نور کا دل سو ٹکڑوں میں تھوڑ گیا، اس نے باہر کی طرف رخ پھیر لیا، نہ جانے کیوں، پر اسے یزدان کے ساتھ کوئی فری ہو بلکل اچھا نہیں لگتا تھا، دل کو کچھ ہوتا تھا اسکے، جبکہ اس بات کو جانتے ہوئے کہ ان دونوں کی شادی ہونے والی ہے، پر نور اپنی فینلنگز کو کنڑول نہیں کر پا رہی تھی

،جبکہ عبید اور زیمل ایک بینچ پر بیٹھے آئسکریم کھا رہے تھے، "لے لو نا... نہیں تو پگھل کر میری شرٹ پر گر جائے گی، اور پھر تم ہی کہو گی کے بچپنا مت کیا کرو۔" عبید نے آئسکریم زیمل کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا، "بچپنا تو تمھارے چہرے سے چھلکتا ہے، آئس کریم کے بغیر بھی۔" زیمل شرارت سے بولی "تو پھر یہ بھی لے لو، اور اپنا حصہ ادا کرو—— کم از کم اس مجرم کی سزا کم ہو جس نے تمھیں ہنسایا۔" عبید نے ائسکریم کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا، ویسے عبید " تمھاری باتوں میں مٹھاس زیادہ ہے یا آئس کریم میں؟

زیمل نے آئسکریم کی بائٹ لیتے ہوئے کہاں زیمل تمھاری آنکھوں میں جو" چمک ہے... وہ ہر ذائقے سے زیادہ خوبصورت ہے زیمل، میٹھاس سے بھی زیادہ عبید سنجیدگی سے بولا، زیمل شرماتے ہوئے نیچھے دیکھنے لگی، عبید نے اپنا آئسکریم اسکی طرف بڑھایا لوگ کہتے ہیں

کہ بانٹھنے سے پیار بنتا ہے اور اسکی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا، دونوں کی نظریں ٹک گئیں... لمحہ تھم گیا، صرف دلوں کی دھڑکنیں باقی رہ گئیں۔

چاروں طرف روشنیوں کی چمک، دکانوں کے شوکیس، اور کہیں کہیں لوگوں کی ہلکی چھل پہل۔ عبید، زمل، پری، نور یزدان اور مرینہ ساتھ ساتھ ہی مول میں انٹر ہوئے،

میں تو سیدھی شوز والے سیکشن میں جا رہی ہوں، مجھے وہ پنک والی ہیلز دیکھنی"
ہیں!" پری نے ڈائریکٹ شوز کو دیکھتے ہوئے کہا، جس پر عبید نے اسے چھیڑا
"پری... تمہارے پاس کتنے شوز ہو گئے ہیں؟ اب بس بھی کرو تم لڑکیا،
ہاں تو میرے قدم خاص ہیں نا، کوئی بھی شوز نہیں جچتے!" پری مغرورانداز میں"
بولی، ہاں ہاں تم تو جیسی شہزادی ہوں نہ، عبید نے اسکا مذاق اُڑاتے ہوئے کہا بھائی
۔۔۔!! پری نے یزدان کی طرف دیکھا، عبید۔۔۔!! یزدان نے عبید کو گھورا
اوکے میرا بچہ تم جاؤ یزدان نے پری کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا،
چلو ہم دونوں ڈریسز دیکھتے ہیں، پری تو شوز میں ہی گم ہو جائے گی۔"
زمل نے نور کا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا نور نے مسکرا کر سر ہلایا، وہ سادہ سے"
لیونڈر کلر کے دوپٹے میں ملبوس تھی، سادہ مگر بہت پرکشش۔ یزدان جو تھوڑا
پیچھے کھڑا تھا، اس کی نظر غیر ارادی طور پر نور پر جا ٹھہری۔
سادگی ہو تو ایسی...بنا کسی کوشش کے دل پر چھا جانے والی۔" یزدان نے دل ہی"
دل میں کہا اور سر نیچے کر کے اپنے بالوں میں ہاتھ پھیرنے لگا، "یار! کہاں کھو
گئے؟"، عبید نے اسکے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا، ہاں! چلو وہاں چلے مجھے

وہاں سے کچھ ڈریسز لینے ہے، مرینہ نے یزدان کو اپنے ساتھ کرتے ہوئے کہا
، بھائی آپ مجھے چھوڑ کر کہا جا رہے ہیں، عبید نے یزدان کو مرینہ کے ساتھ جاتے
ہوئے دیکھا تو کہاں، یار کیا کروں ماما کی ناراضگی آپورٹ نہیں کر سکتا، یزدان نے
پیچھے کی طرف دیکھتے ہوئے کہا، کیونکہ پر مرینہ عالینہ بیگم کو یزدان کی شکایت
لگاتی تھی،

ان سب کو لے کے پھرنے کی کیا ضرورت تھی ہانی؟ خاص طور پر وہ"
نور..."مرینہ نے ناک چھڑہاتے ہوئے کہا، مرینہ ہو سکے تو اپنی زبان کو نور
حیات کے لئے کنڑول میں استعمال کروں ایسا نہ کہ میں کچھ بول دوں، کیا
مطلب تم اس
معمولی سی لڑکی کے لئے مجھ سے لڑ رہے ہوں۔۔نہ جانے کتنے وقت ان میں یہی
بحث چلتی رہی،

دھوپ ہلکی ہلکی گھاس پر پڑ رہی تھی، ہلکا سا ٹھنڈا ہوا کا جھونکا درختوں کے پتوں کو سر سرا رہا تھا۔لان میں بڑے بڑے سوفے رکھے گئے تھے، جن پر دادی، عالینہ بیگم، مرینہ کی ماں بشریٰ، اور دیگر گھر والے بیٹھے تھے۔ سامنے کافی اور شربت کی ٹرالی رکھی تھی، اور ارد گرد نوکرانیوں کی ہلکی پھلکی چہل پہل جاری تھی۔ وہ سردار کامران کا کیا ہوا دادی نے سردار شہریار کی طرف دیکھتے ہوئے کہا

،ان سے تو نبیپٹ لونگا آپ بے پکر رہے، ابھی آپ لوگ شادیوں کی تیاریاں پر پوکس کرے، مجھے اج عائشہ کی بہت یاد ارہی ہے مجھے اج ان سے ملنے جانا ہے

،ویسے اپ کو ایک خوشخبری سنانی تھی، سردار یاسر انکل نے شہریار سردار کی طرف دیکھتے ہوئے کہا، جبکہ سب اسکی طرف متوجہ ہوئے کیسے خوشخبری بھائی ،علین بیگم نے انکی طرف تجسس سے دیکھتے ہوئے کہا، اج صبح ہاسپٹل سے کال آئی تھی کہ

عائشہ بہن جو ٹسیٹ ہوے تھے انکا رزلٹ اگیا ہے سب کلیر ہے، ڈاکٹر کا کہنا ہے کہ دعا کروں اب بس انکو دعاؤں کی ضرورت ہے، کہ وہ جلدی سے کومے

سے باہر آجائے بس اللہ کرے، بشرہ بیگم چلے اندر ڈیزائنر آچکا ہے، ہم ڈریسز ڈیسائڈ کر لیتے ہیں، جی چلے۔

وہ دونوں خواتین اندر کی طرف بڑھی چلو ماں جی ہم ہاسپٹل چلتے ہے میں ڈاکٹر سے بھی بات کر لونگا، سردار شہریار نے اٹھتے ہوئے کہا،

کیا ہوا تم لوگوں نے کچھ پسند کر لیا یہ نہیں، پری نے نور اور زیمل کو دیکھتے ہوئے کہا، جی بس ہو گیا زمل! یہ دیکھو، یہی فراک تو مجھے انسٹا گرام پر نظر آیا تھا...اور یہی کلر!" پری نے حیران ہوتے ہوئے پیچھے ڈریس کو دیکھتے ہوئے کہا تمہیں تو انسٹا گرام نے خراب کر دیا ہے لڑکی، کبھی پِنک، کبھی بلیک۔اب بس بھی کروں ہم نے الریڈی بہت کچھ لے لیا ہے۔۔!!نور! تم ہی فیصلہ کرو، یہ فراک مجھ پر اچھا لگے گاں پری نے نور کو دیکھتے ہوئے کہا جچے گا نہیں، تم پہنو گی تو دکان والے نور نے "inspired by Faryal" اپنے بورڈ پر تمھارا نام لکھ دیں گے ہنستے ہوئے کہا،

اوہ پر تو مجھے صرف ایک پین کی کمی ہے اور ایک فین...وہ بھی اصلی !"زیمل نے اسے چیرتے ہوئے کہا اب چلو اندر، ورنہ شیشے کے باہر ہی لوگ ہمیں ماڈلز سمجھ کر تصویر لینے لگیں گے۔"یہ تینوں جیسے ہی اندر گئی، تو یزدان اور مرینہ سامنے ہی کھڑے ڈریس پسند کر رہے تھے، ہنی یہ کیسا ہے۔۔؟؟ مرینہ نے ایک بلو ڈریس یزدان کے سامنے کرتے ہوئے کہا، جبکہ یزدان کا موڈ بہت خراب تھا کیونکہ ابھی تک مرینہ کو کوئی ڈریس پسند نہیں ارہی تھی،اور یزدان کا صبر جواب دے چکا تھا، واواٹس گو دیزدان کو وہ ڈریس پسند نہیں ایا بس اسیے ہی کہ ،اوکے ہنی میں یہ ٹرائ کر کے آتی ہوں، آپی ہمیں یہاں کے کلچر کے لحاظ سے ڈریسز لینے ہیں زیمل نے مرینہ کو ہاتھ سے پکڑ کر روکھتے ہوئے کہا، تم ان جیسوں کے ساتھ رہ کر اپنا پیشن، بھول گئی ہوں، مرینہ نے نور اور پری کو دیکھتے ہوئے کہا، پر میں کسی کے لئے اپنے اپ اور اپنی پسند کو نہیں بدل سکتی، وہ یہ کہتی اگے بڑھی، چلوں چھوڑو یار۔۔۔ !!!

نور کے لئے ڈریس دیکھتے ہیں، پری نے زیمل کو اپنے ساتھ کرتے ہوئے کہا، یہ لو نور جا کے یہ ٹرائی کر لو پری نے ایک زرد رنگ کا لہنگا نور کو دیتے ہوئے کہا، نور وہ

ٹرائی کرنے کے لئے چلی گئی جبکہ پری بھی اپنے لئے ڈریس دیکھنے میں لگ گئی

، چلوں ڈارلنگ ہم ساتھ میں کچھ ٹائم سپینڈ کرتے ہے عبید نے پیچھے سے زیمل کو

باہوں میں برتے ہوئے کہا، یزدان موبائل فون میں

مصروف تھا جب سامنے اسے ایک پینک کلر کا ڈریس نظر آیا جو اسے حد سے

زیادہ پیارا لگا، ایکسکیوز می۔۔۔!! اس نے ایک لڑکی کو دیکھتے ہوئے کہا جو بلیک

پینٹ اور وائٹ شرٹ میں ملبوس تھی،

یہ ڈریس جا کر اس لڑکی کو دے دے، یزدان نے مرینہ کی طرف اشارہ کرتے

ہوئے کہا، یزدان نے وہ ڈریس اسے دیا اور واپس اپنے موبائل میں مصروف

ہو گیا، جبکہ اس لڑکی نے وہ ڈریس جا کر نور کو دیا، کیونکہ اس کو لگا کہ یہ لڑکا نور کو

اشارہ کر رہا ہے، کچھ ٹائم بعد نور چینجنگ روم سے باہر نکلی نور نے گہرا پنک لہنگا

زیب تن کیا ہوا تھا، جس پر سنہرے زری کا باریک کام تھا، جیسے سورج کی پہلی

کرن پھولوں پر بکھری ہو۔ لہنگے کی گھیر دار جھالر ہر قدم پر اس کے گرد کہکشاں

سی گھومتی، اور دوپٹہ باریک جالی کا، اس کے شفاف کندھوں پر جھولتا ہوا،

اس کے سراپے میں وقار بھر رہا تھا۔اس کے بال کھلے تھے، ہلکی ہلکی لہریں لیے، جیسے چاندنی کسی سیاہ ریشم پر بہہ رہی ہو۔ مگر جو سب سے زیادہ دل کو چھو گیا، وہ تھیں اُس کی سبز آنکھیں... گہرے زمرد کی مانند،اور جب یزدان نے اپنے بھوری آنکھے اٹھا کر نور کو دیکھا، تو بے اختیار یزدان کے منہ سے "ماشاء اللہ" نکلا، ہائے اللہ کتنی پیاری لگ رہی ہو پری نے نور کو اپنے ساتھ لئے گھول گھول گھومتے ہوئے کہا، یہ حسن ...

صرف دیکھنے کے لیے نہیں، چھونے والی دعا ہے۔" یزدان کے دل سے آواز آئی ۔مرینہ بھی وہی آگئی ابھی وہ کچھ کہتی کہ اس کی نظر ے حیات پر گئی،وہ سانولی رنگ کی لڑکی سب کو ساکت کر گئی، واو بیوٹیفل۔۔!! مرینہ نے بے اختیار منہ میں بڑ بڑاتے ہوئے کہا، سچ کہتے ہے تعریف تو وہ ہوتی ہے جو دشمن کے منہ سے نکلے...اور اس سانولی رنگت کی لڑکی میں کچھ تو خاص تھا، چلو اب ڈریس جینج کر لو پر کچھ کھانے کے لئے چلتے ہے پری نے نور کو دیکھتے ہوئے کہا، جبکہ مرینہ غصے سے لالا ہو رہی تھی، کیونکہ اسکی کسی نے تعریف ہی نہیں کی، یزدان وہاں سے چلا گیا، کیونکہ اسے کال اٹینڈ کرنی تھی۔

سب کیفے میں ایک راؤنڈ ٹیبل کے ارد گرد بھیٹے تھے، سب ہنسی مذاق میں مصروف تھے۔ عبید نے چاکلیٹ آئس کریم لیتے ہوئے زِیمل کی طرف آنکھ ماری، جس پر وہ سب ہنس دئے جبکہ مرینہ پری کو نیل پالش کے نئے شیڈز دکھا رہی تھی،

جبکہ یزدان باہر گیا ہوا تھا'' یار... یہ نور کہاں گئی؟''زِمل نے اچانک اِدھر اُدھر نظریں دوڑاتے ہوئے کہا۔

یک دم سب خاموش ہو گئے۔''اوہ ہاں! وہ تو ہمارے ساتھ تھی ہی نہیں،''پری نے چونک کر کہا۔

کب گئی؟ کس کر ساتھ گئی کسی نے دیکھا ہے؟''عبید نے چونک کر پوچھا''

، یزدان جو تھوڑی دور اسٹور سے واپس آرہا تھا، وہ بھی رُک گیا۔'' کیا مطلب؟ وہ یہاں نہیں ہے؟''اس نے حیرت سے پوچھا۔ تو کہاں گئ

،اسے تو یہاں کچھ معلوم بھی نہیں ہے زیمل نے پریشان ہوتے ہوئے پوچھا

،،،نہیں... شاید چینجنگ روم کی طرف گئی ہو؟،، پری نے کہا مگر اس کی آواز

میں خوداعتمادی نہیں تھی۔ شاید کیا۔۔؟؟ تمہیں اس کا خیال رکھنا چاہیے تھا

۔یزدان اپنے غصے پر کنٹرول نہیں رکھ پہ رہا تھا۔ وہ بنا کچھ کہے وہاں سے نکلا اور اب

اسے ڈونڈھنے میں مصروف ہو گئے

میں اس سائیڈ پر دیکھ کے آتا ہوں !،، عبید نے ٹرڈ فلور کی طرف اشارہ کرتے،،

ہوئے کہا اور اس نے جلدی سے قدم بڑھائے، سب الگ الگ ہو کر اسے

ڈھونڈنے لگے، جب تک تم لوگ اس تک پہنچو گے تب تک وہ اللہ کو پیاری

ہو گئ ہو گی، مرینہ نے اپنے ناخن

سے کھلتے ہوے کہا جبکہ چہرے پر شیطانی مسکراہٹ "کسی نے کیا خوب کہا ہے

کہ اپنے دشمن کو اپنی کمزوری کبھی نہ بتاؤں،

خدا کے لئے دروازہ کھول دے، کون ہے؟ دروازہ کھولو !"نور نے زور سے "

کہا۔ پر باہر سے کوئی جواب نہیں آیا۔ اندر روشنی مدھم ہو رہی تھی، اور جگہ

تنگ۔ سانسیں بھاری ہونے لگیں۔ نور کی سانسیں پھولنے لگیں۔ اُس کی پشت دیوار سے لگی ہوئی تھی، جب آنکھے بند کرتی تو آنکھوں کے سامنے کچھ دندھلے منظر گھوم رہے تھے "اللہ.. مجھے یہاں سے نکالو، پلیز..." وہ آہستہ آہستہ بولی، آنکھوں سے آنسو نکلنے لگے۔ اس کے ہاتھ کانپنے لگے، ماتھے پر پسینہ، دل کی دھڑکن بہت تیز—— جیسے کوئی قید میں تڑپ رہا ہو، اسے سانس نہیں آرہی تھی، جبکہ باہر سب اسے ڈھونڈ ڈھونڈ کر پاگل ہو رہے تھے ہر جگہ چیک کر لیا پر وہ کہی نہی ملی، سب اکر گاڑی کے ساتھ رکھ اب کے چہروں پر پریشانی تھی، مجھے بھی کہی نہیں ملی حیات، ایک ایک اکر یہی کہ رہاں تھا پری کا تو چہرا بلکل زرد ہو گیا تھا لکیرے واضح تھی، جبکہ ، جبکہ کچھ دیر بعد یزدان بھی ان کے پاس ایا ماتے پر استینے پولڈ کئے ہوئے وہاں کے منیجر سے گفتگو میں مصروف تھا، سب لوگ کار کے پاس کھڑے پریشان تھے کچھ دیر بعد یزدان کا موبائل وائبریٹ ہوا ، نور...؟" اُس نے بے اختیار خود سے کہا، اور اگلے ہی لمحے جیسے پاؤں خود بخود حرکت میں آ گئے۔ وہ بھاگنے لگا۔ جبکہ عبید بھی اسکے پیچھے چلا گیا

شاپنگ مال کے اندر موجود لوگ حیرت سے اُسے دیکھنے لگے۔ایک شان دار مرد ،قد آور نوجوان، جس کے چہرے پر ہوائیاں اُڑی ہوئی تھیں، بال بکھرے ہوئے تھےاور بھوری آنکھوں میں گھبراہٹ صاف جھلک رہی تھی۔اُس کا ہر قدم بے چینی کا آئینہ تھا۔اسے کچھ بھی کر کے جلد از جلد پانچویں پلور پر پہنچنا تھا لفٹ کے بجائے اُس نے سیڑھیوں کا رخ کیا۔وہ ہر زینہ دِل کی دھڑکن کی مانند پھلانگتا چلا جا رہا تھا۔یزدان کی سانسیں ٹوٹنے کو تھی، پر اُس کے قدم نہ رُکے۔ پانچویں فلور کی راہداری میں ویرانی بسی تھی، صرف یزدان کے قدموں کی بے تاب چاپ گونج رہی تھی۔اس کے ہاتھ میں فون تھا،اور آنکھوں میں وہ وحشت، جو صرف کسی "اپنے" کو کھو دینے کا خوف پیدا کرتا ہے۔"سر، وہ لڑکی، نور حیات، فِٹنگ روم نمبر 7 میں بند ہے..."مینیجر کی آواز سن کر یزدان کے قدم جیسے ہواؤں سے آگے نکلنے لگے۔

جیسے ہی دروازہ کھولا تو وہ لمحہ... جیسے کائنات تھم گئی ہو۔

نور دیوار سے لگی، زمین پر بیٹھی تھی، آنکھوں میں نمی، سانس تیز، چہرہ سفید۔

یز...دان...''اُس کی زبان لڑکھڑائی۔''

یزدان نے ایک لمحہ بھی ضائع نہ کیا—— وہ اس کے پاس لپکا، جھک کر اُسے اپنے سینے سے لگا لیا۔

نور کا پورا وجود، لرزتا، گھبرایا ہوا، اس کی مظبوط باہوں میں چھپ گیا۔ جیسے برسوں بعد کوئی پناہ ملی ہو۔ یزدان کے لمبے سیاہ بال پسینے سے بھیگ چکے تھے، اور ماتھے سے چپکے تھے اُس کے چہرے پر وہ تھکن اور بے بسی دیکھائی دے رہی تھی، جو صرف وہی مرد محسوس کر سکتا ہے، جو محبت میں ہارنے سے ڈرتا ہو۔

نور..." اُس کی آواز میں سکون بھی تھا اور لرزش بھی۔"

کچھ نہیں ہو گا... میں ہوں یہاں..." میں تمہیں کچھ نہیں ہونے دونگا، نور نے" اپنے ہاتھ اُس کی قمیض پر رکھ دیے، جیسے یقین کرنا چاہتی ہو کہ یہ خواب نہیں ہے۔ کچھ وقت بعد جب یزدان نے اسے خود سے دور کیا، تو وہ بے ہوش تھی

،ن۔نور۔نور۔انکھیں کھولوں، یزدان نے اسکا چہرا تپتپایا پر وہ بے ہوش تھی

ب۔ب۔بھائ۔۔!! عبید نے انکی طرف آتے ہوئے کہا، جبکہ یزدان نے نور کو اپنے باہوں میں بر لیا اور باہر کی طرف روانہ ہو گئے، وہ جیسے ہی شوپنگ مول سے باہر آیا، سب کی نظریں اسکی طرف تھی، جبکہ نور بے جان ہو کر اسکے باہوں میں

تھی،اور اسکے نرم بال نیچھے لاٹک رہے تھے جبکہ اسکا ایک ہاتھ یزدان کے گردن کے گرد تھا جبکہ دوسرہ ہوا میں لٹک رہا تھا،دروازہ کھولوں۔۔۔!!یزدان نے کار کے قریب آتے ہوئے کہا،

دادی آپ آگئی عالینہ بیگم نے انکی طرف دیکھتے ہوئے کہا،جی میں تو آ گیٔ۔۔!!پر کیا بچہ ابھی تک نہیں آئے، نہی دادی وہ اج رات وہاں پارم ہاؤس میں گزارینگے ۔۔!!یہ کیا بات ہوئی کیا انکو پتا نہیں کہ کل فنکشن ہے گھر میں دادی نے قہر برساتے ہوئے کہا،وہ جتنی اچھی تھی اس سے کئی زیادہ خطرناک تھی دادی جان ،ان کے سامنے کوئی بولنے کی جرات نہیں کرتا یہاں تک کہ عالینہ
بیگم بھی ان کے سامنے خاموش رہتی تھی،دادی یہ لے اپ کے لئے پون ہے ،ایک ملازمہ نے ان کو پون دیتے ہوئے کہا،جبکے عالینہ بیگم موقع دیکھتے ہی وہاں سے نکلی۔۔انہوں نے آج گرین ساڑھی پہنی تھی،ابھی وہ آگے بڑھتی کہ اسکا ٹکرا ایک آدمی سے ہوا جسکا لمبا قد بڑی بڑی مونچھیں، جبکہ آنکھوں میں دنیا بر کی شیطانیت سمائے، ہلکی داڑھی، کاش میرا ہر دن ایسا خوبصورت ہوتا،

اس ادمی نے سردارنی عالینہ کو سر تہ پیر دیکھتے ہوئے کہا، غالیض انسان اور میں

جب جب تمہیں دیکھتی ہوں، تو مجھے گین آتی ہے خود سے کہ میں نے تم جیسے

انسان سے محبت کی تھی، گین تو آتی ہو گی۔۔!! کیونکہ اس وقت میرے پاس

تمہارے شوہر جیسا مال جو نہیں تھا، پر اب میں اس سے زیادہ آمیر، اب بھی وقت

ہے سوچ سکتی ہوں۔۔؟؟ اس نے آنکھ مارتے ہوئے کہا، فرغون صفت

انسان۔۔۔!! کچھ تو لحاظ کر لوں۔۔۔!! بھابھی ہوں تمہارے۔۔۔!! عالینہ

بیگم نے اسے شرم دلانے والے انداز میں کہا، جبکے وہ ہنسا

،اج کل لوگ سہی رشتوں سے انکار کرتے ہے اور تم مجھے سوتیلے رشتوں کا واسط

دے رہی ہوں ہاں۔ہاں۔ اس نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا بڑی بے واقوف ہو تم

۔۔!! یہ کس بات پر ہنسا جا رہا ہے۔۔۔۔؟؟

سردار شہریار نے انکی طرف آتے ہوئے کہا، کچھ خاص نہیں بھائی۔۔!! دادی

کہا ہے. شارق زمان نے ہنستے ہوئے کہا، جی آؤ اندر چلے شہریار نے اسکے کندھے

پر ہاتھ ڈالتے ہوئے کہا، جبکہ سرادرنی عالینہ وہاں سے چلی گئ تھی، یہ ہے شارق

زمان سردار شہریار کا جگری دوست انکے گھر کا ایسا کوئی راز نہیں تو اس اسے چھپا ہو۔

شام کا وقت، فارم ہاؤس کا سبز لان، ہلکی ہلکی ہوا چل رہی ہے، چاروں طرف فیری لائٹس جگمگا رہی ہیں۔ایک خوبصورت سا قالین بچھا ہوا ہے، آس پاس رنگ برنگے کشنز رکھے ہیں اور درمیان میں کولڈ ڈرنک کی خالی بوتل رکھی ہے۔ سب گول دائرے میں بیٹھے ہیں، ہنسی مذاق کا ماحول ہے۔"اچھا سب تیار ہو؟ بوتل گھماؤ اور سچ یا جھوٹ کا پتہ چلاو!"پری پرجوش انداز میں بولی، تیار ہو سب ۔۔۔؟؟زیمل نے سب کی طرف دیکھتے ہوئے کہا،ہاں۔۔!!سب پرجوش انداز میں بولے۔"بس یہ نہ ہو کہ سب صرف ٹروتھ لے کر بچ جائیں!"مرینہ نے ہنستے ہوئے کہا"اور اگر کسی کو ڈیر میں پول میں چھلانگ لگانی پڑی تو؟

وارننگ دے رہا ہوں، میں فل سوٹ میں ہوں !"عبید نے کشن پر نیم دراز ہوتے ہوئے کہاں
میں تو صرف سیف ڈئیرز کروں گی، ورنہ میں باہر !"مرینہ ایک ادا سے بولی" "اور اگر بوتل تمہاری طرف آگئی تو، مارینہ ؟"یزدان نے مرینہ سے سوال کیا، یزدان بھائی !آپ ہی بوتل گھمائیں، مزا آرہا ہے !"پری نے چٹکی بجاتے ہوئے" کہا یزدان نے بوتل گمائی، سب کی نظریں اس پر مرکوز تھی بوتل گھوم کر زمل پر رکھی "اوہھہ !پہلا نشانہ میں ؟ یہ تو ناانصافی ہے۔۔!!زیمل نے منہ بناتے ہوئے کہا" چلو، سچ یا چیلنج ؟"پری نے سب کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھا۔"سچ !"عبید نے ہنستے ہوئے کہا"ایسی بات جو تم نے آج تک کسی کو نہیں بتائی !"پری نے شرارت سے پوچھا" جب میں چھوٹی تھی نا... تو آئینے میں خود کو 'زویا' کہا کرتی تھی... لگتا تھا زمل نام بورنگ ہے !"اور یہ میں نے آج تک کسی کو نہیں بتایا، سب اسکی بات پر ہنسنے لگے"ہاہاہا... زویا بی بی، آپ کی بات تو کمال کی نکلی !"عبید نے اسکی طرف دیکھتے ہوئے کہا، اب پری تم گھماؤ بوتل، پری نے جیسے ہی بوتل گمائی وہ عبید پر ٹھہر گئی، اففففففف، عبید نے منہ بناتے ہوئے

کہا، سچ/ڈیر مرینہ نے سب کو دیکھتے ہوئے پوچھا، ڈیر، سب نے ایک ساتھ بولا، اچھا تو تمھارے لئے ڈیر ہے کہ تم شاعرانہ انداز میں زیمل کی تعریف کروگے، کہ وہ تمھارے لئے کیا ہے، یہ ڈیر تو میں دل سے کرونگا۔۔!! پر سب میری بات غور سے سنو درمیان میں کوئی نہیں بولے گاں، عبید نے سب کو گھورتے ہوئے کہا، اوکے بوس۔۔!! اب نے ایک ساتھ کہا، زمل تم لفظ نہیں

ہو... احساس ہو،

جسے پڑھا نہیں، صرف محسوس کیا جا سکتا ہے۔

تم وہ خاموشی ہو جو دل کے شور کو سکون دیتی ہے،

... تم وہ منظر ہو جسے الفاظ نہیں چھو سکتے

تم وہ خواب ہو جو نیند کی قید سے آزاد ہو،

وہ خوشبو ہو جو سانسوں کو باندھ لیتی ہے،

تمہارے چہرے پر جیسے رب نے خود اپنے ہاتھ سے نرمی اتاری ہو، اور تمہاری

... آنکھیں

جیسے کسی پرانی دعا کا جواب ہو۔

میں نے لفظوں کو بہت بار پڑا ہے،

لیکن تمہارے لیے کوئی لفظ کافی نہیں۔

تم وہ فقرہ ہو، جسے کہنے سے پہلے

قلم رک جائے، اور دل دھڑکنا بھول جائے۔

تم میری ہار میں چھپی ایک جیت ہو،

تم وہ روشنی ہو، جو اندھیرے کو بھی خوبصورت کر دے۔"ایک لمحہ خاموشی کا، جیسے وقت تھم گیا ہو۔زمل کی آنکھیں نم، لبوں پر بے یقینی اور دل میں ہلکی سی لرزش" واہ واہ، کیا بات ہے! لگتا ہے ہمارا عبید تو شاعری میں استاد نکلا!"" "بس بھائی، اب زمل کو پرو پوز ہی کر لو!" یزدان نے ہنستے ہوئے کہا" یا پھر نیمرہ احمد کے ناول کا ہیرو بن جاؤ!" پری نے اسکی طرف دیکھتے ہوئے کہا، اب پری تم بوتل گھماؤ گے، عبید نے پری کو دیکھتے ہوئے کہا پری نے جیسی ہی بوتل گمایا وہ مرینہ پر رکھ گیا، اوہ مائ گوڈ۔!! مرینہ نے آنکھیں نکالتے ہوئے کہا۔ تم ڈانس کرو گے عبید نے ہنستے ہوئے کہا، کیا۔۔؟؟ نہیں کچھ اور مرینہ نے صاف

انکار کیا۔ نہیں یہ اب اپ کو کرنا ہو گا سب نے ایک ساتھ کہا، اوکے پر تین منٹ سے زیادہ نہیں مرینہ نے سب کو ورن کیا، جی جی ٹھیک ہے۔

شام کے سائے لمبے ہو چکے تھے۔ فارم ہاؤس کے دیار کو نفیس گلابی اور سنہری روشنیوں سے سجایا گیا تھا۔ سفید پتھروں کی فرش پر مہکتے گلاب بکھرے ہوئے تھے۔ دیواروں پر ہلکی ہلکی روشنی، جیسے شام کے وقت چاند کسی محبوب کی طرح آہستہ آہستہ رخصت ہو رہا ہو۔ موسیقی شروع ہوئی...

اج کی رات مزہ حسن کا آنکھوں سے لی جئے

اور تب. مرینہ آئی ریڈ کلر کا ہالف سوٹ پہنا تھا

یزدان کی نظریں، جو اڑتی اُڑتی آسمان سے لوٹ کر زوال پر آئی تھیں، اب زمین پر کسی اور چاندنی میں ڈوب رہی تھیں۔ مرینہ کے ہاتھ فضا میں بلند ہوئے، اور وہ گانے کے اشعار کے ساتھ اپنے بدن کو اس نفاست سے موڑنے لگی کہ ہر اشارہ، ہر جنبش میں ایک مکمل جُملہ چھپا تھا۔ ہال میں سب کی نظریں ساکت تھیں، صرف مرینہ متحرک تھی۔

یزدان کی آنکھیں انجانے میں پہلی بار اُس پر ٹک گئی تھیں، جیسے بے اختیار،

" وقت برباد نہ بن بات کی باتوں میں کی جئے

کو کبھی اس نظر سے نہ دیکھتا، اگر یہ ایک شام، ایک Mareena شاید سب لمحہ، اتنا خاموش اور خطرناک نہ ہوتا۔ نور... کہیں پچھلے حصے میں کھڑی یہ سب دیکھ رہی تھی۔

اس کی سبز آنکھوں میں ایک سرد سی روشنی چمکی۔ ایک وہ تھی... جو کسی کو دکھا تھی... جو سب کو بتا کر سب Mareena کر کچھ نہیں کرتی تھی، اور ایک کچھ کرنا چاہتی تھی۔

"تاریخ اکثر دلوں میں لکھی جاتی ہے، قاعدوں میں نہیں۔"

نے ایک قدم آگے رکھ دیا تھا، بس بہت ہو گیا Mareena ...اور آج

، مرینہ نے بھیٹتے ہوئے کہا، سب نے اسکے لئے تالیہ، واہ مرینہ تم نے تو کمال کر دیا۔۔! ! عبید نے تالیہ بجاتے ہوئے کہا، ارے نور تم بھی آؤ پری نے نور کو پیچھے دیکھا تو کہا، ہاں نہ تم بھی آؤ۔۔۔! ! زیمل نے اٹھ کر اسکا ہاتھ پکڑا اور اپنے ساتھ لا کر بھیٹایا۔ اب طبعیت کسی ہے تمھاری۔۔۔؟؟ یزدان نے اس کی طرف بنا دیکھے پوچھا۔ جی اب ٹھیک ہو۔۔۔! ! اس نے نورمل انداز میں جواب دیا، چلوں

نور اب تمھاری باری۔۔۔!!نور نے جیسے ہی بوتل گمایا وہ ڈائریکٹ یزدان پر ٹھہرا اوہ ہ ہ ہ ہ۔۔۔!!سب کی ایک ساتھ آواز نکلی،پہلے اپنے آنکھوں کے تیر سے میرے دل کو زخمی کیا اور اب پر سے نشانہ ہماری طرف یزدان نے دل ہی دل میں کہا جبکہ نظریں نور پر تھی،اور وہ اسکی نظروں کو خود پر محسوس کر کے کنفیوز ہو رہی تھی،اچھا یزدان بھائی آپ شاعری کرو گے زیمل نے پرجوش ہو کر کہا ،ہاں بھائی آپ شاعری کرو گے،یزدان یزدان یزدان۔۔۔سب نے ایک ساتھ کہنا شروع کیا اچھا اچھا بس کروں کرتا ہو،یزدان نے کچھ سوچتے ہوے کہا۔ہ

ہم تو واقف نہ تھے اس احساس سے جو دل میں جگا ہے تمہارے روبرو آنے

🔥سے،

اس نے حیات کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا

🌷👀یوں تو نظرے کئ بار ملی،فقط یہ نظر یادگار رہی،

💕اب شکوا کرے بھی تو کس سے،اس کمبخت دل کی تم ہی تمنا رہی۔

اس کے سارے الفاظ کے تیر حیات کی طرف تھے

یو نہ رخ پیروں ہم سے،ان سانسوں کی ڈوری تمہارے ساتھ رہی،

✨💗اب تم ہم، ہم تم کیا رہے، ایک جسم دو جان ہوی۔

حیات اسکی نظروں کو خود پر محسوس کر کے کنفیوز ہو رہی تھی

🔥💗میں انتہا سے ابتدا ہوا، اور تم ابتدا سے انتہا ہوئ۔

—|• Bisma malik>

یزدان ایک ایک فکرا دل کی گہرائیوں سے بول رہا تھا جبکے نظرے حیات پر تھی جیسے یہ سب اس کے لئے بول رہا ہوں،،۔۔۔۔۔۔اوہ واو ماشاءاللہ میرے بھائی تم تو میر تقی میر نکلے عبید نے ہنستے ہوئے کہا اچھا چلوں اب بس کرو بہت ہو گیا پری نے اٹھتے ہوئے کہا اوئ چوڑیل بھیسٹوں ابھی تو نور کی باری باکی ہے ۔اب بوتل گھومانے کی باری عبید کی تھی عبید نے جیسے ہی بوتل گمایا وہ بوتل نور پر رکا، آہا۔ہا، پری نے نور کو دیکھتے ہوئے کہا، ڈیر یہ سچ۔۔۔؟؟سب نے ایک دوسرے کو سوالیہ نظروں سے گھورا، سچ۔۔۔!!

مرینہ نے سب کو دیکھتے ہوئے کہا، اچھا نور حیات تو بتاؤں کہ تم جنگل تک کیسے پہنچی۔۔۔؟؟مرینہ کے سوال پر سب نے اسے گھورا، مرینہ یہ مزاق کر رہے ہم سو اس میں اسے سوال نہ کروں تو بہتر ہو گا، یزدان نے اسے گھورتے ہوئے کہا

، خیر ہے۔۔!! نور نے سب کو دیکھتے ہوئے کہا،اور پر سب خاموشی سے اس کی

بات سننے لگے ، مجھے اپنا بچپن اپنے ماں باپ کچھ بھی یاد نہیں ہے ،اور نہ ہی اپنے

ماں باپ کا چہتا۔۔!! بس اتنا پتا ہے کہ میں یتیم خانے میں پلی بڑھی ہوں۔اس

دنیا میں میرا اپنا کوئ نہیں۔۔یہ شاید ہو پر مجھے معلوم نہ ہوں۔وہ یہ بات کر رہی

جبکے آنکھوں سے آنسو رواتھے ، تو تمہیں اپنے ماں باپ کا چہرا کیوں یاد نہیں

۔۔۔؟؟ مرینہ کی طرف ایک اور سوال۔وہ اس لئے کیونکہ کچھ مہینے پہلے میرا

ایکسیڈنٹ ہو گیا تھا جس کی وجہ

سے مجھے اپنی پچھلی زندگی کا کچھ بھی یاد نہیں اور جب میں ہوش میں آئ تو اس

کے بعد کچھ لوگ میرے پیچھے پڑے تھے بہت بار انہوں نے مجھمارنے کی بھی

!! کوشش کی، پر میں یہاں سے بھاگ کر جنگل چلی گئ اور پر اس کے۔۔۔۔

نور کی آنکھے لال تھی۔تو کیا اپکے پاس اپنے ماں باپ کی کوئی نشانی نہیں پری نے

اسے دیکھتے ہوئے پوچھا۔۔!! تھی ایک نشانی ایک واحد لوکٹ پر آج جب میں

بحوش ہو گئی تھی تب وہ لوکٹ کہی گر گیا تھا میں نے بہت ڈھونڈا پر کہی نہیں

!! ملا۔۔!! اور۔۔۔

اس سے پہلے کہ مرینہ کچھ اور کہتی عبید نے اسے ٹھوک دیا بس کرو مرینہ اب تم حد سے بڑھ رہی ہوں۔جبکہ نور اور زیمل نور کے ساتھ بیھٹے اسے دلاسہ دے رہی تھی۔

اب اٹھ بھی جاؤں سب کتنی دیر سے سو رہے، کیا یہ لگ رہا ہے کہ یہ شادی کا گھر ہے بشرہ بیگم نے کمرے میں اتے ہوے کہا جہاں زمل اور مرینہ سوئی ہوئی تھی ،اب اٹھ بھی جاؤں بشرہ بیگم نے ان دونوں سے کمبل کھینچتے ہوئے کہا ارے ماما یہ تو ابھی صبح ہوئی ہے چھوڑ دے مرینہ

نے نیند میں کہا، صبح کی بچی ابھی مغرب کی اذان ہونے والی ہے

،کیا۔۔۔؟؟؟زیمل نے کمبل سے منہ نکالتے ہوئے کہا۔جی ہاں۔۔!!ویسے ماما آپ ساڑھی میں کمال کی لگ رہی ہوں زمل نے بشرہ بیگم کو دیکھتے ہوئے کہا جو گولڈن کلر کی ساڑھی میں ملبوس تھی، مجھے بھی ساڑھی پہنے ہے زمل نے ضدی انداز میں کہا،اب ساڑھی پہن کر گھر میں چھوڑیلوں کی طرح گھومو گی،

کیونکہ باہر جانے کا وقت تو ہے ہی نہیں، ماما مجھے لگتا ہے اپ یہاں اکران کے جسی ہو گئی ہے مرینہ نے واشروم کی طرف جاتے ہوے کہا، ہم تو اسی ٹائم ہی باہر گھومنے جاتے تھے۔ہاں بیٹا پر یہ کشمیر ہے ترکی نہیں ہے، اوکے میری پیاری سی ماما اب غصہ نہ کرو اب جلدی سے میرے لئے ناشتہ بناؤں زیمل نے کبرڈ سے ریڈ کلر کی ساڑھی نکالتے ہوئے کہا، واٹ۔۔۔۔۔؟؟؟

ناشتہ بشرہ بیگم نے حیران ہوتے انداز میں کہا جبکہ پری اور نور کب کی اٹھ چکی تھی، اور دادی کے ساتھ بیٹھی تھی، کہ عالینہ بیگم بھی اندر آئی نور بھیٹا جا کے یہ یزدان کو دے آؤ عالینہ بیگم نے کچھ فائل نور کو دیتے ہوئے کہا، اور زیمل تم میرے ساتھ آؤ عالینہ بیگم نے باہر کی طرف جاتے ہوئے کہا۔

حیات جیسے ہی سٹڈی روم میں آئی دشمن جان سامنے ہی بیھٹا تھا ایک پاؤں دوسرے پر ڈالے ایک ہاتھ میں پین جبکے دوسرے میں کچھ فائل لئے کچھ ریڈ کر رہا تھا اس کے لمبے گنگرایالے بال ہمیشہ کی طرح بکھرے ہوئے تھے، پر وہ اس

حالت میں بھی کسی کا دل دڑکا گیا، نور نے اپنے نظروں اور جزبات کو کابو میں کیا

اور آگے بڑھی یہ لے۔۔!!

اس نے وہ پائل میز پر رکھی اس سے پہلے کہ نور باہر جاتی کہ یزدان نے اس آواز دے کر روک لیا جی۔۔!! نور نے اسکی طرف دیکھتے ہوئے کہا تمھاری کوئی قیمتی چیز میرے پاس ہے کیا اسے لے کر نہیں جاؤ گی۔ کیا چیز۔۔۔؟؟ نور نے حیران ہوتے ہوئے پوچھا، بس اسی چیز جو تمہیں تمھارے جان سے بھی زیادہ عزیز ہے، پر پہلے قسم کھاؤں کہ اس کے بدلے میں تم سے جو بھی کہونگا تم وہ کرو گی، جی ٹھیک ہے میں قسم کھاتی ہوں تم جو کہو گے مجھے منظور ہو گا۔۔!! اب وہ چیز دے دوں نور نے بات کو سمجھے بغیر کہا یہ لو۔۔!!

یزدان نے اسکا ملائم ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے اس کے ہاتھ میں وہ لوکٹ رکھ دیا جس پر اسکا نام نور حیات لکھا ہوا تھا۔۔۔!! یہی لوکٹ ہماری دوستی کا سبب بنا تھا اور اب یہی لوکٹ ہمارے ملنے کا سبب بنے گا، اگر میرا اشق سچ نکلا، پر میں کبھی اپنے نور حیات کو پہچاننے میں غلطی کر ہی نہیں سکتا، تم ہی میرے وہی چھوٹی سی نور حیات ہو جس کے لئے میں بچپن سے لے کر اج تک پاگل ہو رہا

،اور میں یہ پروپ کر کے ہی رہونگا کہ تم ہی میری نور ہو۔یزدان اپنے خیالوں میں خود سے ہم کلام تھا جبکہ نور کی آنکھے تواسکے چہرے سے ہٹ ہی نہیں رہی تھی، پتا نہیں نور کو

عجیب سہ سکون ملتا تھااسے دیکھنے سے، یہ کیایورہاہیں۔۔۔؟؟عالین بیگم ان دونوں کوایک ساتھ دیکھتے ہوئے کہا، نور بنا کچھ کہے وہاں سے غائب ہو گی ٔجبکہ یزدان نے دوسری طرف منہ موڑلیا، یزدان یہ تمہیں کیا ہورہا ہے تم پہلے تواسے نہیں تھے عالینہ بیگم نے اس گھورتے ہوئے کہا

شام کے سائے دھیرے دھیرے لان پراتر رہے تھے۔آسمان نارنجی اور سنہری رنگوں سے بھرا تھا، جیسے کسی مصور نے خوابوں کے رنگ پھیلادیے ہوں۔لان میں رکھے سفید فرنیچر پر عبید، پری اور مارینہ بیٹھے چائے کے کپ تھامے کسی ہلکی پھلکی بات میں مصروف تھے۔مارینہ نے آف وائٹ شال کندھوں پر لی ہوئی تھی،اور پری کا قہقہہ گونجا تو عبید نے مسکرا کر سر ہلایا۔

تھوڑی دور — سوئمنگ پول کے کنارے — یزدان خاموش کھڑا تھا۔ سفید ٹی شرٹ کی آستینیں بازوؤں تک موڑی ہوئی تھیں اور نیلے جینز کے ساتھ اس کا وجیہہ سراپا شام کے سنہری عکس میں کچھ اور نمایاں لگ رہا تھا۔ وہ ہاتھوں کو سینے پر باندھے ان تینوں کی طرف دیکھ رہا تھا، جیسے کسی اندرونی سوچ میں ڈوبا ہو... یا کسی آنے والے لمحے کا منتظر۔

اور وہ لمحہ... جیسے ہوا نے خود سانس روک لی ہو۔

زیمل اندر سے نکل کر لان کی طرف آ رہی تھی — سرخ ساٹن کی نفیس ساڑھی میں لپٹی، جیسے شعلہ کسی ہوا کے تھپیڑے سے لہرا رہا ہو۔ ساڑھی کا باریک گولڈ بارڈر اس کی نازک کمر پر ٹھہرا تھا، اور جب وہ قدم اٹھاتی تو وہ چمک نرم روشنی میں جھلملاتی۔ اس کے کھلے بال شانوں سے ہوتے ہوئے کمر کو چھو رہے تھے، جنہیں ہوا آہستگی سے چھو کر گزار رہی تھی۔ اس کی **گہری براؤن آنکھیں... جیسے کسی پرانی شام کی چائے — تلخ، مگر کشش سے بھرپور۔

سرخ ہائی ہیلز کی چاپ جیسے لان کی خاموشی کو موسیقی میں بدل رہی تھی۔

عبید کی نگاہ بے اختیار ٹھہر گئی—— جیسے لمحے کو روک لیا ہو... جیسے وہ بھول گیا ہو کہ سانس لینا کیا ہوتا ہے۔ نہ پلکیں جھپکیں، نہ پل میں جنبش آئی۔ اس نے جیسے وقت کو منجمد کر کے زیمل کو دیکھا—— جیسے کوئی اپنے سب خواب حقیقت میں بدلتا ہوا دیکھے۔

مارینہ نے زیمل کو دیکھ کر زیرِ لب کچھ کہا، افففف۔۔!! بلکل آنٹی لگ رہی ہو۔ اور پری کی آنکھوں میں چمک سی آ گئی۔ ہائے اللہ زیمل کتنی پیاری لگ رہی ہوں۔ عبید زیمل کی طرف بڑھا، جیسے اس کی ساری دنیا بس وہی ایک لڑکی ہو۔ "تمہیں دیکھ کر دل چاہتا ہے کہ وقت یہیں رک جائے زیمل..." وہ زیر لب بولا، اور اگلے لمحے زیمل کو بازوؤں میں اٹھا لیا۔ زیمل ہڑ بڑا گئی، عبید نے اسے گھمانا شروع کیا—— لان کی نرم گھاس پر وہ گول گول گھومتے رہے، جیسے کوئی محبت کی دنیا میں چکر لگا رہا ہو۔ زیمل کے بال ہوا میں بکھر گئے، ساڑھی کا آنچل فضاؤں میں لہرا رہا تھا، عبید اتاروں مجھے، زمل نے اپنوں ہاتھوں کے مکے اس کے سینے پر برساتے ہوئے کہا، عبید نے اسے اہستہ سے نیچھے اتارا

"تو چاندنی شب کا وہ عکسِ سکون ہے...

جسے دیکھے بغیر آنکھوں کو قرار نہیں آتا... عبید نے اسکی آنکھوں میں دیکھتے

ہوئے کہا

..."تو مہکی ہوئی ہوا کا پہلا جھونکا ہے

جو دل کو چھو کر روح تک اُتر جاتا ہے..."زمل اور اسکے ماتھے پر بوسہ دیا، "میری

زیمل... تم صرف خوبصورت نہیں، تم مکمل ہو... ویسی، جیسی دعاؤں میں مانگی

جاتی ہو..."اور زیمل نے بے اختیار اس کے سینے میں اپنا منہ چھپایا۔ اوہو۔ پری

نے پیچھے سے آواز دیتے ہوئے کہا، یزدان نے بازو سینے پر باندھ کر عبید کی طرف

دیکھا، جواب بھی زیمل کے قریب کھڑا تھا اس کی آنکھوں میں شرارت تھی،

"... مگر لبوں پر سنجیدگی کا ہلکا سا تاثر۔"کچھ تو شرم کر لو عبید

یزدان کی آواز میں ہنسی چھپی ہوئی تھی، مگر لہجہ جتا رہا تھا کہ وہ سنجیدہ ہے۔ عبید

فوراً پیچھے ہٹا، زیمل بھی شرما کر پیچھے ہٹی۔

بھائی... یہ وقت بھی قسمت والوں کو نصیب ہوتا ہے، بس دعائیں دینا..."عبید"

نے ہنستے ہوئے کہا

ٹھیک ہے، جب تم پر یہ وقت آیا تھا، تمہاری آنکھوں میں روشنی تھی... لیکن" جب مجھ پر آئے گا نا، تو میری آنکھوں میں صرف ایک نام ہو گا..." یزدان نے اسکی طرف قدم بڑھاتے ہوئے کہا اُسی کا جس کا تم آئینہ دیکھتے ہی خیال کرتے ہو؟ عبید نے آنکھ دباتے ہوئے کہا

ابھی تو بہت کچھ باقی ہے... تم سے بھی اور تقدیر سے بھی..." یزدان ہنسی دباتے" ہوئے کہا۔

حویلی کے صحن میں شام اتر چکی تھی۔ پہاڑیوں کے دامن میں چھپی اس وسیع و عریض حویلی پر سنہری لائٹیں جگمگا رہی تھیں، جیسے آسمان کی ستارے زمیں پر اتر آئے ہوں۔ صحن کے چاروں طرف کشمیری شالوں کے پردے لٹکائے گئے تھے، جن پر ہاتھ کی کشیدہ کاری جگمگا رہی تھی۔ براؤن لکڑی کی روایتی نقاشی والے فرنیچر اور قالینوں پر مہمان بیٹھے تھے، جن کے چہروں پر خوشی اور مسکراہٹوں کا میل تھا۔

فضا میں رباب کی مدھم دھن اور وانوُن (کشمیری لوک گیت) کی آوازیں گھل رہی تھیں۔

سب نے کشمیری ثقافت سے متاثر خوبصورت رنگین پھرن پہنے تھے—— گہرے نیلے، مرون، زعفرانی، زمردی اور عنابی رنگ، جن پر زری، موٹیفز، اور گوٹے کی کشیدہ کاری تھی۔ لڑکیوں نے چاندی کی بالیاں، جُھمنیاں (روایتی گلے کا زیور) اور سر پر "ترنگا دوپٹہ" لیا ہوا تھا جو ماتھے تک آکر جھولتا تھا۔ کیونکہ یہ دادی کی خواہش تھی زیمل—— زمردی سبز رنگ کے مخملی پھرن میں، جس پر سنہرے دھاگوں سے کشیدہ کاری کی گئی تھی۔ اس کا دوپٹہ باریک نیٹ کا تھا، جس پر چھوٹے چھوٹے ستارے جھلملاتے تھے۔ ہلکی ساٹن کے لپ اسٹک، کوہل کی لکیریں، اور چہرے پر قدرتی سی مسکراہٹ—— جیسے وادیٔ کشمیر کی خاموش جھیل ہو، جس پر چاندنی ٹھہر گئی ہو۔ مارینہ—— عنابی رنگ کے ریشمی پھرن میں، گلے اور آستینوں پر سفید اور سنہرے دھاگوں کا جادو۔ اس کے بال سیدھے کر کے کھلے چھوڑے گئے تھے، ماتھے پر کندن کی بندیا، اور لپس پر

گہرے مرون شیڈ۔ اس کی شخصیت میں ایک شان، ایک ضد، ایک کشش چھپی تھی —— جیسے پہاڑوں میں چھپی کوئی نایاب جھیل۔

درمیان میں لکڑی کا پلنگ نما اسٹیج بچھا تھا، جس پر زیمل اور مارینہ ہاتھوں میں مہندی لگائے بیٹھی تھیں۔ مہندی کی خوشبو، ہنسی کی آوازیں اور وانون کے بول:

موہے چھُن چھُن کرے پائل،"

مہندی لگ گئی تیرے نام کی۔۔۔" پری، اور دیگر لڑکیاں دائرے میں جھوم جھوم کر گا رہی تھیں۔ عبید دور بیٹھا زیمل کو تاک رہا تھا، جب کہ یزدان کچھ دوستوں سے باتیں کرنے میں مصروف تھا، اسی منظر کے بیچ، جیسے ہی سیڑھیوں پر قدموں کی چاپ گونجی، سب کی نظریں خود بہ خود اٹھ گئیں۔ سیڑھیوں پر نیچے اترتی ہوئی، روایتی کشمیری غرارہ قمیض پہنے... گہرے سبز رنگ کی قمیض پر زری کا نفیس کام، ساتھ میں زعفرانی رنگ کی غرارہ جس پر گوٹے کی باریک سرحد، اور کمر پر بندھا ہوا کشمیری طرز کا خوبصورت دوپٹہ... جسے اس نے ایک طرف سے کندھے پر ٹکا رکھا تھا، اور دوسرا کنارا بازو کے ساتھ بہتا ہوا نیچے آ رہا تھا۔ اس کے کھلے بال جو ہلکی ہلکی لہر میں اس کی پشت پر بکھرے تھے، پیشانی پر

کشمیری جُھمکے، اور ماتھے پر بندیا... ہلکے سے کاجل اور سبز رنگ کی چمکتی آنکھیں جیسے مکمل منظر کو ایک خواب سا بنا رہی تھیں۔

یزدان جو حویلی کے ایک کونے میں کھڑا سب کا نظارہ کر رہا تھا، جب اس نے نور کو دیکھا... تو وقت جیسے تھم سا گیا۔ ڈھول کی آواز مدھم لگی، قہقہے خاموش ہو گئے۔ بس نور کی آمد اور اس کی موجودگی ہی باقی تھی۔ اس کے ہونٹوں پر بے اختیار سرگوشی اُتری:

یہ چہرہ... اگر کبھی مقدر کی تصویر بنتا، تو اسی رنگ میں بنتا... "نور نے نظریں جھکائیں، اور دھیرے سے مہندی کے پنڈال میں داخل ہوئی۔ ہر قدم کے ساتھ زمین پر جیسے پھول کھلنے لگے تھے۔ پنڈال کی چمک کے بیچ صرف جوانوں کی نہیں، بلکہ بڑوں کی آنکھوں میں بھی خوشی کی چمک واضح تھی۔ دادی اماں سبز مخملی شال اوڑھے، ایک مخصوص کشمیری طرز کی پوشاک میں، جھولے پر بیٹھی تھیں۔ اُن کی آنکھوں میں خوشی کے آنسو جھلملا رہے تھے۔ نور کو دیکھتے ہی زیرِ لب دعائیں دیتے ہوئے بولیں:

یااللہ،اس بچی کانصیب بھی اس کے چہرے کی طرح روشن کرنا۔"یازدان کی" ماں اورزیمل کی والد، ہلکے خوش رنگ کشمیری لباس میں ملبوس،ایک دوسرے سے مسکرا کر نظریں ملارہے تھے——اوراپس میں کچھ بات کررہی تھی، جاؤں بیٹا تم بھی مہندی لگ والوں، دادی نے نور کو دیکھتے نہیں دادی میں اسے ہی ٹھیک ہو ،ارے اسے کیسے ٹھیک ہو تمھارے بھائی کی شادی ہے اور تم مہندی نہیں لگاؤ گی، عبید نے اسکے ساتھ کھڑے ہوتے ہوئے کہاں اور نور کو زبردستی ہاتھ سے پکڑ کر مہندی والی کے پاس لے کر گیا۔ جبکہ یزدان کی نظریں اب بھی نور پر جمی تھیں،اور دادی نے بھی ایک بار پھر سرگوشی میں کہا :

جو بہو قسمت سے ملے،وہ پہچان میں آجاتی ہے...دادی نے ایک نہ سمجھنے والی" بات کہی، جبکہ شہریار اور یاسر انکل مردوں کے ساتھ باتوں میں مصروف تھے،

رات کی خاموشی کھڑکی سے آتی سرد ہوا کے سنگ اندر اُتر رہی تھی۔ کمرے میں ہلکی روشنی جل رہی تھی،اور آئینے کے سامنے کھڑی لڑکی اپنی زلفوں کو سمیٹ رہی تھی۔اُس کی نظریں آئینے پر اپنے عکس پر تھی، جو کشمیری لباس زیب تن

کئے ہوئی تھی،اور اسکے ساتھ بلیک ہیل، جبکہ بالوں کو کرل کیا ہوا رھا اس نے "بال سنوار لینے سے کیا وہ خیال دُور ہو جائے گا جو ہر لمحہ ذہن پر چھایا ہے ؟"اُس نے خود سے سوال کیا،اور جواب میں آئینے کے عکس نے بس خاموشی سے تکنا جاری رکھا۔اسے بس ایسے ہی احساس ہوا کہ کمرے میں کوئی ہے، پر اس نے نظر انداز کیا، کچھ دیر بعد کھڑکی سے کوئی اندر آیا پری کا دل زور سے دھڑکا۔ وہ رُکی۔ آئینے میں اُس نے پیچھے دیکھا، سیاہ شلوار قمیض میں ملبوس، سلکی بال جو پیچھے کی طرف سیٹ کئے ہوئے تھے، گندامی رنگت، جسکے آنکھے بلو اور گرے آئی کلر کا کومبینیشن تھا۔اور وہ نوجوان چپ چاپ، سنجیدہ نگاہوں سے اسے تک رہا تھا۔"یہ... کیا کر رہے ہو تم یہاں ؟"پری نے اسکی طرف چہرے کرتے ہوئے کہا جبکہ چہرے پر ہوائیاں اڑی ہوئی تھی، "تمھارا چہرہ دیکھنے آیا ہوں،اُس وقت سے دیکھ رہا ہوں جب سے تم نے مجھے دشمن جانا ہے..."سردار عفان نے آہستہ قدم بڑھاتے ہوئے کہا،اُس کی آواز میں وہی گہرائی تھی جو پری کے دل کی دیواروں کو ہلا دیتی تھی۔

تمھیں ڈر نہیں لگا کہ کوئی دیکھ لے گا؟" پری نے سوالیہ نظروں سے اسے "

گھورا،

ڈر تو تب لگتا اگر میں بے قصور ہوتا۔ پر جب دل کسی کا قیدی ہو جائے، تو بدنامی" سے ڈرنا چھوڑ دیتا ہے پری۔!!" سردار عفان بالکل اسکے قریب آ چکا تھا۔ پری نے دوسری طرف رخ کر لیا، پری کا دل ایک لمحے کو لرزا، اور پھر ساکت ہو گیا۔ اُس کی پشت پر عفان کا وجود، اُس کے دل کے دھڑکنوں سے ہم آہنگ ہو گیا۔ عفان نے بہت نرمی سے اُس کے بالوں میں انگلیاں پھیریں، اور اُس کے کان کے قریب جھک کر کہا، "تمھیں اگر ہاتھ لگا بیٹھا ہوں، تو یہ گناہ نہیں... نصیب کی امانت کو چھونے کا حق کوئی اور کیسے لے سکتا ہے؟" پری کی آنکھوں میں نمی تیرنے لگی۔ وہ پلٹی، مگر اُس کی ہمت کمزور ہو چکی تھی۔ آنکھوں سے آنکھیں ملیں، اور لمحے بھر کو صرف سانسوں کی سرگوشیاں باقی رہ گئیں۔ "کاش تم دشمن نہ ہوتے..." اُس کی آواز بکھرتی جا رہی تھی۔ " دشمن ہوں، مگر تمھارا عاشق بھی... اور اس جنگ میں صرف تمھاری ہار دیکھنا چاہتا ہوں، جو میرے

گلے لگ کر ہو۔" عفان نے اسکے بالوں کی لٹ کو اسکے چہرے سے ہٹاتے ہوئے کہا،اور اسے لمحے

عفان خاموشی سے اُس کے ماتھے پر لب رکھ گیا۔ وقت جیسے وہیں تھم گیا، جیسے دنیا کے شور سے بہت دور، محبت کا کوئی مقدس لمحہ اُن کے بیچ جنم لے چکا ہو۔ تم جاؤں یہاں سے اگر کسی نے دیکھ لیا تو بہت برا ہو جائے گا،پری نے اسے خود اے دور کرتے ہوئے کہا،پر اب میں نہیں رہ سکتا تمھارے بغیر ،اس دلکش نوجوان نے اس دو بارہ اپنے قریب کرتے ہوئے کہا، کہ اتنے میں دروازے پر نوک ہوئی۔۔۔۔پری جلدی کروں میں کب سے تمہارا ویٹ کر رہی ہوں۔۔نور نے باہر سے آواز دیتے ہوئے۔۔ جاؤ۔۔پری نے اسے آنکھوں کے اشارے سے کہا ،ابھی جا رہا ہوں،اور اگلی بار تمہیں یہاں سے لینے آؤنگا،اور پورے حق سے تمہیں یہاں سے لے کر جاؤنگا، وہ یہ کہتا چلا گیا، جبکہ پری اپنے آپ کو سیٹ کرتے ہوئے باہر کی طرف بڑھی ،افففف یار کیا کر رہی تھی تم۔۔۔؟؟؟نور نے اسے دیکھتے ہوئے کہا اور دونوں ساتھ ساتھ نیچے کی جانب بڑھنے لگی۔

سب نے باری باری ڈانس کر لیااور اب باری تھی نور حیات کی، یار کر لوں، سب اتنی منت کر رہے ہیں تمھارے، یار میں نہیں کر سکتی نور نے نیچھے دیکھتے ہوئے کہا، یار ڈانس ہی تو ہے اور کیا ہے ؟؟پری نے اپنے ہاتھوں کی مہندی کو پھوک مارتے ہوئے کہا، یہں کچھ دیر میں عبید بی انکی طرف آیاہاتھ میں فون تھا جبکہ چہرے پر ہلکی سی سنجید گی تھی۔اُس نے ایک نظر ان تینوں پر ڈالی، پھر زمل اور پری کو اشارہ کیا،اور کہا:

تمھارا بھائی ہوں نامیں ؟"عبید نے نور کو ایمو شنل بلیک میل کرتے ہوئے کہا"

۔

نور نے چونک کر سر اٹھایا۔جی میں ہوں اپکی بہن۔

تو پھر یہ بتاؤ... میری شادی کے سب پر وگراموں میں سب نے حصہ لیا،" صرف تم ہو جو پیچھے ہٹ رہی ہو۔۔!! تو کیا بہنے اسا کرتی ہے،،؟؟عبید نے سوالیہ نظروں سے اسے گھورا۔۔!! نہیں بھائ میں کرو نگی،اگلے ہی لمحے، پری

نے چیخ کر زمل کی طرف دیکھا، "اووووو ہووووو، اور زیمل نے تالیہ بجائیں، عبید نے سینے پہ ہاتھ مار کر دکھاوے کی بے ہوشی کی، "یا اللہ! میری بہن نے مان لیا! تاریخ میں لکھا جائے گا، یہ دن... نور نے اسے گھورا۔۔۔اور اب اب اے سپیشل ڈانس۔۔۔۔!! عبید نر ڈی جے سے مائک لیتے ہوئے کہاں۔۔۔!! چند لمحے کی خاموشی چھا گئی۔ سب نگاہیں اسٹیج کی طرف اٹھ گئیں جہاں ہلکی دھند اور سُرخی پھیل رہی تھی۔ اور پر نور حیات ائ۔!! ہائ قربان دادی نے اسکی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا، نور نے ڈریس جینج کر لیا تھا وہ اب سرخ اور سبز کشمیری غرارے میں ملبوس تھی، جبکہ اسکی سبز آنکھے کچھ الگ ہی دنیا دکھا رہی تھی جب اُس نے پہلا قدم بڑھایا، تو جیسے ہوا نے سانس روک لی۔ دف کی تھاپ کے ساتھ اسکے پائل بجنے لگے اور ہر قدم پر غرارے کا گھیر فضا کو چیرنے لگا۔ اسٹیج پر وہ اکیلی تھی... مگر اُس کی موجودگی نے ساری محفل کو قید کر لیا تھا۔

خواتین نے ایک دوسرے کو کہنی ماری، "یہی ہے نا نور؟" جو انکے گھر میں رہتی ہے، جو جنگل سے آئ ہے

"...ماشاءاللہ! کیتنی پیاری لگ رہی ہے"

جبکہ یزدان مہمانوں کے بیچ ہی کہیں کھڑا تھا، اُس کی نظر جیسے ہی اُس پر جا کی سانس رک گئی۔ Yazdan ٹھہری... تو

وہ جیسے زمین سے بندھ گیا ہو، صرف آنکھیں حرکت کر رہی تھیں۔ وہ ہل بھی نہیں سکا۔ پھر دوسرے لمحے، جیسے کچھ اندر ٹوٹا، کچھ جاگا— اُس نے نرمی سے گلاس کسی میز پر رکھا، اور ہجوم چیرتا ہوا آہستہ آہستہ نور کی طرف بڑھنے لگا۔ ہر قدم کے ساتھ، اُس کے چہرے کی سنجیدگی اور نگاہوں کی گہرائی بڑھتی گئی۔ نور کے دل پر پڑنے Yazdan — کی ہر جنبش، ہر چکر dance کے والے زخم کی طرح تھی، جو خوشی دیتے تھے، مگر سنبھالنا مشکل تھا۔

نور نے دور سے اُسے دیکھا... اور ایک لمحے کو اُس کی پلکیں لرزیں۔ مگر اس نے نگاہ پیرلی،

ہائے اللہ نور تم نے تو کمال کر دیا، زیمل نے نور کی طرف دیکھتے ہوئے کہا، اب ایسا بھی کوئی تیر نہیں مارا ہے اس نے مرینہ نے اپنے بال پیچھے کی طرف کرتے ہوئے کہا، اور وہاں سے چلی گئی، جبکہ یہ اب بیٹھے باتیں کر رہے تھے، کہ ایک پیاری سے بلی اکر نور حیات کے گود میں بھیٹہ گئی جبکہ پری چیخ مار کر اٹھ گئ ۔۔۔!!ک۔کک۔کیا ہوا۔۔۔!!زیمل نے اپنا ڈریس سمبالتے ہوے اسکی طرف فکرمندی سے دیکھا، یہ دیکھوں۔۔۔!!پری نے حیات کی گود میں بھیٹی بلی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا، ہاں تو کیا ہوا بلی ہے۔۔!!زیمل نے اسے گور کر کہا۔اب بیھٹوں بھی حیات نے ایک ہاتھ بلی پر رکھا تھا جبکہ دوسرے سے اس کا ہاتھ پکڑ کر کہا، نہیں پہلے اسکو اتاروں۔۔۔!!اس نے بلی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا، نہیں اسے تو میں نہیں اتارونگی اپنی لورائنہ کو۔۔!!نور نے اس بلی کو باہوں میں برتے ہوئے کہا، واٹ۔۔۔۔۔؟؟؟پری نے آنکھے نکالتے ہوئے نور کو دیکھا تم نے ایک بلی کا نام لورائنہ رکھ دیا۔۔۔اوئے خبردار میری لورائنہ کو بلی مت کہنا، نور نے پری کو گھورا، افففف اللہ بس کرو تم دونوں، ویسے پیاری تو ہے اپکی لورائنہ، شیمل نے اس بلی پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا، نور کو

نجانے کیوں اچھی لگی وہ بلی۔۔؟؟ نور نے لورائنا کو گود میں لے رکھا تھا۔ بلی کا نرم سفید بدن اُس کے بازوؤں میں سمٹا ہوا تھا، اور وہ اس کے گال سے لگا کر بیٹھی تھی، جیسے وہ کوئی کھوئی ہوئی چیز پا چکی ہو۔ جبکہ پری اسے غصے سے گھور رہی تھی پری نے ہاتھ کمر پر رکھ کر مصنوعی ناراضگی سے کہا، "یار، اب بس بھی کرو... نیچے اتار و اسے! اتنی دیر سے اُسے ایسے پکڑا ہوا ہے جیسے تمہاری سگی بیٹی ہو!" ہاں ہے تو۔۔!! نور نے مسکرا کہا، میں اسے نہیں دونگی واپس۔۔۔!! واٹ۔۔؟؟ یہ اس سردار کی ہے اور وہ اسے خود اے دور جانے نہیں دیتا اور جہاں جاتا ہے اسے اپنے ساتھ لے کر جاتا ہے، پری نے پیچھے کھڑے آدمی کی طرف اِشارہ کرتے ہوئے کہا، تو کیا۔۔؟؟ اسے کون بتائے گاں میں اسے چپالونگی۔۔!! نور نے مسلئے کا حل پیش کیا، میم یہ بلی ہمارے سردار کی ہے ایک آدمی نے نور کے ہاتھ سے بلی لیتے ہوئے کہا اور وہاں سے چلا گیا، جبکہ زیمل اور پری نور پر ہنسی، جبکہ نور جیسے ہی پلٹی وہ ابھ کچھ کہتی کہ اسے سامنے ایک ادمی نظر آیا لمبا قد، سیاہ لباس، چہرہ جزوی سایے میں چھپا ہوا۔ جبکہ چہرے پر شیطانیت صاف دیکھائی دے رہی تھی، جبکہ وہ سردار شہریار کے ساتھ آگے بڑھتا ہوا اسکی

طرف ہی بڑھ رہا تھا، وہ تھا شارق زمان، جیسے ہی نور کی نظریں اس آدمی کے چہرے پر پڑیں—— جیسے کوئی لاشعوری یاد اچانک زندہ ہو گئی۔ سانس تیز ہوئی۔ جبکہ سر درد کی شدت سے پھٹ رہا تھا۔ اور پورا جسم جیسے منجمد ہو گیا ہو۔ نور کا پورا وجود لرز رہا تھا

"نہیں... تم... تم وہ نہیں ہو... تم یہاں کیسے——؟"

اُس کی آنکھیں دھندلا گئیں۔

پسینے کے قطرے پیشانی سے ٹپکنے لگے۔ سانسیں پھنسنے لگیں۔ نور کیا ہوا تمہیں زیمل نے اسے ہاتھ سے پکڑتے ہوے کہا

پھر وہ خاموش تھی اور کچھ ہی سیکنڈ بعد وہ گر گئی۔

بالکل خاموشی سے—— جیسے کوئی شمع ہوا میں بجھ جائے۔

تبھی... نور نور۔۔انکھے کھولو زیمل اور پری نے اس اٹھاتے ہوے کہا جبکہ

یزدان بھاگتا ہوا آیا۔اور نور کو بازوؤں میں بھر لیا۔اس کے بال چہرے پر آ رہے

تھے، سانسیں بکھری ہوئی تھیں، چہرہ سفید۔

، یزدان نے اُسے سینے سے لگا کر آہستہ سے کہا

"نور... نور، آنکھیں کھولو۔ میں یہاں ہوں۔"

وہ اُس کے ماتھے سے پسینہ صاف کر رہا تھا، یزدان نے اسے ں ماہوں میں اٹھایا اور

باہر گاڑی کی طرف بڑھا، جبکہ مرینہ حد سے زیادہ غصہ تھی،اور پیر پٹختے ہوئے

اوپر کی جانب بڑھی، یزدان نور کو باہوں میں لئے بلکل شارق کے ساتھ گزرا اور

جب شارق نور کا چہرا دیکھا تو اسکے چہرے کا رنگ یک دم بدلہ، جبکہ عبید بھی

یشدان کے پیچھے باہر کی طرف جانے لگا،

سیاہ کار کے شیشے بند تھے، اندر مدھم روشنی تھی۔ کار ایک پرانے، سنسان گیراج

میں کھڑی تھی۔ باہر بارش کے قطرے دھیمے دھیمے چھت پر برس رہے تھے۔

شارق زمان *نے سگریٹ سلگایا، دھواں کچھ لمحوں کے لیے فضا میں معلق *
رہا۔ پھر اُس نے آہستہ سے گردن گھما کر سامنے کھڑے آدمی کی طرف دیکھا۔
:اُس کی آنکھوں میں خالی پن نہیں تھا... وہاں بس ایک چیز تھی
"انتقام۔" وہ... مل گئی ہے۔
شارق نے دھیرے سے کہا۔
اور اب... اب وہ بچنی نہیں چاہیے۔" سامنے کھڑا شخص خاموش رہا، جیسے وہ"
پہلے ہی جانتا ہو۔
"!مجھے صرف اس کی موت کی خبر سننی ہے... اور کچھ نہیں"
اُس نے ایک ایک لفظ چبا کر کہا۔
"سمجھے تم؟ زندہ بچنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔"
وہ کرسی سے اٹھا، تیز قدموں سے کمرے میں ٹہلنے لگا۔

اس کی آنکھیں... مجھے آج بھی یاد ہیں۔ وہ خاموش نظر... جیسے سب کچھ جانتی ہو۔ جیسے وہ... میرے رازوں کی قبر ہو۔" سگریٹ راکھ بن چکی تھی، مگر اُس کے چہرے پر آگ جل رہی تھی۔ وہ اب ہسپتال میں ہے..."

اُس نے موبائل کی اسکرین سامنے والے کی طرف کی — جہاں نور کی تصویر تھی، بے ہوش، نازک، وینٹیلیٹر سے جُڑی۔ کچھ بھی کر کے... بس اُس کی لاش واپس آنی چاہیے۔"

"اگر وہ ہسپتال سے زندہ باہر نکلی... تو سمجھنا، شارق زمان مر گیا!"

یہ کہتے ہوئے اُس نے سگریٹ فرش پر پھینکا، اور جوتے سے مسل دیا — جیسے نور کا وجود بھی بس اسی راکھ کی طرح مٹایا جا سکتا ہو۔ خاموشی۔ سامنے کھڑے آدمی نے محض سر ہلایا — کوئی سوال نہیں، کوئی اعتراض نہیں۔ یہ حکم تھا۔ اور حکم ادا ہونا تھا،

یزدان اپنا سر دونوں ہاتھوں میں پکڑے باہر بھینچ پر بیٹھا تھا اسے کچھ سمجھ نہیں ارہا تھا کہ یہ کیا ہو رہا، اس کے سامنے نئے نئے راز کھول رہے، پر ان رازوں کا

کوئی سرا نہیں تھا سارے ایک دوسرے میں الجھے جو نور حیات سے جڑے ہوئے تھے

،اور کہی نہ کہی کوئی نہ کوئی کا نکشن ان کے خاندان کے ساتھ بھی تھا، بس وہ ان ہی رازوں کو جاننے میں الجھا تھا، پر آج نور کا شارق زمان کو دیکھ کر بے ہوش ہو جانا یہ کوئی نارمل بات نہیں تھی ،اور پر ڈاکٹر کا یہ کہنا کہ پری کا کچھ مہینے پہلے کسی حادثہ میں وہ اپنی یاداشت کھو چکی ہے ،اور اب اسا کوئی شخص یہ چیز اسکے سامنے آئی ہے جو اسکے ماضی سے جڑی ہوئی ہے وہ انہیں خیالوں میں بھیٹا تھا، کہ عبید اور یاسر انکل آکر اسکے ساتھ بھیٹھ گئے کسی طبعیت ہے اس کی۔۔۔؟؟ جی اب بہتر ہے کچھ ہی دیر میں ڈسچارج کر لیں گے نور کو، یزدان نے انکی طرف دیکھتے ہوئے کہا، اوکے پر میں بابا کو اپنے ساتھ لے کر نکلتا حویلی میں اب پریشان ہونگے۔۔ عبید نے اٹھتے ہوئے کہا، کیوں بابا کہا گئے۔۔۔؟؟

وہ پھوپی جان کو دیکھنے گئے ہیں۔۔ ڈاکٹرز کہ رہے ہے کہ ان شاءاللہ وہ بہت جلد قومے سے باہر اجائے گی، ان شاءاللہ۔۔۔!! یاسر انکل نے انکے ساتھ کہا،

رات کے آخری پہر، آسمان پر بادل چھائے تھے۔ ہلکی ہلکی گرج سنائی دے رہی تھی۔ بشرہ بیگم جب مرینہ کے کمرے میں داخل ہوئیں تو منظر کسی طوفان کے بعد کا لگ رہا تھا۔

پرفیوم کی بوتلیں زمین پر بکھری تھیں، ایک دو ٹوٹی ہوئی تھیں جن کی خوشبو ہوا میں پھیلی تھی—— مگر وہ خوشبو اب کسی زہر کی مانند لگ رہی تھی۔

بیڈ کی چادر زمین پر گری ہوئی تھی، کشن کمرے کے کونوں میں پھینکے گئے تھے، پردے ایک طرف سے کھنچے ہوئے اور روشنی دھندلی تھی۔ مرینہ آئینے کے سامنے بیٹھی تھی—— مگر آئینے میں اپنی شکل نہیں، اپنا زخم دیکھ رہی تھی۔

مرینہ بیٹا۔۔!! بشرہ بیگم گھبرا کر آگے بڑھیں، "

کیا کر دیا ہے تم نے یہ سب ؟ کیا ہوا تمہیں۔۔۔؟؟ بشرہ بیگم نے اگے بڑھتے " ہوئے کہا، مرینہ نے اپنی انگلیوں سے ڈریسنگ ٹیبل پر رکھا ہوا لپ اسٹک زور سے اٹھایا اور زور سے دیوار پر دے مارا۔ " یہ سب اس نور کی وجہ سے ہوا ہے !" بشرہ بیگم ساکت سی اسے دیکھ رہی تھی کیونکہ وہ کبھی اسے بکھری ہوئی

نہیں تھی،اور تو ایک ضدی اور مظبوط لڑکی تھی۔ماما...وہ نور دشمن ہے میری خوشیوں کی!"مرینہ کی آواز کانپ رہی تھی،

یزدان...وہ مجھے چھوڑ کر اس کے لیے بھاگ گیا ماما...اُس کے لیے!جو صرف" ایک مہمان تھی...ایک بے چاری!اور وہ——وہ میری منگیتر تھا...میرا ہونے والا شوہر!"تھا ماما یہ کیوں کیا اس نے وہ اٹھ کھڑی ہوئی،بال بکھرے ہوئے، آنکھوں میں آنسو اور غرور ٹوٹا ہوا۔سارا میک اپ انسو کی وجہ اس کے چہرے پر پیلا ہوا تھا"کیسے؟ماما کیسے وہ میرے ہوتے ہوئے اُس کی طرف جا سکتا ہے؟"بشرہ بیگم نے مرینہ کو تھامنا چاہا،

بیٹا...یزدان شاید پریشان تھا،نور کی طبیعت——"پریشان؟مرینہ نے ماں کی" بات کاٹتے ہوئے کہا مرینہ کا قہقہہ خالی اور زہریلا تھا۔"پریشان تو اُسے میرے لیے ہونا چاہیے تھا...!میں ہوں اُس کی بیوی...وہ کیوں نہیں آیا میرے پاس؟ کیوں اُس نے مجھے وہ نظر نہیں دی جو کسی بھی لڑکی کا خواب ہوتی ہے؟"ماما مرینہ دھڑام سے بیڈ پر بیٹھ گئی۔

ماما...اُس نے مجھے نظرانداز کر دیا۔ جیسے میں کچھ بھی نہ ہوں۔ "ماما پہلی بار مجھے کسی نے نظرانداز کیا ہے۔۔۔!! ماما اپ بتائے مجھے کوئی نظرانداز کر سکتا ہے۔۔۔؟؟اس نے سوالیہ نظروں سے اپنی ماں کو دیکھا، بشرہ بیگم خاموش تھیں۔ کیونکہ وہ جانتی تھیں کہ مرینہ ٹھوٹ چکی ہے...ماما عشق میں نظرانداز ہونے سے بڑا زخم کوئی نہیں ہوتا۔ مرینہ نے اپنی ماں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا

ڈرائنگ روم میں خاموشی چھائی ہوئی تھی، باہر بارش ہو رہی تھی،اور ہر چہرے پر فکر کی ایک الگ کہانی لکھی تھی۔ دادی جائے نماز سمیٹ کر اٹھیں اور پری کی طرف دیکھ کر بولیں،

"...ابھی تک ہوش نہیں آیا اُس بچی کو؟ دل دہل گیا میرا"

پری نے دادی کے کندھے دبا کر نرم لہجے میں کہا، *

آپ فکر نہ کریں دادی... ڈیڈ اور بھائی دونوں اسپتال میں ہیں... ان شاءاللہ سب "
"ٹھیک ہو جائے گا۔

, زمل صوفے پر بیٹھی، دونوں ہاتھوں میں سر تھامے بولی
مجھے اب بھی یقین نہیں آ رہا، وہ نور تھی... اور وہ اس طرح زمین پر گر گئی، جیسے "
"...روح نکل گئی ہو اُس کی

, دادی نے آنکھوں میں نمی لیے آسمان کی طرف دیکھا
ایسی بیٹیاں اللہ قسمت والوں کو دیتا ہے... تم سب دیکھنا، اُس بچی کا نصیب بہت "
بڑا ہے..." تبھی، علینہ بیگم زور سے قدم مارتی ہوئیں اندر داخل ہوئ۔ یہ
ہمدردی صرف نور کے لیے ہے نا؟" علینہ بیگم نے تیز لہجے میں کہا۔
کسی کو یہ نظر نہیں آ رہا کہ میری مارینہ ساری رات روئی ہے؟ اس کی منگنی "
ٹوٹنے کے قریب ہے اور تم سب ایک اجنبی کے لیے پریشان ہو؟" جس نے
میرے بیٹے کو اپنے قبضے میں کر لیا ہے۔ پری نے نظریں اٹھائیں، مگر کچھ نہ
کہا۔ انٹی اللہ نہ کرے کہ میری آپی کی منگنی ٹھوٹے، اور نور اسی لڑکی نہیں ہے
، زمل نے آہستگی سے کہا، اور دوسری بات وہ " اجنبی؟ نور کوئی اجنبی نہیں ہے...

وہ ہماری اپنی ہے۔" انھوں نے تو یزدان بھائی کی جان بچائی تھی کیا آپ بھول گئی ۔۔۔؟؟ میں کچھ نہیں بولی۔۔۔!! پر تم لوگوں کی آنکھوں پر نور پٹی باندھ دی ہے تم لوگوں کو کچھ دکھائی نہیں دے رہا، پر میں بتا رہی ہوں اگر اس نے میرے بیٹے کو مجھ سے چینا تو میں اسے زندہ نہیں چھوڑونگی۔ وہ انکھوں میں آگ کی چنگاریاں لے کر بولی۔ بس عالینہ بیگم۔۔۔!! بہت ہو گیا، "رشتے چھینے نہیں جاتے بیگم صاحبہ... نصیب سے ملتے ہیں۔ اور جسے نصیب سے کچھ نہ ملے، وہ الزام دوسروں پر نہیں ڈالتے۔" دادی پہلی بار سختی سے بولی۔

ہسپتال کے پرائیویٹ روم میں دھیمی روشنی تھی۔ نور اب بھی بے ہوش تھی، چہرہ سفید، ہاتھ پر ڈرپ لگی ہوئی۔ باہر ایک نرس نے کھڑکی بند کی، اور وارڈ سے باہر نکل گئی۔ [**

کمرے کا دروازہ آہستگی سے کھلا۔ ایک سیاہ کوٹ پہنے آدمی اندر داخل ہوا۔ اُس کے ہاتھ میں گلاب کا گلدستہ تھا — مگر آنکھوں میں وہ نرمی نہیں، جو محبت کی ہو۔ وہ قدم قدم چلتا نور کے بیڈ کے قریب آیا۔ "بس ایک انجیکشن..."

اس نے جیب سے شیشے کی ایک چھوٹی سی وائل نکالی، اور آہستہ سے سرنج میں بھرنے لگا۔ کمرے کی خاموشی... جیسے خود سانس روکے دیکھ رہی ہو۔ "تُو مرے گی... تاکہ رازبان کی کہانی شروع ہو۔" وہ سرگوشی میں بولا، جیسے کوئی کھیل کھیل رہا ہو۔ اب وہ نور کے بازو کی طرف جھک رہا تھا۔ *تبھی دروازہ زور سے کھلا۔ یزدان...!! سانس پھولی ہوئی، چہرہ غصے سے سرخ، آنکھوں میں وہ شعلہ جیسے آگ دہک رہی ہو۔

"ہاتھ اٹھا اُس سے!"

یزدان کی آواز کمرے کی دیواروں سے ٹکرا کر واپس آئی۔

وہ آدمی ایک پل کے لیے رکا — اور پھر دروازے کی طرف بھاگا۔ یزدان اس کے پیچھے دوڑا، مگر وہ سیکیورٹی سے پہلے ہی غائب ہو چکا تھا۔ یزدان واپس پلٹا۔ نور بے ہوش تھی، بے خبر — لیکن اب زیادہ بے حفاظت نہیں۔

اس نے آہستہ سے نور کا ہاتھ تھاما۔ "اگر ایک پل بھی لیٹ ہو جاتا... تو شاید... میں ساری زندگی خود کو معاف نہ کر پاتا۔

دھوپ نے جب کھڑکی کے سفید پردوں کو چھوا، تو وہ سنہری روشنی آہستہ آہستہ کمرے کے اندر پھیلنے لگی —— اور اُس روشنی میں، آئینے کے سامنے کھڑی **ابیرہ** کی شکل ایسی لگ رہی تھی جیسے چاند سورج کے بیچ کی کوئی خاموش دعا ہو۔ ابیرہ کا لباس سفید اور آسمانی نیلے رنگ کا خوبصورت پیشوازی فراک تھا، جس پر ہاتھ کی کڑھائی سے ستارے بنے تھے۔ اس کی آستینوں پر جالی لگی ہوئی تھی، اور کمر سے لچکدار چنٹیں، اُسے کسی افسانوی دوشیزہ کی طرح بناتی تھیں۔ اس کی آنکھوں میں کاجل کی گہری لکیر، اور ہونٹوں پر ہلکی سی عنابی لپ اسٹک تھی ——

جیسے قدرت خود رنگ چن چن کر اس پر لگاتی ہو۔ سر دار آفتاب دروازے کی چوکھٹ سے ٹیک لگا کر اُسے دیکھ رہا تھا۔ وہ ہمیشہ اُسے ایسے ہی دیکھتا تھا—— جیسے پہلی بار دیکھ رہا ہو، اور شاید آخری بھی۔ ابیرہ نے آئینے میں اُس کی نظریں محسوس کر لیں۔ "کیا دیکھ رہے ہو؟" وہ پلٹ کر مسکرائی "وہی، جو روز دیکھتا **"ہوں... مگر کبھی مکمل نہیں دیکھ پایا۔

آفتاب نے آہستگی سے جواب دیا، اور قدم بڑھا کر اُس کے قریب آیا۔ ابیرہ نے شرم سے نگاہیں جھکا لیں۔ آفتاب نے اُس کے بالوں کی لٹ انگلی سے پیچھے کی، "تمہارا ہر انداز مجھے عبادت جیسا لگتا ہے۔ شاید اسی لیے، میں تم سے زیادہ محبت نہیں کرتا... عبادت سے آگے کچھ نہیں ہوتا۔ ششششش ایسا نہیں کہتے عبادت صرف اللہ کی کی جاتی انسانوں کی نہیں" ابیرہ نے اسکے ہونٹوں پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ ویسے "تم ہر بار نئی بات کیسے کر لیتے آفتاب؟" آفتاب نے ہلکا سا مسکرا کر اُس کی پیشانی پر بوسہ دیا۔ "کیونکہ تم ہر دن نئی لگتی ہو مجھے اور میرا دل، پرانا ہونے سے انکار کر دیتا ہے۔" یہ ہے سردار شہریار کے ... مخالفین سردار کامران کا دوسرہ بیٹا اور بہوں۔۔!! جبکے پہلا بیٹا تو مارا گیا ہے، جبکہ

انکا تیسر بیٹا سردار عفان جو ابھی شہر سے پڑھائی مکمل کر کے آیا ہے، ڈگری تو لے آیا ہے جبکہ دل اپنے مخالفین کی بیٹی کو دے ایا ہے۔ ابیرہ اپنے ماموں کے ساتھ کشمیر آئی تھی۔ ایک چپ، نرم مزاج لڑکی —— سلیقے اور سادگی کا امتزاج۔
اُس نے خاکی رنگ کا لانگ فراک پہنا تھا، جس پر مٹیالے رنگوں سے ہاتھ کی کشیدہ کاری ہوئی تھی۔ اس کا دوپٹہ ہلکی ہوا سے ہل رہا تھا، اور چہرے پر ہلکی سی گھبراہٹ تھی... جیسے اپنے ارد گرد کے ماحول میں خود کو اجنبی محسوس کر رہی ہو۔ تبھی... ایک آواز آئی۔ "پانی گرا ہے آپ کے پاس۔ بچ کے چلیں۔" ابیرہ نے چونک کر پلٹ کر دیکھا۔

وہ پہلا لمحہ تھا جب سردار آفتاب کی نگاہیں اُس سے ٹکرا گئیں۔ کوئی غرور، کوئی دعویٰ نہیں... بس ایک گہری سنجیدہ مسکراہٹ تھی اُس کی آنکھوں میں —— وہ مسکراہٹ جو صرف وہی لوگ رکھتے ہیں جو خاموشی سے دوسروں کو پڑھتے ہیں۔ شکریہ... ابیرہ نے دھیرے سے کہا، اور نظریں جھکا لیں۔ آفتاب بس اتنا بولا، آپ شاید ان محفلوں کی نہیں ہیں... مگر عجیب بات ہے، آپ اس سب میں

سب سے زیادہ مکمل لگ رہی ہیں۔ عبیرہ کو کچھ سمجھ نہیں آیا، لیکن اُس کا دل...
جیسے کوئی دھڑکن چھوڑ گیا ہو۔

کئی لمحوں بعد، جب محفل ختم ہوئی، اور سب لوگ رخصت ہو رہے تھے، ابیرہ گاڑی میں بیٹھنے لگی تو آفتاب کی نظریں پھر اُس پر آر کیں۔ اس بار اُس نے کچھ نہیں کہا، صرف انکھوں میں دور سے سلام کیا—— لیکن اس کے سلام میں ایک وعدہ تھا...

کہ یہ کہانی دوبارہ ضرور ملے گی۔ اور وہ وعدہ... قسمت نے جلد ہی پورا کر دیا، ان کی محبت تھی... مکمل، مگر قسمت نے خالی پن چن رکھا تھا۔ دونوں ایک دوسرے کے لیے سب کچھ تھے، بس ایک چیز... جو 'خود سے آگے' لے جاتی—— وہ نہیں ملی تھی۔ ویسے سچ ہے کبھی کبھی دعائیں مانگتے مانگتے، ہاتھ تھک جاتے ہیں، پر دل نہیں... کیونکہ امید کی عمر، عمر سے زیادہ لمبی ہوتی ہے۔

وہ ہر ماں (اولاد) کی خوشخبری سننے کی خواہش میں ہر مہینے تھوڑی مر" جاتے تھے۔ "لوگ انہیں خوش قسمت کہتے تھے—— کیونکہ وہ ایک دوسرے کو رکھتے تھے... مگر یہ دونوں جانتے تھے، دعاؤں میں ابھی بھی ایک نام باقی

ہے (اولاد)۔ "زندگی میں سب کچھ مل بھی جائے، تو بھی کچھ نہ کچھ ادھورا رہ جاتا ہے... شاید اسی لیے انسان کبھی مکمل خوش نہیں ہوتا، کیونکہ کائنات نے مکمل صرف جنت کو بنایا ہے۔ "اور ایک کمی ابیرہ اور عفان کی زندگی میں بھی تھی اولاد کی۔۔۔۔!! مجھے ڈر لگتا ہے ابیرا۔۔۔۔ کہی میں اپنی اولاد کو دیکھے بغیر نہ مر جاؤ چپ کرو آفتاب اسی باتیں نہیں کرتے

ہسپتال کے کمرے میں روشنی دھیمی تھی، جیسے دھوپ نے بھی اپنا قدم آہستہ رکھا ہو۔ نور کی سبز آنکھیں مسلسل بھیگی ہوئی تھیں، اور یزدان... وہ اس کے سامنے ایک کرسی پر بیٹھا، بار بار ایک ہی سوال دہرا رہا تھا۔ نور... کچھ تو بتاؤ، تم رو کیوں رہی ہو؟" وہ مسلسل اس کے آنسو صاف کر رہا تھا، اُس کی پیشانی تھپتھپا رہا تھا، کبھی اس کے ہاتھ تھامتا، کبھی اُس کا دھیان بٹانے کی کوشش کرتا ——

لیکن نور... وہ بس ایک ہی دھن میں تھی، اچانک، وہ روتے روتے بولی۔ "مجھے میری لورائنا چاہیے! یزدان کی انگلیاں ایک لمحے کو رک گئیں۔ "کیا

"...چاہیے؟""لورائنا

نور نے اپنے آنسو صاف کرتے ہوئے دھیمی مگر بے قرار آواز میں دہرایا، "میری لورائنا، میری بلی... وہ کل اس سردار کے پاس تھی، مجھے وہی چاہیے..." یزدان کا رنگ ایک دم زرد ہو گیا۔ "کیا... تم دو گھنٹے سے... ایک بلی کے لیے رو رہی ہو؟" اس کی آواز لرز گئی۔ وہ جیسے خود سے سوال کر رہا تھا۔ "مجھے لگا کسی نے تمہیں کچھ کہہ دیا، کوئی ڈرا گیا، یا... یا پرانا زخم جاگ گیا... مگر تم—" وہ گرنے کے انداز میں صوفے پر بیٹھ گیا۔ "تم ایک بلی کے لیے رو رہی ہو؟" نور نے فوراً قریبی کشن اٹھا کر اس پر دے مارا۔

وہ بلی نہیں ہے... وہ لورائنا ہے! اُس کا نام ہے، شخصیت ہے، جذبات ہیں..." تمہیں کیا پتا!" نور نے اسے آنکھیں دیکھاتے ہوئے کہا۔ یزدان نے کشن سینے سے ہٹایا اور آنکھیں بند کر کے جیسے شکر ادا کیا،

"...اللہ کا شکر ہے، کم از کم تم بولی تو صحیح"

اور تمہیں کیا... تمہاری زندگی میں تو کسی چیز کی کمی نہیں، نہ بلی، نہ "احساس..." نور نے ناک سکیڑ کر دوسری طرف دیکھا۔ یزدان نے مسکرا کر اُس کی طرف دیکھا،

احساس تو تم ہو... اور اگر تمہاری آنکھوں میں آنسو ہوں، تو میں ہزاروں کروڑ" جانور بھی ڈھونڈ لاؤں گا، صرف تمہاری ہنسی کے بدلے۔" نور خاموش ہو گئی۔ اُس کے آنکھوں کے کنارے ابھی بھی نم تھے، اس کو عجیب لگا یزدان کا اندازہ وہ اس سے اسے باتیں کر رہا تھا جیسے برسوں سے اسے جانتا ہو۔

مغرب کی اذان کی آواز فضا میں پھیل رہی تھی۔ آسمان نارنجی، گلابی اور نیلے رنگوں میں بٹا ہوا تھا—— جیسے کسی نے رب کی رضا کو رنگوں میں بدل دیا ہو۔ ہوا میں خنکی تھی، اور حویلی کے باہر کھڑے درخت جھومتے ہوئے، کسی گہرے راز

کو دہرا رہے تھے۔ نور گاڑی سے اُتری، تو پاؤں زمین پر رکھتے ہی ایک عجیب سا احساس ہوا—— جیسے یہ وہی جگہ تھی، مگر اب کچھ بدل گیا تھا... شاید وہ خود۔

حویلی کا دروازہ کھلا، اور سامنے **دادی اماں** تھیں... آنکھوں میں دعائیں، اور دل میں تھکن۔

اللہ تیرا شکر... میری بچی واپس آگئی۔

دادی نے آہستہ سے کہا، اور نور کو گلے سے لگا لیا۔

نور کی آنکھیں پھر بھیگ گئیں۔ یہ آنسو اب صرف درد کے نہیں تھے، شکر کے بھی تھے۔

زیمل اور پری دوڑتی ہوئی آئیں، نور کو ایسے گلے لگایا جیسے کوئی کھوئی ہوئی چیز دوبارہ مل گئی ہو۔ تمہیں پتا بھی ہے ہم کتنے ڈر گئے تھے! پری نے کہا، اور نور نے بس مسکرا کر اُس کے بالوں میں ہاتھ پھیر دیا۔ کیسی ہو بیٹا سردار شہریار نے اسکے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ جی ٹھیک ہو نور نے ہلکا سہ مسکرا کر کہا، اذان کی آواز اب بھی باقی تھی...

اور اُس اذان کے سائے میں، وہ سب خاموشی سے اندر داخل ہو گئے۔

***

حویلی کی فضا ٹھہری ہوئی تھی۔ جیسے کسی نے خاموشی کو آنکھوں سے باندھ کر کمرے کے بیچ کھڑا کر دیا ہو۔ نور ابھی اندر آئی ہی تھی۔ اس کے چہرے پر ہلکی سی تھکن، مگر آنکھوں میں خامشی کا شور تھا۔ وہ چپ چاپ اپنے کمرے کی طرف بڑھنے لگی، مگر دروازے کے قریب ہی ** مرینہ اور علینہ بیگم۔ باتوں میں مصروف تھیں —— اور نور، بنا ارادہ کیے، رک گئی۔ "میں صاف دیکھ سکتی ہوں مما..." مرینہ کی آواز میں زہر گھلا ہوا تھا۔ وہ مجھ سے یزدان کو چھین رہی ہے۔ وہ سب کی ہمدردی سمیٹ رہی ہے۔ یہ وہی لڑکی ہے جسے آپ نے ہاسپٹل میں دیکھ کر نرم لہجے میں بات کی تھی نا؟ اب کیسا لگ رہا ہے؟" علینہ بیگم نے سرد لہجے میں کہا: مجھے پہلے دن سے شک تھا... یہ لڑکی خاموش ضرور ہے، مگر چالاک ہے۔ سب کی نظر میں معصوم، اور حقیقت میں... " انہوں نے جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔ شاید نفرت کبھی مکمل لفظوں میں نہیں آتی۔ نور کی پلکیں جھپکیں، دل میں

ایک چوٹ سی لگی — جیسے سچائی کو اُس کے چہرے پر طمانچہ مار دیا گیا ہو۔ مگر وہ کچھ بولی نہیں۔

صرف ایک نظر خود پر ڈالی، دوپٹہ تھوڑا سا سنبھالا، اور آگے بڑھ گئی۔ جیسے اُس نے کچھ سنا ہی نہ ہو۔

پیچھے سے مرینہ کی آواز اب بھی آئی: "آپ بس یزدان سے کہیے، اُس سے فاصلہ رکھے... ورنہ میں برداشت نہیں کر سکوں گی، مما۔ نور نے قدم روک لیے، دل چاہا پلٹے... اور صرف اتنا کہے: کسی کو حاصل کرنے کے لیے نیت نہیں، نصیب چاہیئے ہوتا ہے... اور اگر آپ کا نصیب کمزور ہے، تو قصور میرا نہیں۔" مگر اُس نے کچھ نہیں کہا۔

بس خاموشی سے اپنے کمرے میں چلی گئی۔

آسمان پر چاند ادھورا تھا... جیسے کسی نے اُسے کٹ کے رکھ دیا ہو، اور ستارے، کسی خوف سے چھپے بیٹھے تھے۔ پورے اسمان پر بادل چھائے ہوئے تھے یزدان خاموشی سے جیپ سے اترا، سیاہ لباس میں ملبوس، چہرے پر سنجیدگی اور اسکی

بھوری انکھیں... "صرف اُس کے آنسو روکنے کے لیے یہاں ایا ہوں... صرف نور کے لیے...""" وہ صرف بلی نہیں ہے... وہ اس کے دل کا سکون ہے۔" یزدان نے فیصلہ کر لیا تھا... وہ لورائنا کو واپس لے آئے گا۔ چاہے دشمن کے دل میں گھس کر کیوں نہ جانا پڑے۔ شاریق زمان کی حویلی روشنیوں میں ڈوبی تھی، جیسے اندھیروں کو جان بوجھ کر دعوت دی جا رہی ہو۔

یہ وہ جگہ تھی جہاں دشمنی کا زہر سانسوں میں بسا ہوا تھا... اور لورائنا، اس کے سب سے اندرونی کمرے میں، شیشے کے پنجرے میں قید تھی۔

وہ بلی نہیں، شاریق کا غرور تھی۔

کیونکہ وہ جانتا تھا۔ یزدان چھت سے اندر داخل ہوا۔

"نور کے آنسو کوئی سہہ نہیں سکتا... نہ وہ، نہ میں۔"

وہ سیدھا اُس حصے کی طرف بڑھا جہاں شیشے کے دروازے میں، روشنیوں کے بیچ، لورائنا چپ چاپ بیٹھی تھی۔ یزدان نے دروازہ آہستہ سے کھولا... یزدان نے ایک لمحہ بھی ضائع کیے بغیر بلی اٹھائی، فائر ہوا... مگر یزدان کھڑکی سے کود چکا تھا" تمھارا سکون، تم سے کوئی نہیں چھین سکتا نور حیات... جب تک میں زندہ

ہوں۔اُس نے خود سے کہا، یہ سردار شاریق زمان کی پرانی کوٹھی تھی۔ پہرے دار، کیمرے، خطرے... سب تھے۔ کیونکہ "راز بان" کو اس سے حد سے زیادہ لگاؤ، وہ کسی قیمت پر اس بلی کو کھونہ نہیں چاہتا تھا، حویلی میں ایک دم سے شور اٹھا ، جبکہ یزدان وہاں سے نکل چکا تھا، وہ جیسے ہی حویلی پہنچا، نور کے کمرے کی روشنی جل رہی تھی۔

دروازہ کھولا۔ نور نے چونک کر دیکھا، آنکھیں سوجی ہوئی، سانس بے ترتیب۔ یزدان نے کچھ کہے بغیر لورائنا کو اُس کے بازو میں تھمایا... نور کی چیخ نکلی، "!خوشی سے۔ "میری لورائنا... !میری بچی

وہ بلی کو گود میں لے کر رو رہی تھی، ہنس رہی تھی،اُس کے بال سہلا رہی تھی۔ یزدان اُس منظر کو دیکھتا رہا۔ کچھ پل بعد، نور نے آنسو صاف کیے،اور "یزدان کی طرف دیکھا۔ "تم لے آئے؟ کیسے...؟ کہاں سے...؟

:یزدان نے بس ایک بات کہی، دھیرے سے

جن کے آنسو دل میں چبھتے ہوں، اُن کے لیے دشمنوں کے دروازے بھی"
توڑنے پڑیں تو دیر نہیں کرونگا...یو تو بس بلی ہے، نور۔"اج کل نور کو یزدان کا
انداز بہت بدلہ بدلہ لگتا تھا،
.اور نور خاموش ہو گئ

شادی ہال پوری آب وتاب کے ساتھ جگمگا رہا تھا۔
چھت سے لٹکتے جھاڑ فانوس، جیسے آسمان کے ستارے زمین پر اتر آئے
ہوں۔ پھولوں کی لڑیاں—سفید گلاب، موتیا،اور ہلکے نیلے ہائیڈریا—ہر
کونے میں یوں بکھرے تھے جیسے کسی نے دعا مانگتے ہوئے ہاتھ کھولے
ہوں۔ فرش پر بچھا سنہری کارپٹ، روشنیوں کی چمک سے جگمگا رہا تھا۔ خواتین
کے قہقہے، بچوں کی بھاگ دوڑ،اور کیمروں کی چمک... سب کچھ کسی خواب کا سا
حصہ لگ رہا تھا۔
سامنے، اسٹیج پر دو بلند کرسیاں رکھی تھیں۔
سفید ریشمی غلاف، سنہری گوٹے کے ساتھ۔

ایک طرف دلہنوں کا چھوٹا سا کمرہ تھا جہاں سے ہلکی ہلکی مہندی اور عطر کی خوشبو آ رہی تھی۔ روشنیوں کا رنگ ہال میں شام کے سورج جیسا سنہرا تھا، مگر دلوں میں مغرب کی اداسی جیسی خاموشی تھی۔ کچھ فاصلے پر مرد حضرات کا سیکشن تھا— خاموش مگر پررونق۔ گفتگوؤں میں رسمی خوشی، اور آنکھوں میں سوال چھپے ہوئے۔ ہر کرسی، ہر میز، ہر پردہ— دل کی کسی حالت کو بیان کر رہا تھا۔ کہیں اُمید، کہیں حسد، کہیں دعا، اور کہیں بے بسی۔

دروازے سے آتے مہمان، خوشبوؤں میں بھیگتے ہال میں داخل ہوتے ہی جیسے چند لمحوں کے لیے خاموش ہو جاتے تھے— کیونکہ اس ہال میں صرف نکاح نہیں ہونا تھا، تقدیریں بدلنی تھیں۔

ہال میں اچانک روشنی تھوڑی مدھم ہو گئی،

اور اسی لمحے پسِ منظر میں ہلکی سی دھڑکن جیسی میوزک ابھری... جیسے کسی دل کی دھڑکن آہستہ آہستہ سب کے کانوں تک پہنچ رہی ہو۔ دروازے پر کھڑی دو حسین لڑکیاں... مرینہ نیوی بلو اور سلور لہنگے میں، جبکہ زیمل زمردی سبز اور گولڈ کامدار غرارے میں۔ دونوں ساتھ ساتھ چلتے ہوئے اندر داخل ہوئی، کچھ

لڑکیا جو دروازے پر کھڑی تھی انہوں نے ان پر پھول کی پتیاں برسائے، وہ دونوں ساتھ ساتھ چلتے ہوئے آگی بڑھ رہی، زیمل ایک مخصوص انداز سے اگے بڑھ رہی۔۔اس کے دوپٹے کے کنارے موتیوں سے سجے تھے، اور آنکھوں میں خالص حیاء چھپی تھی۔ ہر قدم پر اُس کے غرارے کا کنارا زمین کو چھو رہا تھا، جیسے وہ اپنے ہر قدم سے زمیں کو خوشبو دے رہی ہو۔ سٹیج پر کھڑا عبید جو یزدان سے باتیں کرنے میں مصروف تھا، اعر دونوں نے ایک جیسی شرباتی شیر وانی پہنی ہوئی تھی، پر عبید کی نظر جیسے ہی سامنے آتی دلہن پر گئی، اس کے دل ہو گئی، وہ بے اختیار کھڑا ہو گیا کی دھڑکن بے قابو

کیونکہ سیڑھیوں سے وہ آرہی تھی——زیمل۔ جیسے ہی زیمل اسٹیج کے قریب پہنچی،

عبید کا دل... جیسے کسی نے انگلی سے چھو دیا ہو۔

وقت جیسے ساکت ہو گیا۔

پھول گرنا بھول گئے، کیمرے فلیش کرنا چھوڑ گئے، اور عبید... سانس لینا۔ زیمل کا چہرہ جیسے روشنی میں نہیں، محبت میں بھیگا ہوا تھا۔ اس کی جھکی پلکیں، ڈھلے

ہوئے گلاب جیسے گال، اور سنہری دوپٹہ عبید کو لگا جیسے کسی نعت کے اشعار سُن رہا ہو، اور ہر لفظ اس کے دل پر اُتر رہا ہو۔ کاش... یہ لمحہ کسی نے قید کر لیا ہوتا۔" اس نے دل ہی دل میں سوچا۔ زیمل جیسے ہی اسٹیج پر آئی، عبید نے صرف ایک لمحہ اُس کی طرف دیکھا— لیکن اُس نظر میں ایک دعا تھی،

ایک وعدہ تھا، اور ایک بے آواز محبت۔ زیمل نے پلکیں اٹھائیں، اور عبید کی آنکھوں میں اپنی ہی جھلک دیکھی۔ عبید کا دل لرز گیا... ایسا لگا جیسے وہ لڑکی صرف اُس کے نکاح میں نہیں آ رہی، بلکہ اُس کی دعا میں اُتری ہے۔" تمھاری

...خوبصورتی کا کوئی مقابلہ نہیں زیمل

مگر تمھاری معصومیت، تمھاری سچائی... اُس نے مجھے قیدی بنا لیا ہے۔" یہ جملے صرف عبید کے دل میں گونجے۔ جبکہ بلکل چھوپ چاپ صوفے پر بیٹھ گئ، اوئے بس کرو بھیٹو اب یزدان نے عبید کو ہاتھ سے پکڑ کر نیچھے کی طرف کھینچتے ہوئے کہا، ہال میں ہلکی سی سرگوشیاں گونجیں... "ماشاءاللہ.. "" "کتنی خوبصورت ہیں... "" "جیسے شہزادیوں کی جوڑی ہو... " سٹیج کے ساتھ والے صوفے پر عالینہ بیگم اور بشرہ بیگم بھیٹی باتوں میں مصروف تھی، بشریٰ بیگم گہرے عنابی رنگ

کی ساڑھی میں ملبوس، جس کے کنارے پر باریک سونے کی گوٹ تھی،اور اُن کی ساڑھی کے پلوپر ایک چھوٹی سی زنجیر لٹک رہی تھی—— جیسے کوئی رُکا ہوا وقت۔

بال اوپر سلیقے سے بندھے ہوئے تھے،اور آنکھوں میں وہی پرانی سی چمک۔ چمک جو عزت، غرور،اور انا سے مل کر بنی تھی۔ان کے ہاتھوں میں سرخ رنگ کی چوڑیاں تھیں،اور وہ بار بار اپنی بیٹی مرینہ کی طرف دیکھ کر مسکرا رہی تھیں۔ جبکہ عالینہ بیگم سفید اور سنہری کا ملاپ—— ان کا لباس نہیں،ان کی شخصیت تھی۔

انہوں نے ہلکے موتیا رنگ کا کامدار فراک پہن رکھا تھا،

—— جس پر کشمیر کا ہینڈ ورک جھلک رہا تھا

نرمی، تہذیب،اور وقت کا ایک خاص ذائقہ۔ان کی کلائی میں ایک پتلی سی گھڑی،اور انگلی میں ایک سبز زمرد کی انگوٹھی۔ دونوں خواتین اپس میں بیٹھی باتوں میں مصروف تھی،

***

حویلی کے اندر کمرے میں ہو طرف روشنی تھی جبکہ نور حیات آئینے کے سامنے کھڑی اپنے بال سیٹ کر رہی تھی،

نورِ حیات نے سبز زمردی رنگ کا جھلملاتا لباس پہنا تھا، جس پر چاندی کی تاروں سے بنے ہوئے پیچیدہ نقش و نگار تھے۔ آستینوں اور بارڈر پر نفیس گوٹا کناری، جو روشنی پڑتے ہی جگمگا اٹھتی، اور اس کی کمر سے نیچے تک جاتے ہوئے نرم لہراتے بال، بالکل ویسے ہی جیسے کسی خاموش ندی کی روانی...اور بیچ میں ایک باریک چٹیا، جس نے اس کی سادگی کو نرگسی شان دے دی تھی۔ وہ اب ہاتھ میں لوکٹ لئے اسکے ساتھ الجی تھی، جو اسکے پاس اپنے پیرنٹ کی آخری نشانی تھی، نور کے ہاتھ سے اچانک وہ لاکٹ چھوٹا۔ دھڑام سے فرش سے ٹکرا کر گرا...اور ایک ہلکی سی "چٹک" کی آواز کے ساتھ کھل گیا۔ نور نے چونک کر نیچے دیکھا۔

"پہلے تو وہ صرف جھکی اور لاکٹ کو اُٹھایا۔ "یہ...؟

لاکٹ کے ایک حصے میں اس کی بچپن کی تصویر تھی وہی نیلی فراک، وہی آدھے کٹے بال... مگر دوسرا حصہ؟

یزدان...؟"اس نے ٹوٹتی آواز میں خود سے کہا۔ وقت رُک گیا۔ سانسیں جیسے" سینے میں قید ہو گئیں۔ ہاتھ لرزتے ہوئے آگے بڑھے۔ دل جیسے دھڑکنا بھول گیا ہو۔ یہ کیسے ممکن تھا؟ یزدان کی بچپن کی تصویر—اسی لاکٹ میں؟اور...اس کے ساتھ؟؟ کچھ دن پہلے دادی نے جو پرانی تصویریں دکھائی تھیں، وہ ایک لمحے میں ذہن میں دوڑ گئیں۔ "مگر... یہ لاکٹ تو کبھی کھلا ہی نہیں تھا، مجھے تو معلوم "... بھی نہیں تھا کہ یہ کھلتا ہے

وہ فرش پر بیٹھی، لاکٹ کو دونوں ہاتھوں میں پکڑے، جیسے کوئی خزانہ مل گیا ہو —یا کوئی راز۔ "یہ تصویر... صرف اتفاق نہیں ہو سکتی..."اس کے اندر ایک عجیب سا ہلچل مچنے لگا۔ محبت، حیرت، خوف—سب کچھ ایک ساتھ۔ اسے ایسا لگا جیسے اچانک کسی نے ماضی کا دروازہ کھولا ہو... یہ یہ کیسے۔۔۔؟؟اس نے سوالیا نظروں سے اس لوکٹ کو گھورا۔ کہ یک دم کمرے کا دروازا کھولا۔۔۔

یار نور جلدی کروں سب ہال پہنچ گئے ہیں اور باہر ڈرائیور ویٹ کر رہا ہے، پری نے دروازے سے جھانکتے ہوئے کہا، پری نرم آسمانی رنگ کے سوٹ میں ملبوس تھی اُس کے لباس پر کی گئی گلابی و چاندی کی باریک کڑھائی، جالی دار دوپٹہ، کندھوں پر ہلکی سی پھسلتی ہوا، اُس کے کھلے بال ہلکی ہلکی لہروں میں پشت پر بکھرے تھے، ماتھے پر نفیس جھومر ٹکا ہوا، جو آنکھوں کی چمک کو اور گہرا کر رہا تھا۔ گلابی شیڈز میں بلش، ہلکی ہائی لائٹر سے دمکتی رنگت، اور گہرے بادامی رنگ کی لپ اسٹک، پری، واقعی کسی دیومالائی داستان کی نازک شہزادی تھی —— ایک ایسی لڑکی جس کا سراپا دیکھ کر لمحے رُک جاتے ہیں۔ اوکے چلے، نور نے اٹھتے ہوئے کہا، ویسے یار تم کتنی کمال لگ رہی ہوں۔۔ پری نے نور کو دیکھتے ہوئے کہا، اگ تو تم لگا رہی ہو محفل میں۔ نور نے پری کو چٹکی کھاٹتے ہوے کہا ، افففف یار۔۔۔!! چڑیل کہی کی۔۔۔ پری نے اپنا کندہ مسلتے ہوئے کہاں۔ اور دونوں باہر کی طرف پڑی

کہاں جارہے ہو تم ؟ عبید نے اُسے حیرت سے دیکھتے ہوئے پوچھا، جو نکاح کی رسم کے بیچوں بیچ اچانک اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ یزدان نے سرسری سی نظر فون کی اسکرین پر ڈالی، اور مختصر سا جواب دیا، "کچھ دیر میں آتا ہوں۔" عبید نے اُس کا ہاتھ تھاما، جیسے سمجھ نہ پا رہا ہو،

"یار نکاح ہے تمھارا۔۔۔اور تم ایسے جا رہے ہو؟"

ابھی عبید کی بات مکمل نہ ہوئی تھی کہ سردار شہریار کی بھاری آواز گونجی، "برخوردار، تمھارا نکاح ہے، اور آج بھی تمھیں کوئی ضروری کام یاد آ گیا؟" یزدان نے ایک لمحے کے لیے آنکھیں بند کیں، جیسے ضبط کا پیمانہ لبریز ہو چکا ہو،

"ڈیڈ، اِٹس امپورٹنٹ۔۔۔ میں بس ابھی آتا ہوں۔"

اُس کا لہجہ نرم ضرور تھا، مگر آنکھوں کی سنجیدگی میں کچھ چھپا ہوا تھا۔ وہ تیزی سے باہر کی جانب بڑھا، جیسے کسی فیصلے کی تکمیل کا وقت آ گیا ہو۔ سردار شہریار اُسے جاتے ہوئے دیکھتے رہے، مگر وہ کچھ نہ کہہ سکے۔۔۔ کیونکہ اُن کے بیٹے کے

چہرے پر آج وہ ضد تھی، جو صرف محبت کی شدت دکھاتی ہے——یا پھر...

خطرہ,

******

گاڑی کی خاموشی میں صرف ہلکی سی ہنسی گونج رہی تھی، جب نور اور پری آپس میں کسی بات پر مسکرا رہی تھیں۔ نور کی گود میں لورائنا سہمی سی سمٹی بیٹھی تھی، اور نور نرمی سے اس کے نرم بالوں میں انگلیاں چلا رہی تھی۔ پری نے جھک کر سرگوشی میں کچھ کہا، جس پر نور کی ہنسی کی آواز ذرا بلند ہوئی۔ ڈرائیور سڑک پر مکمل توجہ دیے گاڑی چلا رہا تھا کہ یکدم ایک سیاہ رنگ کی کار ان کی گاڑی کے بالکل سامنے آکر رکی۔

بریک کی چیختی آواز کے ساتھ گاڑی ایک جھٹکے سے رکی، اور دونوں تقریباً اپنی سیٹوں سے اچھل پڑیں۔ پری کا ہاتھ دل پر چلا گیا۔ "یااللہ! یہ کیا تھا؟" اُس نے گھبرا کر کہا۔ نور نے بمشکل لورائنا کو سنبھالا اور باہر دیکھنے کی کوشش کی، کہ اسی لمحے دوسری کار کا دروازہ کھلا۔

یزدان۔ وہ غصے سے لبریز نظروں کے ساتھ تیزی سے آگے بڑھا، اور آکر سیدھا نور کی سائیڈ کا دروازہ کھولا۔ "کیا کر رہے ہیں آپ؟" نور نے پریشان ہو کر کہا، مگر اس کی بات مکمل ہونے سے پہلے ہی یزدان نے اس کا بازو مضبوطی سے تھام لیا۔ "چلو!" وہ صرف اتنا بولا، مگر لہجے میں ایسا اٹل حکم تھا کہ نور کی آواز گلے میں ہی رک گئی۔ "چھوڑیں مجھے... درد ہو رہا ہے یزدان!

" نور نے مزاحمت کرتے ہوئے کہا، مگر وہ اُسے نرمی اور زبردستی کے درمیانی انداز میں کھینچتے ہوئے اپنی گاڑی کی طرف بڑھا۔ پری دروازہ کھول کر باہر نکلی، "یزدان بھائی! یہ کیا بدتمیزی ہے؟" وہ چلائی، مگر یزدان نے مڑ کر صرف ایک تیز نظر اس پر ڈالی، اور گاڑی کا دروازہ زور سے بند کیا۔ پھر ڈرائیور کے کان میں کچھ کہا، شاید کہ گاڑی واپس بھیج دے، یا پری کو حفاظت سے شادی ہال پہنچائے۔ وہ خود نور کو لیے اپنی سیاہ گاڑی تک پہنچا۔ "یزدان... چھوڑیں، پلیز..." نور کی آواز بھیگ گئی تھی، آنکھوں میں آنسو تیرنے لگے تھے۔ لیکن وہ، جس کے چہرے پر خاموش طوفان چھپا تھا، اسے بینا دیکھے ہوئے گاڑی کے دروازے میں بٹھا چکا تھا۔ دروازہ بند ہوا، گاڑی اسٹارٹ ہوئی، اور وہ ہال کی طرف نہیں، کسی

اور رخ رواں ہو گئی۔ گاڑی کے شیشے پر بارش کی نمی سی جمی تھی، اور اندر خاموشی صرف دل کی دھڑکنوں کو چیخنے دے رہی تھی۔

پری جب سے ہال میں آئی تھی تب سے اب اس سے پوچھ رہے تھے کہ نور کہا ہے۔۔اور یہ چھوٹ بولتے بولتے تک گئی۔۔۔پر دادی کو کچھ ٹھیک نہیں لگ رہا ،پری مجھے سچ سچ بتاؤں کیا ہوا دادی نے پری کو سائیڈ پر کرتے ہوئے کہا۔۔دادی کچھ نہیں ہوا سب ٹھیک تو ہے پری نے دادی کی بات ٹالتے ہوئے کہاں ۔۔۔پری میں تمھاری دادی ہو بتاؤں مجھے۔۔مجھے پتا ہے کچھ تو ہوا ہے۔۔۔ اخر کار پری نے انہیں سب سچ بتا دیا کہ انکے ساتھ راستے میں کیا ہوا۔۔ہائے اللہ دادی گرتے ہوئے صوفے پر بھیٹ گئی۔۔۔یہ کیا کر دیا تم نے یزدان ۔۔۔؟؟کیوں کیا تم نے ایسا۔۔۔؟؟اخر کیوں۔۔۔؟؟دادی نے اپنا سر دونوں ہاتھوں میں پکڑتے ہوئے کہاں ،اللہ میرے بچوں پر رحم فرمادے دادی یہ کہ کر اٹھی۔۔۔!!ایک بچے کی زندگی تو تباہ ہو گئی پر اس کی وجہ سے ہم دوسری بچی کی زندگی تباہ نہیں کر سکتے۔دادی نے کچھ سوچتے ہوئے کہا اور وہاں سے اٹھ کر سٹیج

پر گئی۔۔!! سردار شہریار۔۔۔!! دادی نے شہریار انکل کو آواز دیتے ہوئے کہا

!!،،،جی والدہ۔۔۔

جب تک یزدان نہ جائے تب تک ہم عبید اور زیمل کا نکاح شروع کر دیتے ہے

۔۔۔!! جی ٹھیک کہ رہی ہے اپ یاسر انکل نے انکے ہاں میں ہاں ملاتے ہوئے

کہاں۔۔

رات کی سیاہی آسمان سے زمین پر اتر آئی تھی، اور سڑک پر چلتی یزدان کی گاڑی میں ایک خاموش جنگ جاری تھی۔ نور شیشے سے باہر دیکھ رہی تھی، پر نظر دھندلا چکی تھی۔ یزدان کے چہرے پر کچھ لکھا تھا... کچھ ایسا، جو صرف وہی پڑھ سکتا تھا۔ "ہم کہاں جا رہے ہیں؟" نور کی آواز شکستہ سی تھی، جیسے کسی معصوم نے اندھیرے سے سوال کیا ہو۔ یزدان نے کوئی جواب نہیں دیا... بس ایک لمحے کے لیے اس کی طرف دیکھا، اور پھر گاڑی ایک پرانے طرز کے حجرہ نما

دروازے کے سامنے رک گئی۔ دروازے پر ایک پرانا لالٹین ٹمٹما رہا تھا، جیسے یہ جانتا ہو کہ

آج کسی کی تقدیر لکھی جانے والی ہے۔ نور نے گاڑی سے اترنے سے انکار کیا۔ "یہ سب کیا ہے یزدان؟ مجھے واپس لے کر جائیں!" مجھے نہیں جانا کہی بھی ،نور تمہیں یاد ہے تم نے وعدہ کیا تھا مجھ سے۔۔۔اور اب اس وعدے کو پورا کرنے کا وقت آگیا ہے، نور بس اس وقت کو پچتارہی تھی کہ اس نے وعدہ کیوں کیا تھا۔ پر یہ تو اسے کہ انکے درمیان کچھ تو ہے، "تمھیں مجھ پر بھروسہ ہے، نور؟" یہ سوال نہیں، ایک خاموش التجا تھی۔ نور کچھ لمحے خاموش رہی... پھر آہستہ سے سر ہلا دیا۔ اگر بھروسہ نہ ہوتا تو ابھی تمھارے ساتھ یہاں کھڑی نہ ہوتی، یزدان نے اسکا ہاتھ تھام کر اُسے اندر لے گیا،

ایک سادہ سے حجرے میں۔ دیوار پر سورۃ الروم کی آیت لکھی تھی: اور اس نے تمھارے لیے تمھاری ہی جنس سے جوڑے پیدا کیے، تاکہ تم ان سے سکون حاصل کرو... "نور کی نظر اس آیت پر پڑی اور پر اس نے یزدان کی طرف

دیکھا، جو بڑے حق سے اسکا ہاتھ پکڑ کر اس سے ایک قدم آگے بڑھ رہا تھا، جیسے اسکا محافظ ہو،

ایک بزرگ قاضی پہلے سے موجود تھا۔ سفید ریش، آنکھوں میں نور، اور ہاتھ میں کچھ کاغذات، جبکہ سائڈ پر کچھ گواہان موجود تھے "لڑکی کا ولی؟" قاضی صاحب نے پوچھا۔

یزدان نے خاموشی سے سردار شہریار کا دستخط شدہ وکالت نامہ میز پر رکھا۔ جو اس نے دوکھے سے بزنس کے کاغذات میں ان سے سائن کیا تھا قاضی نے حیرت سے دیکھا۔ "یہ نکاح باقاعدہ اجازت سے ہو رہا ہے؟" "جی۔" یزدان نے آہستہ سے کہا۔ "لیکن خفیہ... فی الحال۔" نور نے دل تھام لیا۔ وہ سن ہی نہیں پارہی تھی... یہ سب کیسا ہو رہا تھا؟ کب طے ہوا؟ کیسے؟ وہ بس بنا آنکھے چپکائے یزدان کو دیکھ رہی تھی "نور حیات بنت فائق سراج... کیا آپ کو یزدان "شہریار ولد شہریار رلی سردار کے ساتھ نکاح قبول ہے؟

یہ سوال جیسے وقت کو منجمد کر گیا۔ نور نے یزدان کی طرف دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں وہی سوال تھا، جو برسوں سے اس کے دل میں تھا... *کیا تم میری

ہو ؟* وہ آنکھوں ہی آنکھوں میں بول رہا تھا۔ نور نے لب ہلائے، اور وہ تین لفظ "ادا کیے جو ہمیشہ کے لیے تقدیر بدل دیتے ہیں: قبول ہے۔

شادی ہال میں ہر طرف روشنا یا تھا۔۔ سٹیج کے ار گرد جھلملاتے لائٹس، اور ایک سائیڈ پر زیمل بھیٹی، چہرے پر لال گھونگھٹ اوڑھے جس پر عبید کی دلہن ہے لکھا تھا، جبکے دوسری سائڈ پر عبید بھیٹا تھا، جبکہ درمیان میں پھولوں کی لڑیا لڑھک رہی تھی، قاضی صاحب شروع کرے نکاح سردار شہریار نے آگے بڑھتے ہوئے کہا، قاضی صاحب کی آواز گونجی: "زِمال بنت یاسر قریشی، کیا آپ کو عبید شہریار ولد شہریار علی سردار کا نکاح قبول ہے ؟" بیٹا جواب دوں، بشرہ بیگم نے زیمل کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا، جی قبول ہے،

زیمل نے سر ہلاتے ہوئے کہا میں وعدہ کرتا ہو زیمل میں اپنی ہر دعا تمہاری ہنسی پر وار دوں گا۔ "عبید نے سرگوشی کی۔۔ ! ! زِمال بنت یاسر قریشی، کیا آپ کو اُبید شہریار ولد شہریار علی سردار کا نکاح قبول ہے ؟" قاری نے دوسری بار پوچھا۔۔ جی قبول ہے زیمل نے سر ہلا یا۔۔ اور اسے کے ساتھ عبید نے دوسرہ

وعدہ کیا، میں وعدہ کرتا ہوا گر کبھی تمھاری آنکھوں میں آنسو آئے تو اُنھیں

تمھاری پلکوں پر ٹھہرنے نہیں دوں گا—کیا آپ کو اُبید شہریار ولد شہریار علی

سردار کا نکاح قبول ہے، قاری نے تیسری بار پوچھا۔جی قبول ہے۔۔۔!!آج تم

نے تین بار 'قبول ہے' کہا...

میں عمر بھر تین چیزوں کا وعدہ کرتا ہوں زیمل —

عزت، حفاظت...اور بے حد پیار۔"عبید نے اپنے دل میں خود سے وعدے کئے

،اور اس طرح پر عبید سے پوچھا گیا کچھ دیر بعد ساری حال میں مبارک باد کی آواز

گونجی،اُبید آہستہ قدموں سے آگے بڑھا، جیسے ہر قدم کے ساتھ دل کا ایک

دھڑکن گواہی دے رہا ہو۔۔۔ وہ زِمال کے پاس رُکا، گھونگھٹ کے پیچھے چھپی

چہرے کی روشنی کو دیکھا،

پھر نرمی سے گھونگھٹ ہٹایا،اس کے ماتھے پر محبت سے بوسہ دیا—اور آہستہ

سے کہا تمھیں پالینا عبادت جیسا ہے...اور تمھیں سجدے میں مانگنا میری زندگی

کا سب سے پاک لمحہ۔"

ہال روشنیوں سے جگمگا رہا تھا، اور مرینہ کے سنگ یزدان کے نکاح کی خوشی میں سب چہروں پر تبسم بکھرا ہوا تھا۔ جبکہ عبید اور زیمل کا نکاح ہو گیا تھا، اب سب یزدان کا ویٹ کر رہے تھے، جبکہ دادی اور پری کا دل بیٹھتا جا رہا تھا، پری نے سب کو جھوٹ بول دیا تھا کہ نور کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی وہ گھر پر جبکہ اسے یزدان اپنے ساتھ لے کر گیا تھا، یک دم سامنے سے یزدان آتے ہوئے دکھائی دیا آج کی شب، وہ صرف خوبصورت نہیں لگ رہا تھا، بلکہ مکمل لگا... جیسے اپنے ہونے کو، اپنے فیصلے کو... سچ بنا کر چلا آ رہا ہو۔ اور اس کے ساتھ، نورِ حیات! آسمانی نیلے رنگ کے لباس میں، جس پر چاندنی کی طرح سفید کام جگمگا رہا تھا۔ چہرے پر وہی معصومیت، یزدان نے نور کا ہاتھ پکڑا ہو تھا

ہال میں تو جیسے سُناٹا چھا گیا——لوگوں کی نظریں سٹیج سے ہٹ کر اب نور پر جم گئیں، جو یزدان کے ساتھ چلتی ہوئی اسٹیج کی طرف آ رہی تھی۔ مرینہ نے بمشکل خود کو سنبھالا، اور علینہ بیگم کی آنکھوں میں حیرت، خفگی اور خوف تینوں یکجا نظر آئے۔ جبکہ بشرہ بیگم ساکت کھڑی رہی یزدان نے سب کی پرواکیے بغیر نور کا

ہاتھ تھاما ہوا تھا۔ اس کے لمس میں اعتماد تھا، اور قدموں میں اعلان۔ جبکہ نور نگاہ نیچھے کی تھی "جب میرا رب میرا نصیب لکھتا ہے، تو پھر لوگ کیا سوچیں... یہ میرا مسئلہ ہی نہیں !" وہ دل ہی دل میں خود کو تصلی دے رہی تھی، اور یزدان نے قدم روکتے ہوئے سب کے سامنے علان کیا: یہ بیوی ہے آج سے یہ نور حیات زوجہ یزدان ہے۔۔ !! اج سے یہ میری عزت ہے، اور اسکے یہ لفظ سٹیج پر کھڑی لڑکی کے دل کو چکنا چور کر گئے،

یزدان کے الفاظ فضا میں گونج رہے تھے: "یہ میری بیوی ہے، پر سردار شہریار ہال کے ایک کونے میں کھڑے وہ اس مرد کی طرح لگ رہا تھا، جس نے اپنی ساری عمر اصولوں کی سلطنت کھڑی کی ہو... اور آج خود اپنے بیٹے نے اُن دیواروں کو ہلا دیا ہو۔ ان کے ہاتھ کی انگلیوں نے لاشعوری طور پر انگوٹھی کو گھمانا شروع کر دیا۔ چہرے پر کوئی تاثر نہ تھا، صرف ایک عجیب سی خاموشی۔ مگر آنکھیں... ان میں طوفان تھا۔ ایسا طوفان جو باہر کچھ نہ بولا، مگر اندر کئی فیصلے لے چکا تھا۔ وہ دھیرے دھیرے یزدان کی طرف بڑھے۔ ہال میں سانس لینا بھی مشکل ہو گیا تھا۔

یزدان نے اپنی جگہ سے ہلنے کے بجائے، سر اُٹھا کر باپ کی آنکھوں میں دیکھا۔ پہلی بار ایک مرد نے، دوسرے مرد کے فیصلے کو نظر میں رکھا——ڈر کے بغیر۔ سرادر شہریار ٹھہر کر رکے۔ نور پر ایک نظر ڈالی۔ اس کی نظریں جھکی ہوئی تھیں، تم نے میری عزت کو اج چکھنا چور کر دیا ہے یزدان۔۔۔!! سردار شہریار نے سرد مگر مضبوط لہجے میں کہا، یزدان، تم نے اپنے فیصلے سے مجھے نہیں، میرے اصولوں کو تھوڑا ہے... یاد رکھنا، جو شخص باپ سے زیادہ خود کو بہتر سمجھے، وہ یا تو بہت نادان ہوتا ہے... یا بہت مجبور۔" مجھے نہیں پتا تم نے یہ فیصلہ کیوں لیا ہے، پر میری ایک بات یاد رکھنا تم نے ایک لڑکی کے خواہشات سے کھیلا ہے۔ یہ کہ کر وہ پیچھے ہٹے...اور بس اتنا کہا: اب جو کیا ہے، اسے نبھانا بھی تمہیں ہوگا۔ اکیلے اور وہ وہاں سے خاموشی سے نکل گئے۔ ہال میں اب بھی سناٹا تھا... مگر یزدان! کے قدم، اپنی جگہ سے نہ ہلے۔ کیونکہ اب وہ فیصلہ اُس نے صرف محبت کے لیے نہیں... عزت کے لیے کیا تھا۔ یزدان کی بات سن کر سب کے لب سلے تھے... مگر *علینہ بیگم* کا دل دھڑکنا بھول چکا تھا۔ اُن کا بیٹا، اُن کی پرورش کا فخر، آج ان کے خوابوں کو روند کر، ایک ایسی لڑکی کا ہاتھ تھامے کھڑا تھا... جسے وہ

کبھی اس گھر کا حصہ ماننے کو تیار نہ تھیں۔ وہ اپنی جگہ پر ساکت کھڑی تھیں، گویا کسی نے پتھر کا مجسمہ بنا دیا ہو۔ اُن کی نظریں نور پر ٹکی تھیں نیلے لباس میں لپٹی، سبز آنکھیں جھکائے، چپ چاپ کھڑی وہ لڑکی، جسے کل تک وہ "چالاک" اور "چالباز" سمجھتی تھیں... آج اُن کی بہو بن چکی تھی۔ "یزدان..." اُن کی آواز کانپ رہی تھی، "یہ کیا کیا تم نے؟" یزدان نے ماں کی طرف دیکھ کر بس ایک ہی جملہ کہا: وہ جو دل میں برسوں سے تھی... اُسے اب زندگی میں لے آیا ہوں، "ماں۔

علینہ بیگم کا دل جیسے کسی نے مٹھی میں لے لیا ہو۔ ان کے لبوں پر ایک کڑوا سا تبسم ابھرا— وہ مسکراہٹ جو اکثر شکست کی گواہی دیتی ہے۔ پر اس لڑکی کا کیا ۔۔؟؟ عالینہ بیگم نے سٹیج پر کھڑی مرینہ کی طرف اشارہ کیا، علینہ بیگم آگے بڑھیں، اُن کے قدموں کی چاپ میں غصہ تھا، آنکھوں میں شعلے، اور لبوں پر وہ تلخ خاموشی نور نے جیسے ہی نظریں اٹھائیں، سامنے علینہ بیگم کھڑی تھیں۔ "کیا یہی تمھاری تربیت ہے؟" ان کے الفاظ، نور کے دل پر چاقو کی طرح گرے۔ "میری پیٹھ پیچھے میرے بیٹے کو ورغلا کر، اُس سے نکاح کر لیا؟

تم نے وہ بھی اُس دن، جب اُس کا نکاح کسی اور سے ہو رہا تھا؟" نور کی پلکیں لرزیں، وہ خاموش رہی۔" تمھاری معصوم شکل، تمھاری خاموشی... سب ایک چال ہے، ہے نا؟" علینہ بیگم کی آواز بلند ہو گئی تھی۔" میرے بیٹے کو چھین لیا تم نے!" یزدان درمیان میں آیا، "بس کریں مما! یہ اب بیوی ہے میری!" مگر علینہ بیگم کی آواز اُس کے الفاظ پر حاوی تھے۔" بیوی؟ وہ لڑکی جسے تم نے چپکے سے بیاہ لیا، وہ بیوی ہے؟ کیا اُس ماں سے پوچھا جس نے تمھیں پال پوس کر بڑا کیا؟ تمھارا ہر خواب پورا کیا؟" نور کے آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے، مگر وہ کچھ نہ بولی۔ اُس کے اندر بس ایک جملہ گونج رہا تھا:

" کبھی کبھی سچ، سب سے بڑی سزا بن جاتا ہے۔"

علینہ بیگم نے آخری نظر نور پر ڈالی، ایک ایسی نظر جو شاید زندگی بھر اس کے دل پر نقش رہنے والی تھی، اور پھر پلٹ گئیں... جیسے دل کا دروازہ ہمیشہ کے لیے بند کر گئی ہوں، بشرہ بیگم جو سائڈ پر ساکت کھڑی تھی

بشریٰ بیگم کو جیسے کسی نے اچانک زمین پر دھکا دے دیا ہو۔ ان کی آنکھیں پھیل گئیں، اور لبوں سے بس ایک لفظ نکلا: یہ کیا مذاق ہے؟" بشریٰ بیگم کی آواز کانپنے

لگی، "یہ... یہ کیا بے حیائی ہے؟ ہماری عزت، ہماری انا، ہمارا رشتہ... سب روند کر رکھ دیا!" وہ ہال میں موجود مہمانوں کو دیکھنے لگیں، جن کے چہرے پر حیرت، تجسس اور چپ کی تہہ جمی تھی۔ کیا اس بے ذاتی کے لئے آپ لوگوں نے یہ رشتہ کیا تھا۔۔؟؟ بشرہ بیگم نے عالینہ بیگم کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھا ،جبکے دادی کو تو یقین ہی نہیں آرہا تھا، کہ ان کا پوتا اسا بھی کر سکتا ہے، زیمل نے نور کی طرف نہ دیکھا اور نہ کچھ کہا، نہ کوئی سوال کیا، نہ حیرانی کا کوئی اظہار... مگر اس کی خاموشی شور سے زیادہ طاقتور تھی۔ تم میری بہن ہو...سچ کہتے ہے کبھی کبھی کچھ محبتیں مقدر ہوتی ہیں...اور کچھ صرف خواب۔"سردار خھریار مجھے تم لوگوں اے یہ امید نہی تھی، یاسر قریشی کی آنکھے لال تھی، تم لوگ تو عزت دار خاندان سے تھے، پھر مجھے نہیں لگا تھا کہ تم لوگ ایسے نکلو گے۔۔۔!! سردار شہریار چپ کھڑا کیونکہ غلطی انکی تھی، وہ اج اپنے بیٹے کی وجہ سے سر جکا کر کھڑا تھا، وہ سردار جس نے اج تک جسی انسان کے سامنے اپنے انکھے بھی نہیں جکائ تھی، اج وہ اپنے بیٹے کی وجہ اے شرمندہ تھا وہ سردار، جس نے برسوں تک پہاڑوں کی چوٹیوں پر اپنی انا کا جھنڈا اگاڑا تھا، پر آج بیٹے کے ایک فیصلے

نے اُس کی گردن زمین کی طرف جھکادی تھی کیونکہ بعض اوقات اولادوہ سبق پڑھادیتی ہے، جو وقت بھی نہ سکھا پایا۔اج سے ہمارے اور اپکے درمیان سب ختم۔۔۔۔

یہ بات سنتے ہی عبید کا دل زور سے ڈرکا۔۔!! جبکہ یہ بات سنتے ہی یزدان !! اگے بڑھا، انکل۔۔۔۔!! ابھی یزدان کچھ کہتا کہ یاسر انکل نے ہاتھ اٹھا کر اسے روکھ لیا، یزدان تم نے جو کرنا تھاوہ تم نے کرلیا۔۔۔، میں تمہیں کچھ کہنے کا حق نہیں رکھتا اسلئے چھوپ ہو۔۔!! پر اسکا یہ مطلب نہیں کہ تم میرے فیصلوں میں داخل اندازی کروں، عبید کل خلانامہ بیجھ دینا، یاسر بیٹا غصے میں اکر غلط فیصلے نہ کروں، ٹھنڈے دماغ سے سوچو۔۔۔!!

دادی اپکی بات سر آنکھوں پر۔۔!! پر اب سوچھنے کے لئے کچھ نہیں بچا، چلو چلے ۔۔۔!! یاسر قریشی نے ان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا ابھی یہ لوگ ہال سے باہر جاتے کہ مرینہ یزدان اے کچھ فاصلے پر کھڑی ہے ہوش ہوئ ابھی وہ زمین بوس کوتی کہ یزدان نے اسے اپنے باہوں میں سمیٹ لیا، جبکہ یاسر انکل

ڈور کر اپنی بیٹی کے پاس ایا۔۔ دور رہو میری بیٹی سے ابھی اسکا باپ زندہ ہے یاار انکل نے یزدان کو مرینہ سے دور کرتے ہوے کہا،

ہسپتال کی سفید روشنیوں میں سب کچھ دھندلا لگ رہا تھا۔

یزدان اپنی انگلیوں کو بار بار مروڑ رہا تھا، جیسے کوئی پچھتاوا ان میں چھپایا جا سکتا ہو۔

دروازے کے اُس پار، جہاں "ایمرجنسی" کی لال بتی جل رہی تھی... وہاں مرینہ تھی——وہ لڑکی، جو کبھی اُس کی ہونے والی بیوی تھی... اور اب بے ہوش تھی۔ ایک ڈاکٹر باہر نکلا، یزدان فوراً آگے بڑھا۔

کیسی ہے وہ؟"" "دماغ پر صدمہ شدید تھا... فی الحال ہم ہوش میں لانے کی کوشش کر رہے ہیں..." ہمیں کچھ میڈیسن چاہیئے یہ لے ائا ابھی یزدان وہ پرچی لیتا کہ یا سے انکل نے لیا اور باہر کی طرف روانہ ہوا ڈاکٹر کی بات ختم ہونے سے پہلے ہی یزدان نے دیوار کا سہارا لے لیا۔

نہ جانے یہ بوجھ مرینہ کے درد کا تھا یا اپنے ضمیر کا۔ "میں نے اُسے توڑا نہیں...

"...وہ پہلے سے ٹوٹی ہوئی تھی... میں نے بس سچ کہا، اور سچ اکثر جان لیوا ہوتا ہے

دروازہ کھلا۔ وہ اندر داخل ہوا۔ مرینہ خاموش پڑی تھی۔ چہرہ زرد، آنکھوں کے

گرد حلقے... مگر اُس کے لب اب بھی کچھ کہنے کو لرز رہے تھے۔ یزدان نے اُس

"...کے قریب بیٹھتے ہوئے دھیرے سے اُس کا ہاتھ تھاما۔ "مرینہ

اُس کے آنکھوں کے کونے بھیگنے لگے۔ "کیوں...؟" مرینہ نے بمشکل آنکھیں

کھولیں، "کیوں یزدان...؟ میں نے تمہیں کبھی مانگا نہیں، صرف تمہارا انتظار کیا

"...تھا

یزدان کا گلا رندھ گیا۔ اُس نے نظریں جھکا لیں۔

کیونکہ میں صرف تمہارا انتظار تھا، مرینہ... تمہاری تقدیر نہیں..."پر میرا کیا"

قصور تھا میرا۔۔۔؟؟ اس نے یزدان کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھا، اب

چپ رہوں مرینہ تمھاری طبیعت ٹھیک نہیں، یزدان نے اسکے ہاتھ کو تھامتے

ہوئے کہاں، جبکہ یک دم کمرے کا دروازا کھولا اور نور اندر آنے والی ہی تھی، ہر

جیسے ہی یزدان کے ہاتھ کو مرینہ کے ہاتھ میں دیکھا وہ دروازے سے واپس پلٹ گئ،

ابھی زیمل اوپر کی طرف جارہی تھی کے اسکی نظرے عبید سے ٹکرائی عبید نے نظرے پیرلی کیونکہ وہ ان بھوری انکھوں میں نہیں دیکھ سکتا تھا، پہلے ان آنکھوں میں عبید کی دنیا بسا کرتی تھی پر اج ان آنکھوں میں شکوہ تھا، وہ بھوری آنکھے زیادہ آنسو کی وجہ سے لال تھی، ک

یا کیا سوچھا تھا ان لوگوں اور کیا ہوا۔۔!! وہ بنا کچھ کہے دوسری طرف چلی گئ

،عبید۔۔۔!!! دادی نے پیچھے سے عبید کو آواز دیتے ہوئے کہا، جی دادی۔۔۔!! جا کر ان کا سامان اپنی نگرانی میں اندر لے آؤ، کیا یا سر انکل مان گئے۔۔۔؟؟ عبید نے حیران ہوتے ہوئے پوچھا، ہاں بیٹا۔۔۔!! یہ تو مرینہ کی وجہ سے مان گۓ اس بچی کا بہت بڑا دل ہے، دادی یہ کہتی باہر کی طرف چلی گئ جبکہ عبید سوچ میں پڑ گیا۔۔!! کیونکہ وہ مرینہ کو بہت اچھے سے جانتا تھا، وہ کسی کا بلا نہیں کر سکتی جب تک اسکا اپنا فائدہ نہ ہوں،

مرینہ کو گھر لایا گیا تھا، بشرہ بیگم اور سردارنی عالینہ ان کے ساتھ تھی، جبکہ زیمل اپنے روم میں تھی،اور پری کی طبیعت بہت خراب تھی تو وہ دادی کے کمرے میں تھی۔ یزدان جب سے ایا تھا اپنے نئ نویلی دلہن کو ڈونتے ڈونتے تک گیا،اب وہ بالکنی کی طرف بڑھا جہاں وہ ہاتھ میں کتاب لئے چاند کو تھک رہی تھی، جبکہ چاندنی اپنی مکمل شدت کے ساتھ زمین پر برس رہی تھی۔ بالکنی کی چھوٹی سی میز پر ایک کھلی کتاب دھری تھی،اور ساتھ ہی ٹھنڈی چائے کا کپ۔۔۔نور حیات چپ چاپ چاند کو دیکھ رہی تھی، جیسے اُس کی چمک میں کچھ تلاش رہی ہو...جو وائٹ کلر کے ڈریس میں ملبوس تھی، جس پر ہلکا سہ کام ہوا تھا،اور اس کے پر ایک شال اڑھی ہوئی تھی جبکہ بالوں کو اوپر بند کیا ہوا تھا جس سے کچھ لاٹے چہرے پر تھی،

یزدان نے جیسے ہی بالکنی میں قدم رکھا،اس کے قدموں کی چاپ پر بھی نور نے پلٹ کر نہ دیکھا۔ "تم یہاں کیا کر رہی ہو؟" یزدان نے قدرے حیرت سے پوچھا۔ "ڈانس!" نور نے خفگی سے کہا۔ "کس کے ساتھ؟" یزدان نے شرارتی

انداز میں ابرو چڑھائے۔" جنوں اور بھوتوں کے ساتھ !"نور نے کتاب بند کرتے ہوئے طنز سے کہا، جب تمہارہ اتنا ہینڈسم شویر ہے تو تمہیں کیا ضرورت جن اور بھوت کے ساتھ ڈانس کرنے کی، یزدان نے اپنے بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا، وہ کیا ہے نہ کہ میرے شوہر کو اور لڑکیوں کا خیال رکھنے سے فرصت نہیں ملتی" یزدان کے لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ پھیل گئی۔ وہ آہستہ "آہستہ اس کے قریب آیا، اوہ"تو لوگ پوزیسیو ہو رہے ہیں؟

نن... نن... نہیں، میں کیوں پوزیسیو ہوں گی؟"نور نے گھبرا کر نظریں" چرائیں۔ "اوہ، تو اس کا مطلب ہے تمہیں فرق نہیں پڑتا اگر تمہارا شوہر کسی اور کے ساتھ ڈانس کرے؟" یزدان نے جھک کر اُس کے کان کے قریب کہا، اُس کی آواز میں جان بوجھ کر شوخی بھری تھی۔ نور نے تھوڑا پیچھے ہو کر اُسے گھورا، "آپ بہت بدتمیز ہیں !""اور تم بہت حسین ہو..." یزدان نے دھیرے سے اس کا ہاتھ تھاما، "اور سچ کہوں... میں جب تمہیں نہیں دیکھتا، تو مجھے ایسا لگتا ہے "جیسے میری دنیا کسی اور کے قبضے میں چلی گئی ہو۔

نور کی پلکیں لرزیں، دل کی دھڑکن لمحے بھر کو رک سی گئی۔

مجھے تم سے محبت ہے، نور... اور تم میری بیوی ہو، صرف میری۔ یزدان نے" آہستگی سے اُس کی پیشانی پر بوسہ دیا۔ "تم میری زندگی کی وہ دعا ہو، جسے میں نے کبھی زبان پر نہیں لایا تھا... پر اللہ نے پھر بھی قبول کر لیا۔ "اور چاندنی اس لمحے اور بھی روشن ہو گئی، جیسے آسمان بھی اس عشق پر اپنی روشنی لٹا رہا ہو۔ کتنے جھوٹ بولتے ہیں آپ۔۔ !! وہ معصومیت سے بولی، یزدان نے نور کی بات پر ہلکا سا قہقہہ لگایا، پھر چند لمحے اُسے یونہی دیکھتا رہا——چاندنی روشنی میں بھی اس کے سبز آنکھوں کی چمک بجھ نہیں رہی تھی۔ وہ آہستہ سے اس کے قریب ہوا، اور اس کی پیشانی پر جھولتا ہوا بال نرمی سے انگلیوں کی پور سے ہٹایا۔ نور نے نظریں چرا لیں، لیکن وہ جانتی تھی، یزدان کی نظریں اس پر ٹھہری ہوئی تھیں۔ "تمہیں پتہ ہے..." یزدان نے آہستگی سے کہا، "یہ آنکھیں بچپن سے ویسی ہی ہیں——شور کرتی، مگر چپ رہتی... مجھے ہر رنگ بھول جائے، پر یہ سبز رنگ... شاید کبھی نہیں۔ "نور نے حیرت سے اس کی طرف دیکھا، جیسے وہ کچھ کہنا چاہتی ہو،

یہ آنکھیں صرف میری ہیں، اور جب بھی ان میں آنسو ہوں، تو سمجھ لینا" حیات... کہ میرا دل بھیگ گیا ہے..." یزدان نے اسکے آنکھوں پر بوسہ دیتے ہوئے کہا،

نور کی پلکیں لرزیں، دل جیسے ایک لمحے کو رُک سا گیا۔ اُس نے کچھ نہیں کہا، لیکن دل میں بہت کچھ سُن لیا۔ وہ نہیں جانتی تھی کہ اس شخص نے اسے کب سے سنبھال رکھا ہے، پر شاید یزدان... ہمیشہ سے جانتا تھا۔

صبح کے دھوپ کی سنہری کرنیں حویلی کی بڑی کھڑکیوں سے اندر جھانک رہی تھیں۔ صحن میں لگے جامن کے درختوں کی چھاؤں میں ناشتہ لگایا جا چکا تھا۔ مٹی کی خوشبو میں دیسی گھی کے پراٹھوں اور گرما گرم چائے کی مہک گھل چکی تھی۔ سردار آفتاب سفید کُرتے میں ناشتہ کی میز کے سرے پر بیٹھے اخبار کھولے ہوئے تھے، جب سردار آفان ہنستے ہوئے آیا، "بھائی جان، یہ آپ کی چائے ہے یا کوئی تحقیقاتی رپورٹ؟ اتنی دیر سے دیکھ رہے ہیں!"

آفتاب نے چشمہ اتارتے ہوئے مسکرایا، "زمانہ بدل گیا ہے، عفان۔ اب جنگ میدانوں میں نہیں، دماغوں میں لڑی جاتی ہے۔" اسی لمحے ابیرہ نے چائے کا کپ آفتاب کے سامنے رکھتے ہوئے نرمی سے کہا، "عفان کو کچھ دن سکون سے رہنے دیں، ابھی شادی نہیں ہوئی اور نصیحتوں کی بوچھاڑ شروع! عفان نے ہنستے ہوئے ابیرہ کو بھابی کہا، "بھابی، آپ ہی سمجھائیں بھائی جان کو کہ ناشتے کے وقت سیاست نہ کریں۔

سردار آفتاب نے چائے کا گھونٹ لیتے ہوئے گمبھیر لہجے میں کہا، "جو لوگ " خاندان اور قبیلے کا بوجھ اٹھاتے ہیں، اُن کے لیے ناشتہ بھی ذمہ داریوں کے ساتھ ہوتا ہے۔" ابیرہ نے ہنستے ہوئے دونوں کی طرف دیکھا، اچھا میں چلتا ہو۔۔!! کہاں جارہے ہیں آپ۔۔؟؟ عفان نے آفتاب کی طرف دیکھتے ہوئے کہا، مجھے کچھ کام ہے، اوہ، اور تم بھی اب میرے ساتھ جایا کرو، اب بس تمہاری سٹیڈی بھی ختم ہوگئی ہے، افتاب نے عفان کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا ، پر بھائی جب تک اپ ہو، تب تک مجھے کام کرنے کی کیا ضرورت۔۔۔؟؟

میں ہمیشہ تو نہیں رہو نگا، افتاب نے عفان کو دیکھتے ہوئے کہا اللہ نہ کرے آپ کو کچھ ہو اللہ آپ کو لمبی زندا گی دے، ابیرہ نے آفتاب کو کوٹ دیتے، ہائے ہائے بھابی ۔۔۔!! اپکو تو بڑی محبت ہے میرے بھائی سے، عفان نے آفتاب کی طرف دیکھتے ہوئے کہا، ابیرہ نے شرما کر نیچھے دیکھا، ہائے اس چہرے میں تو میری دنیا چھپی ہوئی ہے، ان آنکھوں میں مجھے میرا عکس دیکھتا ہے، اور چہرے پر مسکان مجھے زنداگی دیتی ہے، افتاب نے ابیرہ کو خود سے

لگاتے ہوئے کہا، اوہو۔۔۔!! بھائی تو شاعر ہو گئے ہے، عفان اگر میں رہو یہ نہ یہ رہو، اس چہرے کی مسکان کبھی ختم نہ ہونے دینا، بھائی یہ آپ کیسی باتیں کر رہے ہیں آج اللہ آپ کا سایہ ہمارے سروں پر ہمیشہ سلامت رکھے، اوکے کی ۔۔۔!! اب میں چلتا ہو آفتاب نے باہر کی طرف جاتے ہوئے کہا،

حویلی سنسان تھی، ابھی ابھی سب اٹھنے والے تھے جبکہ زیمل ڈرائنگ روم سے باہر کی طرف بڑھی زیمل نارنجی اور سفید امتزاج والے فراک میں، دوپٹہ کندھے پر ڈھلکائے غصے سے آگے بڑھ رہی تھی۔ اُس کے گہرے بھورے بال، ہلکی سی نمی سے الجھے ہوئے تھے، اور قدم بھاری... جیسے دل کی ضد کا وزن کم نہ ہو رہا ہو۔ پیچھے عبید، نیلی شرٹ اور سفید پینٹ میں، کسی معصوم ضدی بچے کی طرح لپک کر اُس کے پیچھے آیا۔ "یار میری بات تو سن لو، زیمل!" اُس نے بے قراری سے اُس کا ہاتھ تھاما۔

زیمل نے جھٹکے سے ہاتھ چھڑایا، آنکھوں میں نمی... لیکن لہجے میں سردی، "مجھے "تمہاری کوئی بات نہیں سننی عبید۔

ابھی وہ مڑ کر آگے بڑھی ہی رہی تھی کہ یک دم سے اسکا پاؤں پھسلا، زمین گیلی تھی، اور لمحہ بھر میں وہ لڑکھڑاتی ہوئی سیدھی سویمنگ پول میں جا گری۔ زیمل!" عبید کی آواز چیخ میں بدلی، سوچنے کا وقت نہیں تھا، پلک جھپکتے وہ بھی چھلانگ لگا چکا تھا۔ پانی کا چھپاکا ...

اور اگلے ہی لمحے وہ دونوں نیلے پانی میں تھے،

لباس بدن سے چمٹا ہوا،

سانس بے ترتیب،

اور دل... دھڑکنوں میں ڈوبا ہوا۔ عبید نے فوراً زیمل کو سہارا دیا، اُس کے چہرے سے بال ہٹائے، جو اس کے گالوں پر بکھرے تھے۔

تم ٹھیک ہو؟" وہ گھبرا کر بولا، "

اور زیمل... اُس کی نیلی آنکھوں میں دیکھ رہی تھی،

جن میں خوف بھی تھا، محبت بھی... جس میں اسے کھونے کا ڈر نظر آیا، کل رات تمہارے بغیر حویلی میں سانس لینا بھی مشکل تھا، زیمل..." عبید نے اُس کے بال کانوں کے پیچھے کیے، اُس کی بھیگی پلکوں پر نظریں جمائے۔ عبید... اگر میں گر جاتی...؟" زیمل نے اسکی طرف دیکھا" تو میں تمھارے ساتھ گرتا... اور اگر تم ڈوب جاتی... تو تمہیں بچانے کی آخری سانس تک لڑتا..." اور اور اگر تم مجھے نہ بچا پاتا تو...؟؟ تو مر کر بھی تمھارا ہو جاتا، زیمل۔" عبید، زیمل کے بالوں کو آہستہ سے سمیٹ کر اُس کے کان کے پیچھے کر رہا تھا جیسے ہر بارش کی بوند اُس کے لمس

میں قید ہو گئی ہو۔"زیمل... تمہیں دیکھتا ہوں تو دل کرتا ہے وقت روک

"...دوں

اُس نے آہستہ سے کہا،اور زیمل کے ماتھے کو چھوا
اور میں... جب تمھاری یہ نیلی آنکھیں دیکھتی ہوں، تو دل کرتا ہے ان میں "

"...ڈوب جاؤں

زیمل کی آواز مدھم تھی، شرم سے بھیگی ہوئی۔ عبید تھوڑا اور قریب ہوا، پانی کی ٹھنڈک اور اُس کی سانسوں کی گرمی کے بیچ، وہ دو دل... حویلی کے قدیم ستونوں کے درمیان... وقت سے کچھ لمحے چُرا رہے تھے۔ اُس نے زیمل کے گال پر انگلی رکھی، "بس اتنا جان لو... تمھارا ہونا میری زندگی کی سب سے خوبصورت ضد ہے۔" کیا ہوا۔۔۔؟؟ بشرہ بیگم ڈورتے ہوے سویمنگ پول تک آئی

۔۔!! کیونکہ انھوں نے زیمل کی چیخ سن لی تھی، انکو دیکھتے ہی وہ دونوں ایک

دوسرے سے دور ہوے،

حویلی کے اندر کا ماحول دھیمی روشنیوں میں لپٹا ہوا تھا۔ کمرے کی بڑی کھڑکیوں سے سنہری شام کی روشنی چھن چھن کر اندر آ رہی تھی۔ سلیقے سے سجے پردے ہوا سے ہلکے ہلکے سرک رہے تھے، جیسے شام کچھ کہنے کو ہو۔ کمرا اپنی پرانی دیواروں کے ساتھ خاموش راز سنبھالے ہوئے تھا۔ ایک طرف بیڈ پر مرینہ نیم بے ہوشی کے عالم میں پڑی تھی، اُس کا چہرہ زرد اور آنکھوں کے نیچے ہلکی نیلی چھائیں پڑ چکی تھیں۔ کمرے کے ایک کونے میں رکھی میز پر پھولوں کا گلدستہ مرجھا رہا تھا — جیسے اس کے دل کی طرح۔

عالینہ بیگم کرسی پر بیٹھی، گہرے سبز دوپٹے کو بار بار انگلیوں میں لپیٹ رہی تھیں۔ ان کی آنکھوں میں ایک عجیب سا غصہ، دکھ اور خالی پن چھپا ہوا تھا۔ دیوار پر لگی گھڑی نے چھ بجنے کا اعلان کیا — شام کی پرچھائیاں مزید گہری ہو گئیں۔ اسی وقت دروازے پر ہلکی سی آہٹ ہوئی۔ نور، نیلے رنگ کے سادہ مگر نفیس جوڑے میں، کمرے میں داخل ہوئی۔ ہاتھوں میں چینی کی سفید ٹرے تھی،

جس پر گرم سوپ کا پیالہ رکھا تھا۔اس کی سبز آنکھوں میں جھجک، مگر چہرے پر خلوص تھا۔"مرینہ کے لیے سوپ لائی ہوں..."نور کی آواز جیسے کمرے کی خاموشی میں ہولے سے بکھر گئی۔عالینہ بیگم نے نظریں اُٹھائیں،اور سرد لہجے میں بولیں،"تمہیں کون کہتا ہے یہاں آنے کو؟ہم نے اب بھی دروازے کھولنا سیکھے نہیں، خاص کر تمہارے لیے۔"نور لمحہ بھر کو رکی، پھر آہستہ سے بولی، میں دشمن نہیں ہوں۔"اپ لوگوں اسکی اس بات پر مرینہ نے ایک نظر اسے" دیکھا"نہیں؟"عالینہ بیگم نے ہنکارا ابھرا۔"تم یزدان کی زندگی میں زہر کی طرح "آئی ہو،نور۔اب مرینہ کے زخموں پر مرہم نہیں، نمک چھڑکنے آئی ہو؟ نور کی آنکھیں نم ہوئیں۔اس نے ٹرے ایک طرف رکھی اور دھیرے سے کہا، میں صرف انسان ہوں،اور کچھ نہیں۔"اور مجھے مرینہ کا خیال ہے،اس بات" پر مرینہ نے اخر منہ کھول ہی دیا تمہیں اس وقت مجھ پر ترس نج میں دلہن بنی بیٹھی تھی اور تم نے میرے ہونے والے شوہر کے ساتھ نکاح کیا۔۔۔یاں

جواب دوں اب۔۔۔۔؟؟

تم وہ انسان ہو جو خود کو فرشتہ دکھانے کی کوشش کر رہی ہے،" عالینہ بیگم نے" تیکھے لہجے میں کہا۔اسی لمحے ہوا کا ایک جھونکا آیا،اور کمرے میں رکھی شمع کی لو تھر تھرا گئی۔نور کے بال چہرے پر آئے،اُس نے خود کو سنبھالا، پھر بنا کچھ کہے پلٹ گئی۔اور پیچھے، کمرے میں صرف شام کی تھکن،اور دو زخمی عورتوں کا سناٹا رہ گیا

یزدان کمرے میں جا رہا تھا کہ سامنے پری کو دیکھا جو ہال میں بیٹی کچھ سوچ رہی تھی، میری پیاری بہنہ کن سوچوں میں ڈوبی ہوئی ہے یزدان اکر اسکے ساتھ صوفے پر جگہ سمبالتے ہوئے کہا، جبکہ اڈنے کچھ نہ کہا اوہ تو لوگ ناراض ہیں ہم سے۔۔۔! ! یزدان نے اسے اپنے باہوں میں برتے ہوئے کہا، ہاں تو ناراض نہیں ہونگے تو کیا کرینگے، مجھے تو لگتا ہے پری کہ تم اسکی طرف دیکھوں ہی نہ ! !۔۔۔

عبید نے پری کی دوسری سائیڈ پر جگہ سمبالتے ہوئے کہا،اوئے تم میرے اور میری بہن کے درمیان نہ ہی بولوں تو اچھا ہے۔۔!! یزدان نے عبید کو ورن کرتے ہوئے کہا،اوئے تم سے پہلے یہ میری بہن ہے۔۔۔!! عبید نے پری کا چیرہ اوپر کی طرف کرتے ہوئے کہا، یہ کیا مذاق ہے۔۔۔؟؟ میں کسی کی بھی بہن نہیں ،میرے بھائی اسے نہیں ہو سکتے جو میرے بابا کا سر شرم سے جکا دے،اسکے الفاظ یزدان کے دل پر لگے،پر یزدان نے اسکی بات کو سیر یس نہ لیا،ارے میری بہنا اتنا غصہ نہ کروں، میں تم لوگوں کو سب کچھ کلیر کر دو نگا بس

مجھے تھوڑا وقت دوں، یزدان نے پری کے سر پر بوسہ دیتے ہوئے کہا، جبکہ وہ تینوں بھیٹ کر باتیں کرنے لگے،پری انکی سگی بہن نہیں تھی،پر انہوں نے ہمیشہ اسے سگی بہن سے زیادہ پیار دیا، بلکہ سب گھر والوں نے اسے اس گھر کی بیٹی کا رتبہ دیا، یہ انکی منشی کی بیٹی تھی،پر وہ یزدان اور عبید پر اپنی جان بھی قربان کرنے کو تیار تھی،اس نے بھی انہیں بہن جیسا پیار اور بڑے بھائیوں جیسا رتبہ

دیا،

شام گہرے رنگوں میں ڈھل چکی تھی۔ حویلی کے آنگن میں ہلکی ہلکی ہوائیں چل رہی تھیں، اور اندر دستر خوان سجا ہوا تھا۔ خالص دیسی کھانوں کی خوشبو مہک بن کر دیواروں سے ٹکرا رہی تھی۔ لمبی میز کے ایک سرے پر سردار شہریار، خاموش مگر باوقار انداز میں بیٹھے تھے۔ اُن کی سفید شلوار قمیص اور کندھوں پر لٹکی ہوئی کالی واسکٹ اُن کے رعب میں مزید اضافہ کر رہی تھی۔ ان کے بائیں جانب علینہ بیگم تھیں، جن کے چہرے پر روایتی خاندانی وقار کے ساتھ کچھ اَن کہی باتوں کی پرچھائیاں بھی تھیں۔

سب افراد اپنی جگہوں پر موجود تھے، زیمل پری کے ساتھ آہستہ آہستہ کچھ باتیں کر رہی تھی، جبکہ مرینہ چپ چاپ اپنی پلیٹ میں کھانے کو گھور رہی تھی، جیسے ہر نوالے سے کوئی سوال اٹھتا ہو۔ تبھی دروازے کی طرف سے قدموں کی آواز آئی۔ یزدان آہستہ سے داخل ہوا۔ اُس کی موجودگی جیسے خاموشی پر کوئی پتھر گرنے جیسی تھی۔ وہ آکر سردار شہریار کے سامنے بیٹھ گیا، لیکن اُس کی نظریں کسی سے نہیں ملیں۔ میز پر ایک لمحے کے لیے مکمل سکوت چھا گیا——جیسے سب کی سانسیں رک گئی ہوں۔

سردار شہریار نے چمچ نیچے رکھا، نرمی سے نیپکن تہہ کیا، اور بغیر کچھ کہے اٹھ کر سٹڈی روم کی جانب بڑھ گئے۔ اُس کی چال میں وہی سرداری وقار، لیکن اب کچھ بوجھ بھی تھا۔

یزدان بھی اُٹھا، اُس نے خاموشی سے کرسی پیچھے کی اور اُن کے پیچھے چل دیا۔ نہ کوئی سوال کیا گیا، نہ کوئی جواب دیا گیا— جیسے باپ بیٹے کے درمیان کئی باتیں لفظوں کی محتاج نہیں ہوتیں۔ چند لمحے بعد عبید بھی اُٹھ کھڑا ہوا۔ اُس کی آنکھوں میں کسی سوچ کا عکس تھا۔

کہاں جارہے ہو؟" علینہ بیگم نے سخت لہجے میں پوچھا۔"

بس، تھوڑا سا کام ہے، کچھ دیر میں آجاؤں گا۔" اُس نے مختصر جواب دیا، اور تیز" قدموں سے باہر نکل گیا۔

علینہ بیگم نے عبید کی پشت کو جاتے دیکھا، پھر میز کی سمت نگاہ کی۔ نوالہ ہاتھ میں تھا مگر دل سے بے ذائقہ۔

اور میز پر، ہر چہرہ اپنی اپنی الجھنوں میں پھنسا ہوا تھا۔

شام، دستر خوان اور خاندان —— تینوں ایک خاموشی کی چادر اوڑھ چکے تھے۔

حویلی کا اسٹڈی روم مہوگنی کی لکڑی سے سجا ہوا ایک سنجیدہ سا کمرہ تھا۔ دیواروں پر لگے خاندانی تصویریں، ایک کونے میں کتابوں سے بھری الماری، اور درمیان میں ایک بھاری بھرکم میز پڑا تھا سردار شہریار نے خاموشی سے جاکر اپنی مخصوص کرسی سنبھالی۔ ہاتھوں کی انگلیاں آپس میں الجھیں، پیشانی پر گہری لکیریں تھیں —— جیسے ہر لمحہ اسے ماضی اور حال کے درمیان لے جا رہا ہو۔ یزدان دروازے پر کھڑا رہا، جیسے اجازت کا منتظر ہو۔ "آؤ اندر، کھڑے کیوں ہو؟" سردار شہریار کی آواز گونجی، یزدان آہستگی سے اندر آیا، دروازہ بند کیا، اور میز کے دوسری جانب بیٹھ گیا۔ چند لمحے خاموشی کی تہہ میں گزر گئے۔ پھر سردار شہریار نے نظریں اُٹھا کر اُس کی طرف دیکھا۔ یہ سب کیا ہے، یزدان؟ جو کچھ آج ہوا... اُس نے مجھے سب کے سامنے سر جھکانے پر مجبور کر دیا۔" یزدان نے پلکیں جھپکیں، جیسے کوئی اندر کی اذیت ضبط کر رہا ہو۔ "ڈیڈ... "اُس نے نرمی "سے کہنا شروع کیا، "... کیا آپ کو مجھ پر یقین نہیں؟

سردار شہریار نے ایک تلخ سانس بھری۔ "یقین تھا... ہے بھی شاید۔ لیکن جس نے ساری دنیا کے سامنے اپنے باپ کی بات کو پسِ پشت ڈال دیا ہو، اُسے کیا کہوں؟"

یزدان نے تھوڑا جھک کر میز کے کنارے کو تھاما، "میں آپ کو سب کچھ بتاؤں گا، سب کچھ... بس مجھے کچھ وقت چاہیئے، بس تھوڑا سا وقت۔"

سردار شہریار کی نظریں اُس پر جمی تھیں، جیسے وہ اُس کی روح پڑھنے کی کوشش کر رہے ہوں۔

"کیا وہ لڑکی... نور... کیا وہی ہے جس کے لیے تم نے مرینہ کو چھوڑ دیا؟"

یزدان کی آنکھوں میں کچھ ہلکا سا لرز گیا، لیکن وہ مضبوط لہجے میں بولا، "میں نے کسی کو نہیں چھوڑا، ڈیڈ۔ جو رشتہ دل کے خلاف ہو، وہ صرف سمجھوتا ہوتا ہے... محبت نہیں۔"

سردار شہریار نے ایک لمحے کو اپنی نظریں چرائیں، جیسے دل کے کسی پردے پر دستک ہوئی ہو۔

تم جانتے ہو نا کہ ہمارے خاندان میں فیصلے دل سے نہیں، خون سے ہوتے "
"ہیں؟

یزدان آہستہ سے مسکرایا، مگر آنکھیں بھیگنے کے قریب تھیں۔ "شاید اب وقت آگیا ہے کہ ایک بار ہم دل کی بھی سُنیں... کیونکہ اگر دل نہیں مانا، تو خون بھی
"ایک دن بے رنگ ہو جائے گا۔

کمرے میں گہری خاموشی چھا گئی۔ باہر شام مزید گہری ہو گئی تھی۔ سردار شہریار نے نظریں جھکائیں، جیسے کچھ یاد کر رہے ہوں... شاید اپنا جوانی کا وقت، یا کوئی ایسا فیصلہ جس پر آج بھی افسوس باقی ہو۔

ٹھیک ہے۔ "اُن کی آواز مدھم تھی، "لیکن یاد رکھو، یہ راستہ آسان نہیں۔ تم " نے جس لڑکی کو چُنا ہے... وہ اب ہمارے معیار پر پورا اُترے، یہ ذمہ داری اب
"تمہاری ہے۔

یزدان نے آہستگی سے سر ہلایا۔ "میں اُسے ثابت کر دوں گا، ڈیڈ۔ بس آپ دعا
"کریں۔

سردار شہریار نے کرسی کی پشت سے ٹیک لگائی، آنکھیں بند کیں... جیسے برسوں کا بوجھ ایک پل میں ہلکا ہو گیا ہو۔

عبید کی نظریں سامنے سڑک پر جمی تھیں، اور اُس کے ہاتھ اسٹیئرنگ پر مضبوطی سے جمے ہوئے۔ کشمیر کے سنسان، خم دار رستے... جیسے ہر موڑ پر کوئی راز چھپا ہو۔ گاڑی کا انجن گرج رہا تھا—وہی *بگاٹی دیوو*، جسے وہ صرف گاڑی نہیں، اپنی دلہن کہتا تھا۔ اس کی ہر حرکت، ہر گیئر کی تبدیلی میں ایک مکمل دھن تھی—وہی دھن جو عبید کے دل کے ساز سے ملتی تھی۔ اچانک ایک
کار نے اُس کی بگاٹی کو پیچھے سے ٹکر ماردی۔ وہ حیرت سے مڑا، لیکن اگلے ہی لمحے اُس کار نے اسپیڈ پکڑلی۔ جیسے اُسے کوئی انتقام کی آگ میں جھلسا رہا ہو۔ عبید کا چہرہ غصے سے لال ہو گیا۔ "میری گاڑی کو ہاتھ لگایا؟ اب بھاگ کے تو دکھا۔" اس نے

پیر ایکسیلیریٹر پر دبایا اور دونوں گاڑیاں سنسان جنگل نما راستے پر مڑ گئیں —

وہی راستہ جو ** سردار کامران ** کی پرانی، سناٹی حویلی کی طرف جاتا تھا۔ کچھ دور جاکر، اچانک اُس کے سامنے کوئی شخص آگیا۔ عبید نے بری طرح بریک مارا، اسٹیئرنگ موڑا، مگر دیر ہو چکی تھی۔ ایک زوردار آواز، اور ایک جسم زمین سے ٹکرا گیا۔

چند لمحوں کے لیے وقت رُک گیا۔

عبید جلدی سے گاڑی سے نکلا، دل دیوانہ وار دھڑک رہا تھا۔ وہ لڑکھڑاتے قدموں سے اُس جسم کی طرف بڑھا۔ زمین پر پڑے آدمی کا چہرہ جیسے اُسے زمین سے باندھ گیا ہو۔

نہیں... "وہ صرف یہی کہہ سکا۔ اُس کا دل حلق میں آ چکا تھا۔"

*... وہی چہرہ تھا... * وہی چہرہ، جسے وہ پہچانتا تھا

کسی ایسی پہچان کی طرح، جسے انسان جتنا بھولنے کی کوشش کرے، اُتنا ہی یاد رہ جائے۔

ہوا ساکن ہو چکی تھی، پہاڑوں پر شام کا سناٹا اُتر آیا تھا، اور عبید کی آنکھوں میں صرف ایک خوف تھا— **یہ حادثہ نہیں تھا... یہ تقدیر کا کوئی ایسا راز تھا، جو *آج رات کھلنے والا تھا۔

کمرے کی زرد روشنی میں وہ نیلے رنگ کے فراک میں شیشے کے سامنے کھڑی بال سنوار رہی تھی۔ اُس کی پشت یزدان کی طرف تھی، اور اُس کا عکس آئینے میں واضح دکھائی دے رہا تھا۔ یزدان دروازے کے قریب کھڑا تھا— خاموش، مگر اُس کی نظریں دہکتے انگاروں کی طرح حیات پر جمی تھیں۔ یزدان دروازہ بند کر کے اندر آیا، اُس کے قدم تیز تھے، آنکھوں میں وہی شدت، وہی خاموش طوفان۔ "کیا ہوا؟ کیوں چھپ رہی ہو مجھ سے؟" اُس نے دھیرے سے کہا مگر آواز میں لرزش تھی۔ اور اسے خود کے قریب کیا، حیات نے پلٹ کر دیکھا، یہ سب غلط ہے، یزدان... تم نے میرا ہاتھ اس وقت تھاما جب تم کسی اور کے " ہونے والے تھے..." میں نے تمہیں کسی اور سے چھینا ہے، یزدان کا چہرہ پل میں سرخ ہو گیا، جیسے کسی نے اُس کے دل پر ضرب لگا دی ہو " تمہیں لگتا ہے...؟؟

کہ میرے ہاتھ نے کسی اور کو تھاما تھا؟" اُس نے اپنے ہاتھ کی آستین اوپر کی، اور چاقو نکال کر تیز وار کیا... ہاتھ سے خون رسنے لگا۔ "یزدان!!" حیات چیخی نکلی، "پاگل ہو گئے ہو آپ؟" "یہ ہاتھ اگر کبھی کسی اور نے چھوا بھی ہو... تو میں اسے تمہارے لیے قربان کر دوں گا۔" وہ آنکھوں میں خون اتارتے ہوئے بولا۔

پاگل ہو تم!" وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر رونا شروع ہو گئی۔ "ہاں، پاگل ہوں۔" تمہارے لیے۔ اور اگر کبھی میرے سائے نے بھی تم سے بڑھ کر کسی اور کو چھوا... تو میں خود کو ختم کر دوں گا، حیات!" میں تمہیں دوبارہ نہیں کھو سکتا حیات۔۔۔!! حیات کی آنکھیں بھیگ چکی تھیں، وہ اب خاموشی سے اس کے زخم پر کپڑا باندھ رہی تھی، اور یزدان کی نظریں صرف اس کی آنکھوں میں تھیں۔

میں تمہیں تم سے بھی زیادہ چاہتا ہوں... اتنا کہ اگر تم روٹھ جاؤ تو سانس لینا بھی" جرم لگتا ہے مجھے..." وہ روتے ہوئے اسکے سینے سے لگی۔۔ ابھی یزدان کچھ اور کہتا کہ انکے دروازے پر نوک ہوا۔۔!! جی کون۔۔؟؟ یزدان نے آواز دیتے ہوئے کہا، یزدان میں ہو تمہارہ باپ۔۔ سردار شہریار کی آواز آئی جس پر یزدان

پل بر میں دروازے تک پہنچا، کک۔ کیا ہوا ڈیڈ۔۔۔!! ابھی چلو عبید کو پولیس لے گئی ہے۔۔۔؟؟ کیا۔۔۔۔۔۔! اکک۔۔ کیا کیا ہے عبید نے۔۔۔؟؟ یزدان نے قدرے حیرت سے پوچھا۔۔۔!! اس نے کسی کو گاڑی سے مار دیا وہ یہ کہتے باہر کی طرف بڑھے،

عبیرہ کی آنکھوں میں آج ایک الگ سی چمک تھی، جیسے کائنات کی ساری رونقیں اُس کی پلکوں پر ٹھہری ہوں۔ وہ آئینے کے سامنے کھڑی، اپنے دوپٹے کی پلٹ سیدھی کرتے ہوئے مسکرا رہی تھی، پھر شرماتے ہوئے خود ہی نظریں جھکا لیں۔ تین سال... تین برسوں بعد اللہ نے اسے ماں بننے کا اعزاز دیا تھا۔ وہ چاہتی تھی کہ سب سے پہلے آفتاب کو یہ خوشخبری سنائے، اُس کی آنکھوں میں وہ خواب دیکھنا چاہتی تھی جو باپ بننے کی خبر سن کر جھلکتے ہیں۔p

ڈرائنگ روم کی دیوار پر لگی گھڑی کی سوئیاں ایک ایک لمحہ گزار رہی تھیں، اور عبیرہ کا دل ہر گزرتے لمحے کے ساتھ تیز دھڑک رہا تھا۔

...پھر اچانک دروازہ کھلا

گاڑیوں کی روشنی نے حویلی کی راہداری کو جگمگادیا۔

آ گئے وہ! "اُس نے دل ہی دل میں کہااور دوپٹے کا پلو سمیٹتے ہوئے دروازے"

...کی طرف بھاگی

مگر وہ منظر، جو دروازے پر کھڑا تھا...اُس کی سانسیں سلب کر گیا۔

میت۔

سفید کپڑے میں لپٹا ہوا ایک بے جان وجود۔

عبیرہ کی پلکوں پر جمی مسکراہٹ، صدمے کی نمی میں گھل گئی۔

نہیں..."اس نے سرگوشی کی، جیسے کوئی خواب ٹوٹنے لگا ہو۔"

اس کی نظر عفّان پر پڑی...اس کا چہرہ رو چکا تھا، آنکھوں کے کنارے سرخ،

...شرٹ کا اگلا حصہ خون میں تر

اور سردار کامران ——ان کی وہی کمر جو ہمیشہ سیدھی رہتی تھی، آج جھکی ہوئی تھی۔ جیسے ایک باپ، ایک سردار نہیں...ایک شکست خوردہ انسان ہو۔ عبیرا کو آفتاب دکھائی نہ دیا عبیرہ کے کان سن ہو چکے تھے، دل کی دھڑکن جیسے صدیوں کے فاصلوں پر چلی گئی ہو۔

وہ آہستہ قدموں سے میت کے قریب آئی، اور کانپتے ہاتھوں سے چہرے سے

... سفید کپڑا ہٹایا

اور وقت رک گیا۔

آآآفتاب... "اُس کی آواز میں اذیت کا وہ رنگ تھا، جو کسی اور کو سنائی نہیں دیا،"

مگر آسمانوں نے سنا۔

اس کی روح جیسے بدن سے پرے جاچکی تھی۔

وہ زمین پر جھکی، اور آفتاب کے بے جان چہرے پر ہاتھ رکھا۔

"تم نے وعدہ کیا تھا نا...؟ کہ کبھی مجھے تنہا نہیں چھوڑو گے؟"

وہ ٹوٹتی جارہی تھی، لیکن آنکھوں سے آنسو نہیں نکل رہے تھے... کیونکہ دکھ حد سے بڑھ جائے تو آنکھیں بھی ساکت ہو جاتی ہیں۔ اور پھر وہ... آہستہ آہستہ، میت کے ساتھ لپٹ کر رو پڑی۔ سسکیاں نہیں تھیں، صرف خالی خالی آنکھوں سے بہتے ہوئے وہ آنسو تھے، جن میں خوابوں کا کفن لپٹا تھا۔ تم مجھے کیوں چھوڑ کر چلے گئے افتاب، اسکا وجود بلکل ٹھنڈا ہو چکا تھا، عفان اگے بڑھا اور اس کے سر

پر دوپٹہ ڈالا اور اسے اٹھایا، چلیے بھابی اندر چلیے، اس نے عبیرا کو اپنے ساتھ کھڑا کرتے ہوئے کہا، جبکہ باقی لوگوں نی میت کو اٹھا کر اندر لائے،

پولیس اسٹیشن کی گھٹن زدہ فضا، خاموشی اور ہر طرف مایوسی کا سایہ... سردار شہریار اپنی مخصوص رعب دار چال کے ساتھ اندر داخل ہوئے۔ یزدان ان کے پیچھے تھا، اُس کے چہرے پر بے چینی اور غصہ واضح تھا۔
ایک طرف لاک اپ کے پیچھے عبید بیٹھا تھا۔ اُس کی قمیض خون کے دھبوں سے بھر چکی تھی، چہرہ تھکا ہوا مگر آنکھوں میں ایک عجیب سی بے چینی تھی۔
یہ کیا تماشہ ہے؟" سردار شہریار نے غصے سے کہا، اُس کی آواز گرجتی ہوئی" کمرے میں گونجی۔ انسپکٹر نے جلدی سے سلام کرتے ہوئے کہا، "سردار "صاحب، اس نے آپ کے بیٹے سردار آفتاب کو اپنی گاڑی سے کچل دیا ہے۔
"یزدان نے حیرت اور غصے سے عبید کی طرف دیکھا، "تم نے یہ کیا کر دیا، عبید؟

عبید نے آہستگی سے سر اٹھایا، آنکھوں میں بے بسی تھی، "مجھے کچھ سمجھ نہیں آیا... وہ اچانک سامنے آ گیا تھا... " پر میں یقین سے کہتا ہو میں نے اسے نہیں مارا

ڈیڈ۔۔!!

سردار شہریار نے غصے سے مٹھیاں بھینچ لیں، "تم جانتے ہو کہ تم نے کیا کیا ہے؟ تم نے قتل کیا ہے عبید۔۔۔!! ڈیڈ۔۔۔!! میں اللہ کی ذات کی قسم کا کر کہتا ہو کہ میں نے نہیں مارا اسے ،اپ لوگ کیوں مجھ پر یقین نہیں کر رہے،
عبید نے کانپتے ہوئے ہاتھوں سے اپنے بالوں کو پکڑا، بھائی مجھے تم پر پورا بھروسہ پر ہمارے پاس ثبوت کیا ہے۔۔۔؟؟ ہم کیسے تمہیں بے گناہ ثابت کرینگے

۔۔۔؟؟

عبید نے دیوار سے ٹیک لگاتے ہوئے کہا، "میں نے کچھ غلط نہیں کیا... وہ سامنے آیا... میں نے روکنے کی کوشش کی، پر..."
سردار شہریار نے غصے سے کہا، "خاموش! تمہیں حویلی واپس جانا ہو گا... اور وہاں تمہیں اپنی غلطی کی قیمت چکانی ہو گی۔" عبید انسپکٹر نے لاک اپ کا دروازہ کھولا، عبید لڑکھڑاتے قدموں سے باہر آیا، اُس کے چہرے پر ندامت

تھی۔ یزدان نے اُس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے سرد لہجے میں کہا، "ابھی ڈیڈ غصے میں پر کچھ نہ کچھ وہ کر لینگے

عبید نے ایک نظر اپنے خون آلود ہاتھوں پر ڈالی اور ایک گہری سانس لیتے ہوئے باہر کی جانب بڑھا۔

سردار شہریار نے نظروں میں غصہ اور درد لئے سردار آفتاب کے قاتل کی جانب دیکھا، جو اسکا بیٹا تھا، ہ۔ ارے پاس کوئی راستہ تو ہو گا۔۔۔؟؟ یزدان نے اپنے باپ کی طرف دیکھا جبکہ عبید اپنا سر دونوں ہاتھوں میں پکڑ ہ بیھٹا تھا، ایک ہی راستہ ہے۔۔!! کیا۔۔۔۔؟؟ یزدان نے باپ کی طرف دیکھا۔۔ یہی کہ ہمارے پاس کوئ تو ثبوت ہو کے عبید نے یہ نہیں کیا۔۔۔!! اب دو تین گھنٹے میں ہم ثبوت کہاسے لائینگے۔۔۔ یہی تو مسئلہ ہے کہ ٹائم کم ہے ہمارے پاس کل پنچائت بیھٹی۔۔۔!! اور پنچائیت کے فیصلے میں بھی کچھ نہیں کر پاؤنگا یزدان ۔۔۔!! کچھ بھی نہیں، سردار شہریار نے سر کو خم کرتے ہوئے کہا

ابیرہ کمرے کے ایک کونے میں خاموش بیٹھی تھی، جہاں ہر طرف ماتم کی سیاہی چھائی ہوئی تھی۔ سردار آفتاب کی میت سامنے رکھی تھی، سفید کفن میں لپٹی، جیسے ہمیشہ کے لیے خاموش ہو گئی ہو۔ ہر طرف بہت عورتیں تھی، ابیرہ کی آنکھیں سوجی ہوئی تھیں، سانس جیسے سینے میں کہیں اٹکی ہوئی ہو۔ اس نے کپکپاتے ہاتھوں سے سردار آفتاب کے چہرے سے کفن ہٹایا۔ اُس کا چہرہ پر سکون تھا، مگر عبیرہ کو لگا کہ اس سکون میں طوفان چھپا ہے—اس کی محبت کا طوفان، اس کے خوابوں کا طوفان، اس کے ہر وعدے کا طوفان۔

کیوں چھوڑ گئے مجھے ؟"آفتاب اخر کیوں۔۔۔؟؟ عبیرہ نے لرزتی آواز میں" کہا، اس کے آنسو سفید کفن پر گرے۔ "تم نے کہا تھا کہ ہمیشہ ساتھ رہو گے... "... تم نے وعدہ کیا تھا، آفتاب... تم نے وعدہ کیا تھا

اُس نے آفتاب کے سرد ہاتھوں کو اپنے لرزتے ہاتھوں میں تھاما، "دیکھو، میں یہاں ہوں... تمہاری وہی عبیرہ... جو تمہیں خوشی میں دیکھ کر جی اٹھتی تھی... جو تمہارے قدموں کی آہٹ سے دھڑک اٹھتی تھی... جو تمہاری ایک

مسکراہٹ پر اپنی دنیا قربان کر دیتی تھی... "جواب کیوں نہیں دے رہے افتاب

۔۔۔؟؟جواب دوں مجھے۔۔۔؟؟اس نے آہستہ سے آفتاب کے ماتھے پر بوسہ

دیا، جیسے اُس کی روح کو الوداع کہہ رہی ہو، جیسے اُس کے ٹوٹے خوابوں کو آخری

بار سینے سے لگا رہی ہو۔بس کروں بیٹا اسکی ماں نے اسے خود سے لگاتے ہوئے کہا

،پر وہ تو صرف آفتاب سے باتیں، نہیں مام مجھے ان سے باتیں کرنے

دے۔۔۔!! ماما یہ اج بہت مغرور ہو گئے ہے میری بات کا جواب بھی نہیں

دے رہے اس نے اپنی ماں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا افتاب "تم نے کہا تھا کہ

میں تمہاری زندگی ہوں... تو پھر کیوں چھوڑ دیا مجھے...؟

اُس کی سسکیاں خاموش کمرے میں گونجنے لگیں، جیسے ہر لفظ اُس کے دل کا "

خون تھا، ہر آنسو اُس کی روح کی پکار تھی۔ عبیرہ نے ایک آخری نظر آفتاب کے

چہرے پر ڈالی، پھر چپ چاپ پیچھے ہٹ گئی۔اُس نے اپنا سر دیوار سے ٹکا لیا،

آنکھیں بند کر لیں، اور دل میں ایک سرد آہ بھری۔ "یا اللہ.. مجھ سے میری دنیا

چھین لی... میرا سب کچھ چھین لیا..." کچھ دیر بعد اسکا باپ اندر ایا اور اسے خود

سے لگا لیا، عبیرا نے اپنے باپ کی طرف دیکھا۔۔۔!! بابا۔۔دیکھے نہ میں بیوا ہو

گئی ہو، بابادیکھے اب مجھے سب لوگ خیرات دینگے، سب مجھ پر ترس کھائنگے

، نہیں بیٹا۔۔!! ایسا نہیں کہتے میں ہو نا تمھاری خیال رکھنے کے لئے، عبیرا کی

باتوں میں اتنادرد تھا، کہ وہے بھیٹے سب لوگوں کے کلیجے پٹ رہے، جبکہ اسکے

باپ کی آنکھوں سے بڑے بڑے آنسو نکلے، اصغر خان نے اپنے آنسو صاف کئے

،اور عفان اور باکی مردوں کواشارہ کیا میت اٹھانے کے لئے۔۔۔۔

نہیں آغاجان۔۔۔!! آپ تو میرے ساتھ ایسانہ کرے، مجھ سے میرے آفتاب

کو دور نہ کرے عبیرا نے سردار کامران کے پیر پکڑتے ہوئے کہا، اغاجان میں تو

اپکی بیٹی ہو نہ۔۔۔؟؟ تواپ کیوں میرے آفتاب کو مجھ اے دور کر رہے ہیں

۔۔۔ہاں بتاؤ مجھے، میں کس کے سہارے جئونگی، میری تو جڑے ہی ختم ہو گئ

بابا، عبیرہ کی باتیں سب کادل دہلارہی تھی، اسکی باتوں نے سردار کامران کادل

بھی ہلادیا، اس کے آنکھوں سے بڑے بڑے انسو نکلے، چپ کروں بیٹا

۔۔۔!! صبر کروں۔۔۔!! سردار کامران نے اسے اپنے باہوں میں برتے

ہوئے کہااور اسکے سر پر بوسہ دیا، اغاجان۔۔۔!! یہ آپ کیا کہ رہے ہیں میں

کیسے صبر کروں، بس اپ ایک کام کرے مجھے بھی انکے ساتھ دفنا دے، بس کروں بھابی

سمبالوں خود کو سردار عفان نے اسے زمین سے اٹھاتے ہوئے کہا، اور میت کو اٹھایا گیا۔۔!! نہ کرے مجھ پر اتنا ظلم۔۔۔!! ماما چھوڑ دے مجھے ماما خدا کے لئے مجھے اپنے آفتاب کے پاس جانا ہے۔۔۔!! وہ پکار رہا ہے مجھے مام جانے دے نہ مجھے، یہ اپنے ماں کے باہوں سے خود کو آزاد کر رہی تھی، وہاں پر سب عورتیں خون کے آنسو رو رہی تھی، عبیرہ نے اپنے ہاتھوں کو دیکھا، جن کی انگلیاں اب بھی لرز رہی تھیں۔ "یہ ہاتھ... جنہوں نے کبھی اُسے چھوا تھا...اب وہ سرد پڑ گئے ہیں۔ """یہ آنکھیں... جنہوں نے اُسے دیکھا تھا...اب وہ منظر کیوں نہیں بھولتیں؟"

اُس نے اپنا سر دیوار سے ٹکا دیا، جیسے ہار چکی ہو، جیسے اُس کی روح تھک چکی ہو۔ ماما دیکھے نہ میرے ہاتھ خالی رہ گیا۔۔۔ عبیرا کا دل پھٹ رہا تھا، اا کی ماں کے انسو اس کے رخسار پر روا تھے۔

عبید واش روم سے نکلا تو پانی کے قطروں سے بھیگے بال اُس کے ماتھے پر بکھرے ہوئے تھے۔ اُس نے آئنہ کے سامنے رک کر اپنے گیلے بالوں میں ہاتھ پھیرا، مگر آنکھوں کی سرخی نے اُس کی بے بسی اور تکلیف کو صاف ظاہر کر دیا تھا۔

زیمل بیڈ کے کونے پر سمٹی ہوئی بیٹھی تھی، اُس کے آنسوؤں سے اُس کی آنکھیں سوجی ہوئی تھیں، گال سرخ ہو چکے تھے، جیسے دل کی ہر دھڑکن آنکھوں سے آنسو بن کر بہہ رہی ہو۔

زیمل، بس کرو نہ... رومت پلیز..."عبید نے آہستگی سے اُس کے قریب" بیٹھتے ہوئے کہا، مگر زیمل نے نظریں چراتے ہوئے کہا،"آپ کی امی ٹھیک "... کہتی ہیں، میں واقعی بیڈ لک ہوں... میں نے آپ کی زندگی برباد کر دی

عبید نے اُس کی نازک کلائی تھام لی، آنکھوں میں ایک عجیب سا درد تھا،"تم بیڈ لک نہیں ہو زیمل... تم میری زندگی ہو... میری وجہ ہو جینے کی..."اُس نے اُس کے لرزتے ہاتھ کو اپنے سینے پر رکھا،"یہ دل تمہاری وجہ سے دھڑکتا "...ہے... تم میری جان ہو

زیمل نے اُسے حیرانی سے دیکھا، اُس کی نیلی آنکھوں کی گہرائی میں سچائی کی روشنی تھی۔ کچھ لمحوں کے لئے جیسے وقت تھم گیا ہو، دونوں کی نظریں ایک دوسرے میں کھو گئیں۔

عبید نے اپنے گیلے بالوں کو پیچھے کیا اور اپنے آپ کو سنبھالنے کی کوشش کی۔ ابھی وہ دروازے کی طرف بڑھا ہی تھا کہ زیمل بچوں کی طرح تیزی سے اُس کے پیچھے لپک گئی، دونوں بازو اُس کے سینے کے گرد کس لئے، اُس کی گرم سانسیں عبید کی گردن پر پڑیں، "میں ڈرتی ہوں... آپ کو کھونے سے، عبید..." اُس کی آواز کانپ رہی تھی، جیسے اُس کے دل کی دھڑکنیں رونے لگی ہوں۔

عبید نے گہری سانس لی، دل کی دھڑکنیں تیز ہو گئیں۔ اُس نے آہستگی سے اپنے بازو اُس کے گرد لپیٹ لئے، اُس کے آنسوؤں کی نمی اپنے کندھے پر محسوس کی، "زیمل، تم مجھے کبھی نہیں کھو سکتی... تم میری جان ہو... اور میں کبھی تمہیں چھوڑ نہیں سکتا..."

زیمل کی آنکھوں سے آنسو بہتے رہے، اُس کی گرفت اور مضبوط ہو گئی، جیسے ڈر ہو کہ عبید اُس کی گرفت سے نکل نہ جائے۔

پر... اگر پنچایت نے آپ کے خلاف فیصلہ دے دیا تو...؟" زیمل کی کپکپاتی"
آواز عبید کے دل پر ایک تیر کی طرح لگی۔
عبید نے اُس کے بالوں کو آہستگی سے تھپکتے ہوئے کہا، "تو پھر بھی میں تمہارے
ساتھ ہوں گا، زیمل... مرنے کے بعد بھی... تمہیں کبھی اکیلا نہیں چھوڑوں
"...گا

اُس نے آہستگی سے اُس کے ماتھے پر بوسہ دیا، جیسے اُس کی ہر پریشانی کو اپنی
سانسوں میں جذب کر رہا ہو۔ نہیں عبید اللہ نہ کرے تمہیں کچھ ہو
۔۔۔!! زیمل نے اسکے ہونٹوں پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا زیمل نے اپنے آنسو
لرزتے ہاتھوں سے صاف کیے، دل کی دھڑکنیں ابھی تک بے قابو تھیں۔ اُس
نے آہستگی سے عبید کا ہاتھ تھاما،

اور اس پر بھوسہ دیا، عبید نے اپنے جزبات پر کابو رکھنے کے لئے چہتا کا رخ موڑ
لیا" تم ہمیشہ کہتے ہو، عبید... کہ میں تمہاری زندگی ہوں، تمہاری خوشی ہوں...
پر شاید تمہیں کبھی یہ احساس نہیں ہوا کہ تم میرے لئے کیا ہو... "تم وہ ہو عبید،
جس نے مجھے سکھایا کہ محبت صرف لفظوں میں نہیں، دل کی دھڑکنوں میں بھی

محسوس کی جا سکتی ہے۔ تم وہ ہو، جس نے میرے خوابوں کو حقیقت کا رنگ دیا، میری دعاؤں کا جواب بن کر میری زندگی میں آیا..." اُس کی آواز میں لرزش تھی، مگر الفاظ دل کی گہرائیوں سے نکل رہے تھے۔ "تم وہ ہو، جس کی محبت نے میری ہر خاموشی کو سمجھا، میرے ہر آنسو کو محسوس کیا، تم میری روح کی وہ آواز ہو، جس کے بغیر میں مکمل نہیں..." عبید نے اُس کی طرف دیکھا، جیسے وہ پہلی بار اُسے سمجھ رہا ہو، اُس کی آنکھوں میں نمی تھی، مگر لبوں پر ایک پر سکون مسکراہٹ تھی۔ "زیمل..." اُس نے آہستگی سے اُس کے ہاتھ کو اپنے لبوں سے لگایا، "تم نے آج میری زندگی کو ایک نیا مطلب دے دیا... اور پھر اُس نے اُسے اپنے قریب کر لیا، اُس کی پیشانی پر ایک نرم بوسہ دیا، جیسے اُس کی ہر تکلیف کو چُپ چاپ اپنی سانسوں میں جذب کر رہا ہو۔

صبح کا وقت تھا، سورج کی پہلی کرنیں افق پر نمودار ہو رہی تھیں، ہوا میں ایک عجیب سی خموشی تھی، درختوں کی شاخیں جھکی ہوئی، راستہ لمبا تھا، دونوں طرف

بلند و بالا پہاڑ، جن پر دھند کی ہلکی چادر بچھی ہوئی تھی۔ سردار آفتاب کی میت سفید کفن میں لپٹی، کندھوں پر اُٹھائی جارہی تھی۔ سردار کامران، اُس مضبوط شخص کی کمر جھکی ہوئی تھی، آنکھوں میں دکھ اور شکست کی سرخی تھی، جیسے اُس کا غرور، اُس کا مان اُسکے کندھوں پر رکھا ہو اور ہر قدم پر بوجھ بڑھتا جارہا ہو۔ جبکہ میت کی دوسری سائیڈ سرادر عفان اپنے بھائی کی میت اٹھائے جارہا تھا، آنکھوں میں بے بسی، چہرے پر غم کا سایہ، وہ جو ہمیشہ اپنے بھائی کے پیچھے کھڑا ہوتا تھا، آج اُسے کندھوں پر اُٹھائے چل رہا تھا۔ اُس کے قدم لڑکھڑا رہے تھے، راستے کے دونوں طرف کھڑے درخت خاموشی سے اُنہیں دیکھ رہے تھے، کچھ پرندے وہ بھی خاموش تھے، جیسے وہ بھی کسی دکھ میں شاخوں پر چہچہاتے تھے، مگر آج شریک ہوں۔

قبرستان قریب آرہا تھا، وہاں کی مٹی کی خوشبو، خاموشی، اور وہ پرانی قبریں، جن پر وقت کی گرد جم چکی تھی، جیسے وہ بھی نئے آنے والے کا انتظار کر رہی ہوں۔ مٹی کی خوشبو، خشک پتے، پرندوں کی خاموشی، اور سورج کی مدھم کرنیں... ہر چیز ایک عجب اداسی میں ڈوبی ہوئی تھی قدموں کی چاپ، دلوں کی

دھڑکن، اور آنکھوں میں نمی، یہ قافلہ اُس شخص کی آخری منزل کی جانب بڑھ رہا تھا، جو کل تک اُن کے ساتھ تھا، قبر میں سفید کفن کی میت اُتاری گئ۔ سردار کامران کے ہاتھ کانپ رہے تھے، اُس کے سینے میں ایک طوفان تھا، مگر آنکھوں سے ایک قطرہ بھی نہ نکلا، شاید سرداروں کی آنکھیں صرف اندرونی طوفان کے لئے بنی ہوتی ہیں۔ مٹی کی پہلی مٹھی ڈالی گئ، زمین نے اپنے ایک بیٹے کو واپس اپنی آغوش میں لے لیا۔ سردار کامران نے جب مٹی کی مٹھی اپنے بیٹے کی قبر پر ڈالی، تو اُسے لگا جیسے اُس نے اپنی زندگی کی سب سے بڑی جنگ ہار دی ہو۔ اُس کے کندھے جھک گئے، اُس کی کمر دوہری ہو گئ، اور آنکھوں میں ایک ایسا درد اُتر آیا، جو کبھی ختم نہیں ہو سکتا۔ سردار افتاب کو قبر میں اتارہ گیا جس پر لکھا تھا

سردار آفتاب ولد کامران مرتضیٰ تاریخ پیدائش 12 اپریل تاریخ وفات 6 مارچ، اج سردار کمران کا ایک اور بیٹا انکی دشمنی کے بینٹ چڑ گیا، موت وہ دروازہ ہے جس کے پار ہر حقیقت عیاں ہو جاتی ہے، جہاں انسان کی ساری ضد، سارا غرور اور ساری چاہتیں بے معنی ہو جاتی ہیں۔ اور ہم زندگی میں یہ نہیں

سوچتے کہ اگے کیا ہوگا ہمارا، ہم بس اس زندگی کو خوشگوار بنانے میں لگے ہے
آخرت کی فکر کسی کو نہیں، ہم بھول گئے کے کہ ہمیں اس دنیا میں کیوں بیجھا گیا
ہے اور ہم دنیا کی چکا چوند میں یوں گم ہو گئے ہیں کہ ہمیں اصل منزل یاد ہی
نہیں، ہمیں اس زمین پر آنے کا مقصد یاد ہی نہیں، نہ وہ راستے یاد رہے جو ہمیں
اپنے رب تک لے جاتے ہیں، نہ وہ لمحے جن میں ہمارے
نامہ اعمال کے صفحے سیاہ یا روشن ہونگے۔ ہم اس دنیا میں ایسے کھو گئے ہیں جیسے
یہ ہمیشہ کی ہے، بھول گئے کہ ہر سانس ہمارے نامہ اعمال کا حصہ بن رہی ہے،
اور وہ لمحہ جب آنکھیں ہمیشہ کے لیے بند ہو جائیں گی، تب نہ یہ دنیا ساتھ ہو گی نہ
اس کی رونقیں... بس اعمال ہوں گے اور ہم۔ پر سب اس دنیا میں کھوئے ہوئے
ہے، میں یہ نہیں کہ رہی، کہاس دنیا کو چھوڑ دے پر اپنے آخرت کے لئے بھی
کچھ کرے،

سردار آفتاب کا جنازہ ادا کر دیا گیا، سب اپنے گھروں کی طرف واپس چلے
گئے، اور اپنے کاموں میں مصروف ہو گئے سردار کامران اور سردار عفان نہ
جانے کتنے وقت اسے قبر کے پاس بیھٹے تھے، سردار کامران ہاتھ میں قرآن لئے

تلاوت میں مصروف تھے، نجانے کتنے دیر وہ بھیٹے رہے پر وہ دونوں بھی اپنے منزل پر روانہ ہوگئے،

پنچایت کا میدان ہمیشہ سے سخت فیصلوں کی گواہی دیتا آیا تھا، جہاں عزت، غیرت اور خاندانی روایات پر سمجھوتہ نہیں کیا جاتا۔ آج بھی ویسا ہی ایک دن تھا، جب دو سردار، سردار کامران اور سردار شہریار، ایک دوسرے کے سامنے بیٹھے تھے۔ دونوں کے چہروں پر وقت کی سختی اور حالات کی تلخی واضح تھی، مگر نظریں ایک دوسرے کے وقار سے ٹکرا رہی تھیں۔ سردار کامران نے اپنی سیاہ آنکھوں میں ضبط کا سمندر سموئے، سرد لہجے میں کہا، "سردار شہریار، ہمارے بیٹے کی لاش اٹھائی گئی ہے، تمہارا بیٹا ہمارا وارث چھین کر تمہارے سامنے زندہ بیٹھا ہے... کیا تمہیں انصاف کا مطلب بھی پتا ہے؟" سردار شہریار نے اپنے سفید بالوں والے سر کو جھکاتے ہوئے گہری سانس لی، "کامران، میں تمہارا دکھ سمجھتا ہوں، مگر تمہیں مجھ پر یقین کرنا ہوگا... میرا بیٹا قاتل نہیں ہے۔"

❦

یقین؟" سردار کامران نے ہنس کر کہا، جیسے یہ لفظ اس کے کانوں میں زہر" گھول رہا ہو۔ "یقین تب کیا جاتا ہے جب حقائق خاموش ہوں، پر یہاں تو خون بول رہا ہے، میرے بیٹے کا خون... جو تمہارے بیٹے کی گاڑی کے نیچے بہا ہے!"

سردار شہریار کا چہرہ سرخ ہو گیا، مٹھیاں بھینچتے ہوئے اس نے کہا، "کامران، تم مجھ پر اتنا بڑا الزام لگا رہے ہو...؟ میرا بیٹا قاتل نہیں ہے!"

** **

پنچایت کے لوگ سر جھکائے بیٹھے تھے، کچھ کی نگاہیں زمین پر تھیں تو کچھ کی درختوں کی ٹہنیوں پر۔ مگر سب جانتے تھے کہ آج ایک فیصلہ ہونا ہے، وہ فیصلہ جو دونوں خاندانوں کی تقدیر بدل دے گا۔ تبھی سردار عفان، جو اپنے بھائی کی موت کے بعد صبر کی حدیں پار کر چکا تھا، یک دم اٹھ کھڑا ہوا، "ہمیں قصاص چاہیے، خون کا بدلہ خون!" اس کی آواز میں درد تھا، غصہ تھا، اور انتقام کی آگ... "یہی ہمارا فیصلہ ہے!"

** **

یہ سنتے ہی سردار شہریار کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا، اس کے قدم لرز گئے۔ بیٹے کے قاتل ہونے کا داغ تو وہ سہہ سکتا تھا، مگر اسے کھونے کا دکھ...؟ وہ اس لمحے ایک باپ تھا، ایک سردار نہیں۔ جبکہ عبید سر جھکائے ایک طرف بھیٹا تھا یزدان نے اپنے باپ کا شانہ تھاما، "ڈیڈ...مجھے بات کرنے دیں۔" وہ اپنے قدموں کو مضبوطی سے زمین پر جما کر پنچایت کے سامنے آیا، "سردار کامران، سردار عفان... میرے بھائی کو انصاف دیں، پر اسے جینے کا حق بھی دیں۔" سب کی نظریں اس پر تھیں، چند لمحے خاموشی چھائی رہی، پھر سردار کامران نے سرد لہجے میں کہا، "اگر خون کا بدلہ خون نہیں تو ونی...!"

یہ سنتے ہی عبید کا چہرہ سفید پڑ گیا۔ اور یک دم اٹھا میں اپنی جان سو بار بھی قربان کرنے کے لئے تیار ہوں، پر ہماری حویلی کی عورتوں کی طرف کوئی آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھے گا۔۔۔!! جبکہ کچھ دیر بعد ایک لڑکی لرزتے قدموں سے سامنے آئی، اس کا دل جیسے ایک لمحے میں ہزاروں بار دھڑک گیا۔ سفید چادر میں لپٹی ہوئی، نازک مگر مضبوط... لڑکی۔ میں ونی میں جانے کے لیے تیار ہوں پر ی

نے پنچائیت میں اتے ہوئے سب کے سامنے کہا، جبکہ سب لوگوں کی نظرے اس کی طرف مڑ گیئ، تم یہاں کیا کر رہی ہوں پری" یزدان یک دم اس کی طرف بڑھا، اس کی مضبوط گرفت نے پری کو بازو سے پکڑا، "تم اندر جاؤ، پری!" وہ چیخا۔۔۔!! پر وہ اپنی جگہ سے نہ ہٹی، اس کی بڑی آنکھوں میں آنسو لرزنے لگے،

"! نہیں بھائی! میں اندر نہیں جاؤں گی... میں اپنے بھائی کو اکیلا نہیں چھوڑ سکتی" یزدان نے غصے سے اس کی طرف دیکھا، مگر پری کے چہرے پر خوف کی جگہ ایک عجیب سی مضبوطی تھی، "بہنیں ونی میں دینے کے لئے نہیں ہوتیں، پری، پر بھائی بھی تو قربان کرنے کے لئے نہیں ہوتے... یزدان بھائی تو کیوں قربان کر دیے جاتے ہیں؟" یزدان کا دل دھڑکنے لگا، اس کی بہن کی باتوں میں اتنی گہرائی تھی کہ لمحے بھر کے لئے سب ساکت ہو گئے۔ سردار شہریار نے بھی پلکیں جھکا لیں، جیسے بیٹی کے الفاظ نے اس کے دل کو چیر دیا ہو۔

پنچایت کے لوگ بھی چپ ہو گئے، ہر طرف خاموشی چھا گئی... ایک ایسا لمحہ جب ہر آنکھ نم ہو جاتی ہے، ہر دل بوجھل ہو جاتا ہے، اور ہر قدم رک جاتا ہے۔

کمرے میں مدھم سی روشنی تھی، ہوا میں ابھی تک آفتاب کی خوشبو رچی ہوئی تھی، جیسے وہ ابھی ابھی دروازے سے باہر نکلا ہو... مگر حقیقت کچھ اور تھی۔ عبیرہ بیڈ کے کھونے پر بیٹھی آفتاب کی تصویر کو سینے سے لگائے رو رہی تھی، جیسے وہ کوئی نایاب خزانہ ہو، جو اب اس سے چھن چکا تھا۔ آنکھوں سے آنسو مسلسل بہہ رہے تھے،اس کے لرزتے لب کچھ کہنے کے قابل نہ تھے

۔مایا نے آہستگی سے دروازہ کھولا، ہاتھوں میں ٹرے لئے، ااکج طرف

بڑھی "عبیرہ آپی... تھوڑا سا تو کھا لیں،" اس کی آواز میں بے پناہ محبت تھی، وہ اپنی بہن کی حالت دیکھ کر تڑپ رہی تھی۔ عبیرہ نے ایک لمحے کے لئے سر اٹھایا، اس کی آنکھوں میں ایک سوال تھا، جیسے پوچھ رہی ہو، "کیسے کھاؤں؟ کس کے لئے؟" پھر دوبارہ نظریں جھکا لیں۔مایا نے آہستہ سے ٹرے بیڈ کے کنارے پر

رکھا، ''آپی... بھائی جان بھی نہیں چاہیں گے کہ آپ خود کو یوں ختم کر دیں، ''وہ اس کے قریب بیٹھتے ہوئے بولی۔ عبیرہ کی گرفت تصویر پر اور بھی مضبوط ہو گئی،

مایا، تمہیں پتا ہے...؟ جب وہ صبح باہر جاتا تھا تو ہمیشہ کہتا تھا، 'عبیرہ، میرا انتظار '' کرنا، میں واپس آؤں گا،' میں اج انتظار کرتی رہی پر وہ نہیں لوٹا اسکی میت آئی اور اب... اب وہ واپس نہیں آئے گا، ''اس کی آواز کانپ گئی، آنکھوں سے بہتے آنسو تصویر کے شیشے پر گرنے لگے۔

مایا نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا، ''آپی، بھائی جان تو ہمیشہ آپ کو مسکراتا دیکھنا چاہتے تھے، وہ تو کبھی نہیں چاہتے تھے کہ آپ یوں خود کو اذیت دیں۔ ''عبیرہ نے نم آنکھوں سے اپنی بہن کی طرف دیکھا، ''تم جانتی ہو مایا...؟ میں نے اس کے لئے ہر دعا مانگی، ہر رات اللہ کے سامنے جھکی، اس کے لئے قرآن پڑھا... پر پھر بھی... وہ مجھ سے چھن گیا... ''اس نے اپنا چہرہ ہاتھوں میں چھپالیا، ''کیسے جیوں گی اس کے بغیر؟ ''اسی لمحے دروازہ دوبارہ کھلا، اور انکی ماں اندر داخل ہوئیں،

آنکھوں میں وہی کرب، وہی بے بسی جو ایک ماں کی ہوتی ہے، وہ آکر انکے ساتھ بھیٹی

عبیرہ... بیٹا کچھ کھالے، خود کو یوں ختم نہ کر، کماز کم اپنے آنے والے بچے کا کچھ " سوچوں "ان کی آواز میں وہی درد تھا جو عبیرہ کے سینے میں سلگ رہا تھا۔ "امی... "عبیرہ نے کانپتے ہونٹوں سے کہا، "میری دنیا تو ختم ہو گئی ہے، کیسے جیوں گی اس کے بغیر؟ "ماں نے اسے سینے سے لگایا، "بیٹا، ہم سب اسی کے حکم کے محتاج ہیں، جو آیا ہے اسے جانا بھی ہے... پر یوں خود کو ختم مت کر، اسکی روح کو تکلیف نہ دوں... "عبیرہ نے اپنی ماں کے سینے سے لگتے ہی پھوٹ پھوٹ کر رونا شروع کر دیا، "امی، وہ میرا سب کچھ تھا... میرا خواب، میری حقیقت... وہ میری سانس تھا، میری زندگی تھاماما۔۔!! مایا نے بھی آنکھوں میں آنسو لئے اپنی ماں اور بہن کو دیکھا، کمرے میں اب صرف سسکیوں کی آواز تھی، ایک ایسا دکھ جسے لفظوں میں بیان کرنا ممکن نہ تھا...

حویلی کی لمبی، خاموش راہداریوں میں ایک عجیب سی ویرانی چھائی ہوئی تھی۔ ہر طرف اداسی، ہر کونے میں سناٹا... جیسے دیواریں بھی چیخ رہی ہوں، چیخ رہی ہوں اس ناانصافی پر جو ہونے جا رہی تھی۔ پری سفید چادر میں لپٹی، سر جھکائے آہستہ آہستہ سیڑھیاں اتر رہی تھی۔ اس کے قدم جیسے بوجھل ہو گئے تھے، ہر قدم اس کے دل کے ٹکڑے کر رہا تھا۔ اس کے پیچھے نوکرانیاں اور نور سے اسکے ساتھ چل رہی تھی

، خاموش مگر نم آنکھوں کے ساتھ اس کے پیچھے چل رہی تھیں۔ نیچے ڈرائنگ روم میں، سردار شہریار سر جھکائے بیٹھے تھے۔ ان کا چہرہ سناٹے کی چادر اوڑھے ہوئے تھا، جیسے وہ بھی کسی گہری سوچ میں گم ہوں۔ ان کے ہاتھوں کی مٹھیاں بھنچی ہوئی تھیں، آنکھوں میں ایک ایسی بے بسی تھی جو سرداروں کو زیب نہیں دیتی۔ "پری بیٹا ایسا نہ کروں۔۔۔؟؟ اس نے سر اٹھائے بغیر کہا، جیسے اس کی آواز بھی اس دکھ کے بوجھ تلے دب گئی ہو۔ پری کے قدم رک گئے۔ اس نے ایک لمحے کے لیے اپنے باپ کی طرف دیکھا، مگر پھر نظریں جھکا لیں۔ شاید وہ نہیں چاہتی تھی کہ اس کے آنسو کوئی دیکھے، کہ وہ کمزور نظر آئے۔ اج وہ اس گھر

سے رخصت ہو رہی تھی، اپنے بھائی کو بچانے کے لیے ونی ہو رہی تھی پری نے بنا کچھ کہے قدم دوبارہ آگے بڑھائے، دروازے کی طرف...

پر ہر قدم اس کے دل پر چھری کی طرح لگ رہا تھا۔ جیسے ہی وہ دروازے کے قریب پہنچی، زیمل نے ایک قدم آگے بڑھایا، "پری..." اس کی آواز کانپ رہی تھی، "مت جاؤ... پلیز..." ایسا نہ کروں، یہ سب کوئی نہ کوئی حق نکال لینگے، اب میرا یہاں رکنے ک کوئی جواز نہیں پری نے صرف ایک لفظ کہا، اور اس میں اسنے ساری باتیں بیان کر دی، اور لوگوں کو کچھ سمجھ نہ ایا، پر سامنے کھڑی عالینہ بیگم سب سمجھ گئ، میرا نکاح انکے بیٹے کے ساتھ پڑھا دیا گیا ہے، اب میں جیو یہ مرو اب میرا گھر وہی ہے، وہ یہ باتیں کہ رہی تھی، اور نظرے عالینہ بیگم کی طرف تھی جبکے بشرہ بیگم اور مرینہ سامنے سیڑھیوں پر کھڑی تھی، ابھی تو یہ سب شروعات ہے، سرادارو‌ں آگے آگے دیکھ ہوتا ہے کیا۔۔۔؟؟

مرینہ نے اپنے ناخنوں کو دیکھتے ہوئے کہا، رکھ جاؤ۔۔۔! ! نور نے التجائیں نظر سے اسے دیکھا، نور کے نکاح کے بعد آج پہلی بار نور نے اس سے بات کرنے کی ہمت کی، پری بنا کچھ کہے نور کے گلے لگی اور پر دروازے کی جانب بڑھی، سب

نے بہت کہا پر پری نہیں رکی، اس نے ایک آخری بار اپنے بھائی عبید کی طرف دیکھا، جس کے چہرے پر شرمندگی، بے بسی اور غصہ تھا، جیسے وہ خود کو کبھی معاف نہ کر پائے گا۔ جبکہ یزدان نے اسے اپنے باہوں میں چھپالیا، فکر نہ کروں بہنا بس کچھ دن۔۔۔!! کچھ دن بعد تم واپس ہمارے ساتھ ہو گی، جبکہ پری اسکے سینے میں خود کو محفوظ سمجھ رہی تھی، پر اس نے اپنے احساسات پر قابو رکھا، اور باہر کی طرف بڑھی، بنا پیچھے دیکھے،

پری نے آنکھیں بند کیں، آنسو اس کے گالوں پر بہنے لگے۔ اس نے دروازہ کھولا، اور حویلی کے باہر قدم رکھ دیا۔ حویلی کی سرد ہوا نے اسے اپنے آغوش میں لے لیا، جیسے اسے تسلی دے رہی ہو، یا شاید الوداع کہہ رہی ہو۔

پیچھے، سردار شہریار کی آنکھوں میں آنسو تھے، پر اس نے انہیں چھپانے کے لئے سر جھکا لیا۔ اس نے اپنا دیا ہوا وعدہ نبھا دیا تھا (جو پری نے ان سے لیا تھا کہ اگر آپ مجھے اپنی سگی بیٹی سمجھتے ہے، تو مجھے نہ روکے)... یا شاید اپنی بیٹی کو ہمیشہ کے لئے کھو دیا تھا۔

ہوا کی سرگوشیاں، سردار آفتاب کے خون کی سونگھتی ہوی زمین، اور اندھیری رات... اس حویلی سے کچھ فاصلے پر ایک ویران خستہ حال کھوٹی تھی۔ کمرے کے ایک کونے میں راز بان، آرام سے سگار کا کش لے رہا تھا۔ اس کی آنکھوں میں ایک خطرناک چمک تھی، جیسے وہ اس دنیا کا ہر راز جانتا ہو، جیسے وہ ہر چیز کا مالک ہو۔ ایک آدمی، کالے کپڑوں میں ملبوس، اس کے سامنے ہاتھ باندھے کھڑا تھا۔ اس کے چہرے پر خوف اور ماتحتی تھی، جیسے وہ جانتا ہو کہ اگر اس نے کوئی غلط بات کی تو اسے یہاں سے زندہ واپس جانے کا کوئی حق نہیں۔ "... سردار آفتاب راز بان نے سگار کا دھواں ہوا میں چھوڑتے ہوئے مسکرایا، "کتنی شان سے جیتا تھا، اور کتنا بے بس مر گیا..." "پر، سردار شہریار ابھی بھی زندہ ہے..." وہ آدمی کانپتی آواز میں بولا، "اور وہ اپنے بیٹی کا بدلہ ضرور لے گا..." یہاں تو چاہتا ہو میں کے ان دونوں خاندانوں کی نسلے تباہ ہو جائے راز بان نے ایک گہرا قہقہہ لگایا"

اس نے اپنی کرسی کی پشت سے ٹیک لگاتے ہوئے کہا، "کیا تم نے کبھی شیر کو پنجرے میں قید ہوتے دیکھا ہے؟ وہ جتنا بھی دہاڑے، وہ پنجرے سے باہر نہیں آ سکتا۔" اور یہی حال ان دونوں سرداروں کا ہے اس نے سگار کا دوسرا کش لیا، دھویں کی ایک موٹی لہر نے اس کے چہرے کو ڈھانپ لیا۔ "سردار کامران کا خاندان... وہ بھی تو خون کا بدلہ مانگے گا، اور پھر یہ دشمنی کی آگ... یہ کبھی نہیں بجھے گی..." "لیکن سردار کامران تو تمہارا پرانا دشمن تھا، تم نے اس کے بیٹے کو مارا... یہ تو تمہارے لئے بھی خطرناک ہو سکتا ہے..." آدمی نے ڈرتے ہوئے کہا۔

راز بان نے اپنے سگار کو راکھدان میں بجھایا، "خطرہ...؟" وہ اٹھا، آدمی کے قریب آیا، اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالیں، "خطرہ تو وہ لیتے ہیں جو ڈر کے جیتے ہیں، میں وہ نہیں ہوں..." وہ آدمی ایک قدم پیچھے ہٹ گیا، اس کا دل خوف سے تیز دھڑکنے لگا۔ "اب تم جاؤ، اور سردار کامران کے آدمیوں پر نظر رکھو... میں چاہتا ہوں کہ یہ آگ اور بھڑکے، اور خون کی خوشبو سے یہ ہوا بھر جائے..." راز بان نے اپنی انگلیاں چٹخائیں، جیسے وہ کسی بڑے کھیل کی منصوبہ بندی کر رہا

ہو۔ آدمی نے سر ہلایا اور جلدی سے کمرے سے باہر نکل گیا۔ راز بان نے اپنی کرسی پر بیٹھتے ہوئے سگار کا ایک اور کش لیا، اس کے ہونٹوں پر ایک پراسرار مسکراہٹ تھی... جیسے اسے اس جنگ کا ہر موڑ معلوم ہو... جیسے وہ اس کھیل کا اصلی بادشاہ ہو۔ ماں میں نے آپ کا بدلی پورا کر لیا، اس نے سامنے پڑے ایک تصویر کو دیکھتے ہوئے کہا،

شام کا وقت تھا، حویلی کے وسیع اور پرانے ہال میں ابھی بھی خاموشی تھی، ہر . طرف ایک بوجھل سی فضا تھی، جیسے سانسیں بھی اپنے ہونے کا احساس دلانے سے ڈر رہی ہوں۔ دروازے کی دہلیز پر ایک سایہ رکا، اس کے ہونٹ بھینچے ہوئے، سانسوں میں تلخی اور آنکھوں میں شدت کا سمندر۔ وہ مایا تھی، عبیرہ کی چھوٹی بہن، جس کے دل میں محبت اور نفرت ایک ساتھ جل رہے تھے۔ اُس نے جیسے ہی اندر قدم رکھا، نظر سیدھی عفان پر پڑی، جو کھونے میں کھڑا، خاموش اور تنہا نظر آ رہا تھا۔ اس کے ہاتھ کی مٹھیاں بند تھیں، چہرہ سپاٹ اور

نظریں زمین پر جمی ہوئی تھیں، جیسے کسی طوفان کو دل میں دبا رکھا ہو۔ مایا نے اپنی آنکھیں زور سے بند کیں، یاد آیا اُسے وہ دن جب عفان کے نام پر اس کا دل دھڑکتا تھا، جب اس کی مسکراہٹ پر وہ سب کچھ وار دینے کو تیار تھی، اور اب...

اب وہی عفان کسی اور کا ہو چکا تھا، کسی ایسی لڑکی کا جس نے اس کی جگہ چھین لی تھی، کسی ایسی لڑکی کا جو صرف ونی میں آئی تھی، لیکن پھر بھی اُس کے عفان کی بیوی بن گئی تھی۔ "یہ کیسے ہو سکتا ہے..." مایا نے اپنے دل میں جلتے سوال کو دبانے کی ناکام کوشش کی، اُس کی سانسیں تیز ہو گئیں، قدم

لڑکھڑائے اور وہ دیوار کے ساتھ ٹیک لگاتے ہوئے دھیرے سے زمین پر بیٹھ گئی۔ "یہ میرا عفان نہیں ہو سکتا..." اس نے خود سے کہا، آنکھوں میں آنسو تھے، لیکن ہونٹوں پر زہر بھری مسکراہٹ بھی تھی۔ "پر اگر میں کسی اور کی نہیں ہو سکی تو عفان بھی کسی کا نہیں ہو سکتا...!" مایا نے دل میں ایک فیصلہ کر لیا تھا، اس کی آنکھوں میں شدت اور انتقام کی چمک تھی، جیسے کوئی طوفان آنے کو

ہو۔ عفان نے ایک لمحے کے لئے نظریں اٹھائیں، لیکن مایا کی نظر اس پر تھی، اور اس لمحے اُس نے عفان کی آنکھوں میں کچھ دیکھا —

ایک ادھورا خواب، ایک خاموش چیخ، ایک ایسا درد جو شاید کسی نے محسوس نہ کیا ہو۔ عفان نے اچسنک رخ دوسری سائڈ پیر لے، کیونکہ وہ ابھی اسکا تماخہ دیکھنے کے لئے تیار نہ تھا، مایا نے اپنے آنسو صاف کیے، اپنی مٹھیاں بند کیں اور دھیرے سے سر اٹھایا، "یہ جنگ ابھی ختم نہیں ہوئی، افان..." اس کے ہونٹوں سے یہ الفاظ نکلے، اور وہ خاموشی سے اپنے قدم اٹھاتی باہر نکل گئی، اس عزم کے ساتھ کہ افان کو کبھی سکون نہ ملے گا، جب تک اس کی محبت بے سکون ہے۔

صبح کی نرم روشنی کھڑکیوں سے چھن کر حویلی کے وسیع کمروں میں پھیل رہی تھی، ہوا میں ہلکی سی خنکی تھی جو پہاڑی علاقے کی صبح کا خاصہ ہوتی ہے۔ کچن سے برتنوں کی ہلکی چھنکار اور کھانا پکنے کی خوشبو ہر طرف پھیلی ہوئی تھی۔ نور حیات کچن کے سنگ مرمر کے کاؤنٹر کے پاس کھڑی، چولہے پر پراٹھے بنا رہی تھی۔ اس کی آنکھوں میں ہلکی سی تھکاوٹ اور چہرے پر خاموشی تھی، جیسے کئی راتوں سے نیند پوری نہ ہوئی ہو۔ عالینہ بیگم نے اب سب کام نور کے سپرد کر دیا تھا،

شاید سزا کے طور پر، ملازموں کو چھٹی دے دی گئی تھی، اور نور کو سارا کام خود کرنا پڑ رہا تھا۔

اسی لمحے، یزدان کی آنکھ کھلی۔ کمرہ خالی تھا، وہ ناپسندیدگی سے گردن ہلاتا بیڈ سے اٹھا اور سیدھا واش روم کی طرف بڑھا، چہرے پر ہلکی سی خفگی لئے ہوئے۔ اسے پسند نہیں تھا کہ نور صبح صبح اس کے بغیر کمرے سے نکلے، لیکن وہ جانتا تھا کہ عالینہ بیگم کا حکم نور رد نہیں کر سکتی تھی۔

دوسری طرف، زیمل اپنے کمرے میں بیٹھی تھی، اس کے ہاتھ میں قرآن پاک تھا، اور لب ہلکی آواز میں تلاوت کر رہے تھے۔ لفظوں کا نور اس کے دل کو سکون دے رہا تھا، جیسے وہ اپنی مشکلات کو اپنے رب کے سامنے بیان کر رہی ہو۔ عبید نے تو پوری رات جاگ کر گزاری تھی۔ پری کا خیال اس کے دل و دماغ میں طوفان برپا کیے ہوئے تھا۔ آخرکار، رات کے آخری پہر میں کچھ لمحوں کے لئے اس کی آنکھ لگی، اور اب وہ گہری نیند میں تھا، جیسے اپنی پریشانیوں کو تھوڑی دیر کے لئے بھولنے کی کوشش کر رہا ہو۔ مرینہ آئینے کے

سامنے کھڑی اپنے بالوں کو سلجھا رہی تھی، اپنے خوبصورت لمبے بالوں میں برش پھیرتے ہوئے وہ کسی خیال میں کھوئی ہوئی تھی۔ آئینے میں اپنی جھلک دیکھ کر اس کے لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ ابھری، "ویسے حسین تو بہت ہوں میں..." اس نے خود سے کہا، پھر اپنی مہنگی عطر کی خوشبو کو کلائی پر چھڑکتے ہوئے دروازے کی طرف بڑھی۔ وہ ابھی چند قدم ہی چلی تھی کہ سامنے سے یزدان آتا دکھائی دیا۔ وائٹ شرٹ اور بلیک پینٹ اور گنگرائے بالوں کا بے پروائی سے پیچھے کی طرف سیٹ کرنا جیسے کسی نواب کی شان و شوکت ہو۔ اس کی بھوری آنکھوں میں ایک عجیب سا نکھار تھا، جو کسی گہرے سمندر کی مانند تھا، پراسرار اور پرکشش۔ مرینہ کی نظر اچانک اس کے ہاتھ پر بندھی سفید پٹی پر پڑی، وہ چونکی "یہ کیسے ہوا یزدان؟" اس نے جلدی سے اس کا ہاتھ اپنے دونوں ہاتھوں میں لے لیا، نظریں اس کے زخم پر جم گئیں، یزدان نے ایک لمحے کے لئے اس کی طرف دیکھا، آنکھوں میں ہلکی سی بے زاری تھی، ابھی یزدان کچھ کہتا

کہ اسی لمحے، سیڑھیوں پر نور کا قدم پڑا، ہاتھ میں ٹرے لئے، اس کی نظریں سیدھی ان دونوں کے ہاتھوں پر گئیں۔ لمحے بھر کے لئے وہ ساکت ہو گئی، جیسے

کسی نے اس کی روح کو چوٹ پہنچائی ہو۔اس نے فوراً نظر پھیر لی، دل میں ایک عجیب سا بوجھ لئے واپس کچن کی طرف بڑھ گئی، جیسے اپنے آنسوؤں کو سب سے چھپانا چاہتی ہو۔ یزدان کی نظریں نور کی طرف گئیں،اس کی بھوری آنکھوں میں ہلکی سی تڑپی تھی،اس نے جلد از جلد صرف مرینہ کے ہاتھ سے اپنا ہاتھ چھڑایا اور نیچھے راہداری کی جانب بڑھا مرینہ نے حیرت سے اسے دیکھا، "کیا ہوا یزدان ؟"" "کچھ نہیں... بس ہاتھ ہلکا سا زخمی ہو گیا تھا،" وہ ہلکے لہجے میں بولا، جبکہ مرینہ خالی ہاتھ ہی رہ گئی، تمہیں میں اتنی آسانی سے کسی اور کا ہونے نہیں دونگی یزدان، تم محبت ہو میری، اور میں تمہیں حاصل کر کے ہی رہونگی،

دوپہر کا وقت تھا، حویلی کے وسیع صحن میں سورج کی کرنیں چھت کی جالیوں سے چھن کر فرش پر سنہری دھبے بکھیر رہی تھیں۔ دیواروں پر لٹکے پرانے ہتھیار، سیاہ سنگ مرمر کے فرش پر پڑی قالینیں اور دیواروں پر آویزاں تاریخی تصاویر، سب کچھ خاموشی سے وقت کا قصہ سنا رہے تھے۔ سردار کامران اپنے

مخصوص چمڑے کے صوفے پر بیٹھے تھے، سامنے میز پر چائے کا کپ رکھا تھا جو اب ٹھنڈا ہو چکا تھا، مگر ان کی نظریں کسی اور ہی سوچ میں گم تھیں۔ پاس ہی سردار افان کھڑا تھا، چہرے پر جمود، آنکھوں میں گہری خاموشی۔

وہ اپنی مٹھیوں کو بھینچ کر، نظریں جھکائے، ایک سپاہی کی طرح خاموش کھڑا تھا، جیسے اپنی تقدیر قبول کر چکا ہو۔ کچھ فاصلے پر عبیرہ بھابھی، جن کے چہرے پر گہری اداسی تھی، سر پر دوپٹہ ٹھیک کرتے ہوئے، اپنی بہن مایا کے ساتھ کھڑی تھیں۔ مایا کے چہرے پر غصے اور بے چینی کے آثار واضح تھے، اس کی نظریں بار بار عفان پر جا ٹھہرتی تھیں، جیسے وہ کسی جواب کی منتظر ہو۔

"کتنی آسانی سے تم نے میرا خواب توڑ دیا، عفان... تم نے مجھے اس پری کے لئے چھوڑ دیا؟" مایا نے دل میں سوچا، دانت بھینچتے ہوئے، اس کی مٹھیاں خود بخود بند ہو گئیں۔

اسی لمحے، زینے سے ہلکی چاپ سنائی دی۔ سفید دوپٹہ میں لپٹی، چہرہ جھکائے، لرزتے قدموں کے ساتھ پریال سیڑھیاں اترتی ہوئی صحن میں آئی۔ اس کا وجود خاموش تھا، مگر ہر قدم جیسے زمین پر سسکیوں کی آواز بکھیر رہا تھا۔ یہ پوری رات

کمرے میں بند رہی، اور کل سے اس نے کچھ نہیں کھایا تھا، عبیرہ نے ایک نظر اس پر ڈالی، اس کے دل میں ہمدردی کا دریا موجزن ہوا، پر وہ کچھ کہہ نہ سکی۔ وہ جانتی تھی کہ یہ لڑکی کس اذیت سے گزر رہی ہے، کیونکہ وہ خود بھی اپنے پیارے کی جدائی کا غم سہہ رہی تھی۔

سردار کامران نے ایک نظر پریال پر ڈالی، پھر سر جھٹک کر اپنے کپ کی طرف دیکھا، جیسے اس وجود کا یہاں ہونا اس کے لئے کوئی معنی نہ رکھتا ہو۔ پریال نے خود کو مضبوط کیا، اپنے لرزتے قدموں کو زمین پر جمایا، اور دھیرے سے چلتی ہوئی کچن کی طرف بڑھ گئی، جہاں اس کی زندگی اب صرف سائے اور خاموشی بن کر رہ گئی تھی۔ اب وہ کس سے گلا کرتی، اسے تو عفان نے بھی نہیں سمجھا جو اس سے بے پناہ محبت کے وعدے کرتا تھا، اب وہ ان غیروں سے کیا گلا کرتی جس سے یہ پہلی بار ملی ہے، وہ کچن میں آئی ارد گرد دیکھا پر اسے کھانے کے لئے کچھ نہیں ملا

، پر یزر کو لنے گئ، تو وہ لوک تھا ابھی یہ سب دیکھ رہی تھی کہ پیچھے سے مایا کچن میں ائ، اج سے اس گھر کا کام سارا تم کرو گی، کپڑے دونا، صفائ کرنا اور کھانہ بنانا، مایا

اس کے پیچھے کھڑی یہ سب بھول رہی تھی، جبکہ پری اسکی باتوں پر غور کئے بنا اپنے لئے کچھ بنانے میں مصروف تھی کہ یک دم سے مایا آگی بڑھی اور اس بالوں سے پکڑا، تم میری بات کو اہمیتِ کیوں نہیں دے رہی، پریال نے اسے خود سے دور کیا، تمہیں ہوتی کون ہوں مجھ پر حکم چلانے والی تم مجھ سے پوچھتی ہو کہ میں کون ہو۔۔۔۔؟؟ میں تمہیں ابھی بتاتی ہوں کہ میں کون ہو،

ابھی پریال کچھ سمجھتی کہ مایا نے اپنے ہاتھ پر گرم پانی گرایا اور چیخنے لگی، اسکی چیخے سنتے ہی سب کچن کی طرف دوڑے، کیا ہوا مایا، مایا کے ماں نے اس کے قریب اتے ہوئے کہا مام یہ دیکھے یہ اس نے کیا ہے، نایا نے اپنا ہاتھ ماں کے سامنے کرتے ہوئے کہا، جبکہ پریال حیران و پریشان کھڑی تھی، کہ یہ سب کیا ہو رہا ہے، ابھی وہ کچھ سمجھتی کہ مایا کی ماں نے اسکے چہرے پر ایک زوردار تھپڑ مارا، اپنی اوقات میں رہوں لڑکی تم اس گھر میں ونی ہو کر آئی ہو، ایک ملازمہ سے بھی کم ہے تمہاری اوقات، پری کی انکھوں سے بڑے بڑے انسو موتی کی مانند گرنے لگے،

حاشر تمہارے ساتھ ایک کمرے میں کیا کر رہا تھا، عالینہ بیگم نے حیات کو اسکے بازوں سے جنجھورتے ہوئے کہا، نن۔ نہیں۔ میں نہیں جانتی اس کو، مجھے نہیں پتا یہ کہاسے آیا، زبان کو لگام دوں لڑکی آج تو تم نے حد ہی کر دی بشرہ بیگم نے دوسری سائیڈ سے آواز دیتے ہوئے کہا، جبکہ حاشر اور مرینہ آنکھو میں شیطانیت لئے سائڈ پر کھڑے تھے، یہ سب انہیں دونوں کا کیا درا تھا، مجھے تم سے اسکی امید نہیں تھی دادی نے حیات کی طرف دیکھتے ہوئے کہا، جبکہ حیات سب کے درمیان کھڑی تھی، جسکی عزت کو رونده جارہا، مجھے تو اس لڑکی پر پہلے سے ہی یقین نہیں تھا، یہ تو تھی ہی بد کردار پتا نہیں یزدان اسے کہاسے اٹھا کر لے آیا علینہ بیگم نے آنکھو میں چنگاریاں لیتے ہوئے کہاں، جبکہ سردار شہر یار اور عبید گھر پر نہیں تھا، ورنہ عبید کچھ نہ کچھ کرلیتا، جبکہ یزدان بھی زمینوں پر گیا تھا، اسے بیگم نے سب کو دیکھتے ہوئے کہا، نہیں اس گھر میں رہنے کا کوئی حق نہیں بشرہ مام۔۔۔!! یہ کہا جائے گی پر، زیمل نے سب کو روکتے ہوئے کہا ہماری بلا سے جہنم میں جائے یہ۔۔۔!! علینہ بیگم نے اسے ہاتھ سے پکڑا اور دروازے سے باہر دکھادیا جبکہ وہ کہہ رہی تھی کہ میں بے قصور ہوں، پر کوئی اس پر یقین کرنے

کو تیار نہ تھا، ابھی پری زمین پر گرتی کہ یزدان نے اسے اپنے باہوں میں سمبھالہ اور عبید نے اسکا دوپٹہ زمین سے اٹھا کر اسکے سر پر ڈالہ۔۔۔!! یہ اپ سب کیا کر رہے ہوں، سردار شہریار کی آواز گونجی، مرینہ کا تو رنگ ہی اڑ گیا، جبکہ حاشر نے مرینہ کو گھورا تم نے تو کہا تھا کہ مرد نہیں ہونگے، اب اگر انہوں نے میرے ساتھ کچھ کیا تو میں تمھارہ نام بھی لونگا، کیونکہ یہ سب میں نے تمہارے کہنے پر کیا ہو، حاشر نے اس کے کان میں سرگوشی کی۔۔۔!! اپنے منہ کو بند کروں میں کچھ سوچتی ہوں، میں تم سے کچھ پوچھ رہا ہوں علینہ بیگم۔۔۔ سرادر شہریار کی آواز اور تیز ہوی، مجھ پر چیخیں مت اگر اپ کو اس کے کارناموں کے بارے میں پتا چلا تو آپ بھی اسکے ساتھ یہی کرینگے، عالینہ بیگم نے سردار شہریار کی طرف دیکھتے ہوئے کہا، کیا کیا ہے ایسا بھابھی نے کہ اپ سب لوگ اس کے ساتھ یہ سلوک کر رہے ہیں۔۔۔؟؟ عبید نے اگے بڑھتے ہوئے کہا، کمرے میں ایک غیر مرد کے ساتھ رنگ رلیاں کھیل رہی تھی اپ کی یہ لاڈلی بھابی اور سردار شہریار اپ کی یہ لاڈلی بہو بدکردار ہے یہ لڑکی پتہ نہیں کہاں سے اٹھا کر لے ائے ہو اپ لوگ اسے، بس کردو علینہ بیگم اپ کو ایسے الفاظ زیب نہیں دیتے۔۔۔!! سردر

شیر یار کا چہرہ یک دم سرخ ہوا، واہ بھائی واہ میرے بیٹے کی تو ڈریسنگ پر بھی یہاں باتیں ہوتی تھی اور اج اپ کی بہو ایک غیر مت کے ساتھ کمرے میں پکڑی گئی ہے اور اپ کہہ رہے ہیں کہ اپ کو ایسی باتیں زیب نہیں دیتی کمال کا انصاف ہے اس لڑکی کا، بس ہے اپ لوگوں کا وہ بشرہ چیخی، پتہ نہیں کون سا گندا خون بہت ہو گیا بیوی ہے یہ میری اگر اب کسی نے ایک لفظ بھی اگے بولا تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا یزدان میں اگے بڑھتے ہوئے کہا، اور پتہ ہے مجھے کس کے ساتھ پکڑی گئی ہے یہ!! یہ جو تمہارے سامنے کھڑا ہے حاشر کو اپنی حسن کے جادو میں پھنسا کر کمرے میں لے گئی تھی اسے۔۔۔!! یزدان کا تو جیسے خون کھولنے لگا وہ بنا کچھ سوچے اگے بڑھا اور حاشر کو گریبان سے پکڑا تمہاری ہمت کیسی ہوئی میری بیوی کی طرف انکھیں اٹھانے کی بھی وہ دہاڑا۔۔۔!! اور لگاتار اس کے چہرے پر مکے برساتا رہا، یہ کیا کر رہے ہو تم یزدان مرینہ نے یزدان کو دور کرتے ہوئے کہا۔ اب اگر تمہیں اپنی بیوی پر لگام نہیں ہے تو کسی اور کو الزام نہ ٹھہراؤ، اس کا کوئی قصور نہیں ہے مرینہ نے حاشر کی طرف دیکھتے ہوئے کہا، یہ تمہاری بیوی

نہیں اسے ورغلایا ہے۔۔!! اوواؤ کیا یہ چھوٹا بچہ تھا جو کسی کی باتوں میں اگیا عبید

نے تزیہ انداز میں کہا جبکہ حاشر

موقع پاتے ہی وہاں سے بھاگ گیا، چھوٹا بچہ نہیں ہے پر بدکردار عورتیں ایک

اچھے مرد کو بھی دولہ بنادیتی ہے مرینہ کا اشارہ حیات کی طرف کا بس کر دو لڑکی

اب اگر کسی نے ایک لفظ بھی حیات کے بارے میں بولا تو میں بھول جاؤں گا کہ

میں کون ہوں اور سامنے کون ہے۔۔۔!! اب تم ایک بدکردار لڑکی کو میری بہو

اس سے پہلے کہ علینہ بیگم اپنا جملہ پورا کرتی یزدان نے چیخ کر کہا بدکردار نہیں ہیں

وہ۔۔۔!! اور رہی بات اس کے خاندان کی تو وہ اسی خاندان کا خون ہے اگر اس کا

خون خراب ہے تو پھر اپ لوگوں کا خون بھی خراب ہے اس کی بات سنتے ہی

سب اس کی طرف حیرانی سے دیکھنے لگے۔۔ کک کیا مطلب۔۔۔؟؟ دادی نے

بڑھتے ہوئے کہا ہاں دادی یہ اسی خاندان کا خون ہے یہ پائپ پپا کی اور عائشہ پپی

کی بیٹی نور حیات ہے۔۔۔!! یہ بات سنتے ہی یہ سب کے سروں پر اسمان ٹوٹ گیا

ہو۔۔!! پر وہ تو ایکسیڈنٹ میں مرگئی تھی۔۔

علینہ بیگم نے ان کو جھوٹا ثابت کرتے ہوئے کہا، وہ نہیں میری تھی یہ یتیم خانے میں پلی بڑی ہے۔۔!!کیا اس بات کا کوئی پروپ ہے اپ کے پاس مرینہ نے اگے بڑھتے ہوئے کہا، مجھے تو کسی فروٹ کی ضرورت نہیں ہے مرینہ کیونکہ مجھے حیات ہر حال میں منظور ہے اور تم جیسوں کے لیے میرے پاس اس کا ثبوت ہے یہ رہا ڈی این اے ٹیسٹ۔۔۔!!یزدان نے کاغذ ان کے سامنے کرتے ہوئے کہا، سب شاکڈ کھڑے تھے۔۔ جبکہ دادی حیات کی طرف بڑھی اور اسے اپنے باہوں میں گیر لیا۔۔!!مجھے معاف کر دو بیٹی مجھے پتہ ہے میں معاف کرنے کے لائق نہیں ہوں تمہارے ساتھ بہت برا سلوک کیا ہے دادی نے روتے ہوئے کہا، نہیں دادی ایسی باتیں نہ کریں نور حیات نے ان کے گلے لگتے ہوئے کہا، سارے سرپرائز کا بیڑا ہی غرق ہو گیا عبید نے سب کو گھورتے ہوئے کہا۔۔!!کیسے سرپرائز۔۔!!دادی نیم کی طرف دیکھتے ہوئے، پھپھی جان اجائے اندر عبید نے ایک انداز میں کہا جب کہ سامنے سے عائشہ بیگم اندر ائی جو ایک بڑی عمر کی خاتون تھی اور اس کی انکھیں بالکل حیات جیسی تھی، دادی نے جب اسے دیکھا تو تو خوشی سے پاگل ہونے والی تھی نہ جانے کتنے سالوں بعد اس نے اپنی

بیٹی کو ایسے چلتے پھرتے دیکھا، یااللہ اپ کا شکریہ میں کیسے ادا کروں دادی نے اسمان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا اور عائشہ بیگم

کو اپنے گلے سے لگا ابھی ان کی طبیعت تھوڑی ناساز تھی، باری باری وہ سب سے ملنے لگی، اخر میں نظریں ایات پر ٹھہری پر حیات نے انہیں نہیں پہچانا کیونکہ حیات کو کچھ یاد نہیں عائشہ بیگم نے اسے گلے سے لگا لیا اور اس کے ہاتھوں اور چہروں پر اپنے لمس چھوڑ دی گئی پر نور حیات کی طرف سے کوئی جواب نہ ملا کیونکہ اسے تو پتہ ہی نہیں تھا کہ یہ کون ہے اسے ابھی بھی کچھ یاد نہیں ایا، یزان کی اخری امید بھی ٹوٹ گیا اسے لگا تھا کہ جب نور حیات اپنی ماں کو دیکھے گی تو اسے سب یاد اجائے گا پر اب بھی اسے کچھ یاد نہ آیا

سب رات کا کھانا کھا کر سو گئے جبکہ فریال کو اب بھی کھانے کے لیے کچھ نہ ملا عبیرہ کا رویہ تو اس کے ساتھ بہت اچھا تھا وہ تو اسے کچھ کہتی بھی نہیں تھی وہ تو

بس افتاب کی تصویروں کے ساتھ کمرے میں گھنٹوں بیھٹی رہتی پر مایا۔۔!! مایا تو اس کی جان کی دشمن بنی ہوئی تھی اس نے صبح سے لے کر ابھی تک کچھ نہیں کھایا تھا صبح سارے گھر کی صفائی کی پھر سب کے لیے ناشتہ بنایا پھر دوپہر کا کھانا پھر مایا نے نہ جانے اس سے کون کون سے کام کروائیں سارے برتن دلوائے اس سے جبکہ اس کا محافظ تو اسے دیکھتا تک نہیں تھا جو اس سے محبت کے وعدے کرتا تھا اسے تو لگتا تھا کہ وہ سب جھوٹ تھا ابھی یہ کچن میں کڑی برتن دھو رہی تھی سارے برتن دھو لیے اب اسے سمجھ نہیں ارہا تھا کہ سوئے کہاں

یہ اہستہ اہستہ قدم لیتی اوپر کی جانب بڑی جہاں عفان کا کمرہ تھا، یہ دبے قدموں سے کمرے میں داخل ہوئی کمرے میں نیم اندھیرا تھا یہ جا کر صوفے کے سائیڈ پر بیٹھ گئی جبکہ اسے عفان کمرے میں نظر ہی نہیں ایا کچھ دیر بعد کمرے کا دروازہ کھلا عفان اندر ایا اس کی نظر اس پر پڑی تو نظر پھر گیا جیسے وہ اسے جانتا تک نہیں ہوں، اور واش روم کی طرف بڑھا کچھ دیر بعد جو واش روم سے نکلا تو فریال اسے زمین پر بے ہوش ہوتی ہوئی ملی، یہ ڈائریکٹ فریال کی طرف بڑھا اور اسے اپنے باہوں میں اٹھایا فریال پری انکھیں کو لو لری انکھیں کھولو نہ جانے کتنے وقت یہ

اسی طرح اسے اپنے گود میں لیے بیھٹا رہا پھر جا کر ڈاکٹر کو بلوایا کچھ دیر بعد ڈاکٹر ایا پری کا چیک اپ کیا اپ ان کا خیال کیوں نہیں رکھتے یہ بہت کمزور ہے کیا انہوں نے کھانا کھایا ہے ڈاکٹر نے عفان کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا جب کہ عفان کو تو پتہ بھی نہیں تھا کہ اس نے کھانا کھایا ہے یا نہیں اس نے ایسے ہی بس سر ہلا یا، اپ سے گزارش ہے کہ ان کا بہت خاص خیال رکھیں ان کو بہت کمزوری ہو رہی ہے اور اگر ہو سکے تو ان کو ٹینشن کم دے یہ بہت سٹریس لے رہی ہے یہ کہتے ہوئے ڈاکٹر باہر بڑا عفان بھی ان کے ساتھ باہر چلا گیا، کچھ دیر بعد عفان ہاتھ میں دودھ کا گلاس لیے اندر ایا جبکہ پری بیڈ پر لیٹھی ہوئ تھی، پری نے رخ دوسری سائڈ پر کر لیا، پر عفان نے زیادہ غور نہ کئے، دودھ سائڈ ٹیبل پر رکھ کر آگے بڑھا اور پری کو سیدھ کیا، اور دودھ کا گلاس اسکے منہ کی طرف بڑھایا ،نور نے منہ پھیرا، مم۔م۔میں دودھ نہیں پیتی۔۔!! پری نے اسکی طرف دیکھتے ہوئے کہا، پر اب پینا پڑے گاں، عفان نے اسکی طرف دیکھتے ہوئے کہا، ان سب کے بعد وہ آج پہلی بار اسے دیکھ رہا تھا عفان نے نظرے نیچھے کر لی، یہ جلدی

سے ختم کرلوں ورنہ پر میں اپنے انداز سے پیلاؤنگا۔۔۔!!اس نے آنکھومیں ایک الگ سہ احساس لئے کہا،

حویلی میں سب بہت خوش تھے آج دادی اپنی بیٹی عائشہ کے پاس بھیٹی تھی جبکہ عبیداور یزدان اپس میں کچھ بات کر رہے تھے کچھ پاسی پر سردار شہریار اخبار پڑھنے میں مصروف تھے جبکہ مرینہ بشرا بیگم اور علینا بیگم وہ بھی ایک سائیڈ صوپے پر بیٹھی ہوئی تھی اور نورا اپنے کمرے سے نکل کر سیڑھیوں سے نیچے اتر رہی تھی کہ مرینہ کی نظر اس پر پڑی اور اس کی انکھوں میں ایک عجب سا سکون تھا جیسے کوئی شیطانیت،نورحیات اپنے دون میں چل کر سیڑھیوں سے اتر رہی تھی کہ یکدم سے اس کا پاؤں پیسلا ہے جیسے سیڑھی پر کچھ تیل یا کچھ اور پیلا ہوا تھا وہ خود کو سنبھال نہ پایٔ،''آہ!''نور کی ہلکی سی چیخ پورے ہال میں گونجی،وہ سیڑھیوں سے لڑھکتی ہوئی نیچے کی طرف گرنے لگی۔ہر سیڑھی پر اُس کا نازک جسم بے بسی سے ٹکرارہا تھا،اُس کے بال ہوامیں بکھر گئے،دوپٹہ اُس کے

کندھوں سے سرک گیا، اور آنکھوں میں ایک لمحے کے لئے بے بسی کا سایہ جھلکا۔

جبکہ سب نے اسکی آواز سنی اور باہر کی طرف دوڑے، نور۔۔۔۔!! یزدان نے جب اسے خون میں لت پت دیکھا، تو اسکی جان ہوا ہو گی وہ اسکی طرف دوڑا، نیچے پہنچتے ہی نور کا جسم بے حس و حرکت فرش پر پڑا تھا۔ اس کے نازک ہاتھ فرش پر بے جان پڑے تھے، ماتھے سے خون کی باریک سی لکیر بہہ کر سفید قالین پر جذب ہو رہی تھی۔ "کیا میں نے واقعی یہ کر دیا؟" مرینہ کے دل نے سرگوشی کی، پر اس کے چہرے پر چھائی مسکراہٹ نے اُس کے سوال کا جواب دے دیا۔ ہسپتال کی سفید روشنیوں نے فضا کو ایک عجیب سی بے چینی سے بھر دیا تھا۔ ایمرجنسی وارڈ کے دروازے کے باہر یزدان چکر کاٹ رہا تھا، اُس کے چہرے پر خوف اور اضطراب کی گہری لکیریں کھنچ چکی تھیں۔ اُس کے ہاتھوں پر ابھی تک نور کا خون لگا ہوا تھا، جو اُس نے سیڑھیوں کے نیچے سے اُٹھاتے وقت اپنے بازوؤں میں محسوس کیا تھا۔ "کچھ نہیں ہو گا اُسے..

کچھ نہیں ہو گا..."وہ خود سے بار بار سرگوشی کر رہا تھا، جیسے اپنے دل کو تسلی دے رہا ہو۔اُس کے ذہن میں نور کے بے جان جسم کا منظر بار بار گردش کر رہا تھا،اُس کی نیلی آنکھوں میں درد کی سرخی نمایاں ہو گئی تھی۔اچانک دروازہ کھلا اور ایک ڈاکٹر باہر نکلی،اُس کے چہرے پر گہری سنجیدگی تھی۔یزدان نے ایک لمحے کے لئے اپنی سانس روک لی،دل کی دھڑکن جیسے رک سی گئی۔"ڈاکٹر صاحب؟"یزدان نے اس کو روکتے ہوئے پوچھا،"میری بیوی...وہ ٹھیک ہے؟"اُس کی آواز میں لرزش تھی، جیسے ہر لفظ اُس کے دل سے نکل رہا ہو۔ڈاکٹر نے ایک نظر اُس کے پریشان چہرے پر ڈالی،"ڈاکٹر ابھی اندر ہیں، ہم پوری کوشش کر رہے ہیں... لیکن خون بہت بہہ گیا ہے، دعا کریں کہ وہ جلد ہوش میں آجائے۔"آس نے یہ کہہ کر دروازہ دوبارہ بند کر دیا۔

یزدان نے بے اختیار دیوار کے ساتھ ٹیک لگا لی،اُس کے قدموں نے جیسے زمین چھوڑ دی ہو۔اُس کے ہاتھوں کی مٹھیاں خود بخود بند ہو گئیں، جب اُس نے نور

کے سرد ماتھے کو یاد کیا۔اُس کا دل ایک لمحے کے لئے رک سا گیا تھا جب اُس نے نور کو بے جان دیکھا تھا۔

نہیں... نہیں، میں اُسے کچھ نہیں ہونے دوں گا... "یزدان نے خود سے کہا، " اُس کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔اُس نے اپنے ماتھے پر ہاتھ رکھا، جیسے اپنے آپ کو قابو میں رکھنے کی کوشش کر رہا ہو۔

یااللہ... میری نور کو بچا لے... میں اُس کے بغیر کچھ نہیں ہوں... کچھ بھی " نہیں... "اُس نے آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے سرگوشی کی، دل میں ایک شدید دعا تھی۔

کچھ لمحے اور گزرے، ہر سیکنڈ اُس کے لئے ایک قیامت کی طرح تھا، جب اچانک دروازہ دوبارہ کھلا اور ڈاکٹر باہر آئے۔ یزدان فوراً سیدھا ہو گیا، اُس کے چہرے پر خوف کی پرچھائیاں تھیں۔

ڈاکٹر صاحب؟ "اُس نے گھبرائی ہوئی آواز میں پوچھا۔ "

ڈاکٹر نے ایک گہری سانس لی، "ہم نے خون بہنے کو روک دیا ہے، اور سر کی چوٹ بھی کنٹرول میں ہے، لیکن ابھی بھی خطرہ مکمل طور پر ٹلا نہیں ہے... ہمیں دعا کی ضرورت ہے۔"

یزدان کے چہرے پر کچھ لمحوں کے لئے امید کی ہلکی سی جھلک آئی، پر پھر اُس کی آنکھوں میں خوف کی پرچھائیاں گہری ہو گئیں۔ وہ جلدی سے دروازے کے اندر جانے کے لئے بڑھا، پر نرس نے اُسے روک دیا، "ابھی نہیں... پلیز، اُسے تھوڑا وقت دیں۔"

یزدان نے سر جھکا لیا، اُس کے آنسو اُس کے گالوں پر بہنے لگے۔ وہ واپس دیوار کے ساتھ ٹیک لگا کر نیچے بیٹھ گیا، دل میں صرف ایک دعا تھی... نور کو کچھ نہ ہو، بس کچھ نہ ہو...

کمرے میں ہلکی ہلکی صبح کی روشنی دراڑوں سے چھن کر اندر آرہی تھی۔ خاموشی کا ایک گہرا سمندر ہر طرف پھیلا ہوا تھا، جسے صرف افان کی ہلکی ہلکی سانسوں کی آواز توڑ رہی تھی۔ پریال نے اپنی آنکھیں آہستہ آہستہ کھولیں۔ کچھ لمحے کے لئے کمرہ اُسے دھندلا سا نظر آیا، ذہن میں ابھی تک کل رات کے بخار کی شدت اور کمزوری کا احساس تھا۔ اُس نے آہستگی سے پلکیں جھپکائیں، جب اُس کی نظریں افان پر پڑیں۔

وہ اُس کے بیڈ کے ساتھ، نیچے فرش پر بیٹھا ہوا تھا، ایک ہاتھ بیڈ پر رکھے ہوئے، اور سر اُس کے کندھے کے قریب ٹکا ہوا تھا۔ اُس کی سانسوں کی ہلکی سی سرگوشی پریال کے کانوں تک پہنچی، جیسے اُس کی قربت میں سکون تلاش کر رہا ہو۔ اُس کے بال اُس کے ماتھے پر بکھرے ہوئے تھے، اور چہرے پر رات بھر جاگنے کی تھکن واضح تھی۔ پریال نے بے اختیار اپنی نظریں اُس کے چہرے پر ٹکا دیں۔ وہ ایسا لگا جیسے کسی جنگجو نے ہار ماننے سے پہلے آرام کا ایک لمحہ چُرا لیا ہو۔ اُس کے دل میں ایک عجیب سی نرم سی کیفیت اُبھری، وہ عفان کے اس قدر قریب کبھی نہیں تھی، اس لمحے میں وہ اُسے بہت اجنبی مگر بہت اپنا لگا۔ اُس نے بے اختیار اپنا

ہاتھ اُٹھایا، عفان کے ماتھے پر بکھرے ہوئے بالوں کو آہستگی سے ہٹانے لگی۔ اُس کے انگلیوں کی نرمی سے عفان نے پلکیں جھپکائیں، جیسے کسی خواب سے جاگ رہا ہو۔ اُس نے آہستہ سے آنکھیں کھولیں، اُس کی آنکھوں نے چن

د لمحے پریال کے چہرے کا جائزہ لیا، اب کیسی طبعیت ہے تمہاری۔۔۔؟؟ جی اب ٹھیک ہوں، مجھے معاف کرنا پریال نے عفان کی طرف دیکھتے ہوئے

کہا..."میں نے تمہیں پریشان کیا۔" پریشان؟ تم نے تو مجھے جان سے مار دیا تھا، پریال۔" عفان نے بھڑ بھڑاتے ہوئے کہا، کچھ لمحے کے لئے خاموشی چھا گئی، دونوں کی نظریں ایک دوسرے میں گم تھیں۔ اج اگر زمین پر قدم رکھا تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا، یہاں بھیٹی رہو، میں تمھارے لئے ناشتہ بن کر لاتا ہوں عفان نے باہر جاتے ہوئے، نن۔ نہیں۔۔۔ میں باہر کر کر لو نگی، پری نے عفان کو باہر جاتے ہوئے دیکھا تو کہاں ابھی میں نے کیا کہا تمہیں بیڈ سے نہیں اترنا ایک بات کی سمجھ نہیں اتی تمہیں عفان نے اسے گورا۔ اج مایا اور اس کی ماں بھی جا رہی تھی بلکہ وہاں پر بھی ان کا گھر تھا سب کچھ تھا اور مایا کی سٹڈی بھی تھی مایا کا تو جا رہی تھی، ابھی عفان دل نہیں تھا جانے کا اور اس کی ماں سے زبردستی لے کر

کچن کی طرف جاتا ہی کہ ابیرہ بھابھی نے اسے اواز دے کر پکارا عفان کیا تم اج مصروف ہو۔۔۔؟؟ نہیں بھابھی کیا کچھ کام ہے ہاں وہ مایا اور اماں جان کو گھر لے کر جانا ہے جی جی ٹھیک ہے میں لے جاؤں گا اپ ان سے کہہ کے تیار ہو جائے جی ٹھیک ہے میں کہہ کراتی ہوں ابیرہ بھابھی یہ کہتے ہوئے وہاں سے چلی گئی

کمرے میں ہلکی سی روشنی مدھم انداز میں پھیل رہی تھی۔ سفید دیواروں پر اُترتی دھوپ کی کرنیں کسی اُمید کی مانند تھیں، جو ہر درد، ہر تکلیف کو چیر کر اندر جھانکنے کی کوشش کر رہی تھیں۔

نور حیات کا چہرہ ابھی بھی زرد تھا، آنکھوں کے گرد ہلکے سیاہ حلقے اُس کی کمزوری کا ثبوت دے رہے تھے۔ عائشہ بیگم اُس کے بیڈ کے کنارے بیٹھی تھیں، اُس کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں تھامے، جیسے اُس کی جان کو تھامے ہوئے ہوں۔

نور کی آنکھیں آہستہ آہستہ کھلیں، کچھ لمحوں تک اُس نے چھت کو گھورے رکھا، پھر جیسے اچانک اُسے یادوں کا سیلاب آ گیا۔ بچپن کے قہقہے، ماں کے بازوؤں کا

سکون، باپ کی گرم آغوش... سب کچھ ایک دم سے اُس کی یادداشت میں اُبھر آیا۔

امی..."اُس نے دھیرے سے کہا، اُس کی آواز اتنی کمزور تھی کہ عائشہ بیگم کو" اُس کے لبوں کی جنبش محسوس کرنی پڑی۔

نور! میری بیٹی!" عائشہ بیگم نے اُس کا ہاتھ تھامتے ہوئے اُس کے ماتھے پر بوسہ" دیا، آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔"شکر ہے اللہ کا... تمہیں سب کچھ یاد آگیا، میری جان!" نور کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے، "امی... مجھے سب یاد آگیا... "... سب کچھ

عائشہ بیگم نے اُس کے آنسو صاف کرتے ہوئے اُس کا چہرہ اپنے ہاتھوں میں لیا، "بس... بس میری بچی، اب سب ٹھیک ہو جائے گا۔ اللہ نے ہمیں دوبارہ ملا "دیا۔

اسی لمحے دروازہ کھلا، یزدان اندر داخل ہوا۔ اُس کے چہرے پر پریشانی کی گہری لکیریں تھیں، مگر جب اُس نے نور کو جاگتے دیکھا تو اُس کی آنکھوں میں ایک روشنی سی آگئی۔

نور... "اُس نے آہستگی سے اُس کے قریب آکر کہا۔ "

عائشہ بیگم نے یزدان کی طرف دیکھا، پھر نور کے ہاتھ پر ہلکی سی تھپکی دیتے "ہوئے آہستگی سے اُٹھیں، "میں باہر ہوں... تم دونوں بات کرو۔

یزدان خاموشی سے اُن کے باہر جانے کا انتظار کرتا رہا، پھر وہ نور کے بیڈ کے کنارے بیٹھ گیا پھر یزدان نے اُس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ "تم نے مجھے ڈرا دیا تھا، نور۔ "اُس نے سرگوشی میں کہا، اُس کے لہجے میں درد تھا۔ "میں... میں تمہارے بغیر نہیں جی سکتا۔ "" کیا ہوا؟ "یزدان نے اسے خود کو گھورتے ہوئے دیکھا تو پوچھا، نور نے ایک پل کے لیے اُس کے چہرے کو غور سے دیکھا، پھر ہلکی سی مسکراہٹ اُس کے لبوں پر پھیل گئی، کیسے ہو میرے ڈنگو منگو۔۔۔!! یزدان نے چونک کر اُس کی طرف دیکھا۔ "کیا کہا؟ "اُس نے حیرت سے پوچھا۔ ڈنگو منگو نور نے شرارتی انداز میں اُس کی طرف جھکتے ہوئے کہا، "تمہیں بھول گیا کیا؟ تم کتنا غصہ ہوتے تھے اس نام پہ، پر اس نام پہ یزدان کے ہونٹوں پر بھی ایک دھیمی سی مسکراہٹ آگئی، "اور تم؟ تم تو میری "چنچل" تھی... ہر وقت چہچہاتی، میری زندگی کو رنگوں سے بھرتی تھی نور کی ہنسی چھوٹ گئی، "چنچل؟

واقعی؟ تم اب بھی مجھے ایسے ہی یاد کرتے ہو؟" یزدان نے اُس کے ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں لے لیا، "تم بھول سکتی ہو نور، مگر میں نہیں... وہ بچپن کے دن، تمہارا ہر بے وقوفی بھرا سوال، ہر ضد، ہر شکایت... وہ سب میرے دل پر نقش ہیں۔"

نور نے اُسے محبت بھری نظروں سے دیکھا، "اور تمہارا وہ غصہ؟ جب تم مجھ پر ناراض ہوتے تو گھنٹوں بات نہیں کرتے، اور میں تمہیں منانے کے لیے تمہاری پسند کی چیزے لاتی تھی؟" یزدان نے ہنستے ہوئے سر جھکایا، "ہاں، اور پھر میں تمہیں معاف کر دیتا تھا، کیونکہ میں تمہارے بغیر ایک پل بھی نہیں رہ سکتا تھا۔"

نور نے اُس کے ہاتھ کو اپنے گال سے لگایا، "پتہ ہے، میں اب بھی ویسی ہی ہوں... یزدان نے اُسے اپنی بانہوں میں بھر لیا، اُس کے بالوں کو نرمی سے چھوا، "اور میں اب بھی تمہارا وہی ڈنگو منگو ہو، جو تمہیں اپنی جان سے بھی زیادہ چاہتا ہے۔" نور نے اُس کی بانہوں میں سکون محسوس کیا، جیسے برسوں کا سفر ایک پل میں طے ہو گیا ہو۔ جیسے ہر درد، ہر تکلیف، ہر فاصلہ ختم ہو چکا ہو۔ "میرے ڈنگو منگو..

نور نے آہستگی سے سرگوشی کی، اور یزدان نے اُس کی پیشانی پر نرم سا بوسہ ".
دیا، جیسے اُسے یقین دلانا چاہتا ہو کہ وہ ہمیشہ اُس کے ساتھ ہے۔

ہوا میں بوجھل خاموشی چھائی ہوئی تھی، سردار کامران حویلی کے کشادہ ہال میں داخل ہوئے تو سامنے شارق زمان کو اپنے والد سردار دلدار کی پرانی تصویر کے سامنے کھڑے پایا۔ شارق کے چہرے پر ایک عجیب سی تلخی اور انتقام کی چمک تھی۔ "بہت شان تھی نا تمہاری، سردار دلدار... ! پر اب دیکھو، تمہارا نام مٹانے والا تمہارے ہی گھر میں کھڑا ہے،" وہ تصویر کی جانب انگلی اٹھا کر بولا، اس کی آواز میں زہر تھا۔ "میں نے تمہارا ہر وارث ختم کر دیا، ایک ایک کر کے... اور اب تمہارے خاندان کا آخری چراغ بھی بجھانے والا ہوں،" اس نے اپنے دانت پیستے ہوئے کہا، جیسے خود سے بات کر رہا ہو۔ سردار کامران کے قدم جیسے زمین نے جکڑ لیے۔ آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھانے لگا، دل جیسے ایک لمحے کے لیے دھڑکنا بھول گیا۔

جانتے ہو سردار کامران... ! تمہارے باپ نے میری ماں کو رسوا کیا تھا، مجھے" ناجائز کہہ کر اس حویلی سے نکال دیا تھا... اور میری ماں نے اپنے خون کے آنسو پی کر مجھے بڑا کیا... میں بھی تو تمہارے باپ کا خون ہوں، پر تم لوگوں نے مجھے کبھی قبول نہیں کیا! "شارق نے تیز سانس لی، اس کی آنکھوں میں پاگل پن تھا، "میں نے ایک ایک کر کے تمہارے خاندان کو مٹایا... پہلے تمہارا وارث، سردار فائق اور کی بیوی... اور پھر تمہارے دوسرہ شہزادہ شہزادے سردار آفتاب کو میں نے برباد کیا، اور اب... اب تمہاری باری ہے، سردار کامران کا جسم لرزنے لگا، وہ دیوار کا سہارا لیتے ہوئے چند قدم پیچھے ہٹ گئے۔ "اور سنا تم نے... ! میں نے یہ سب ایسے کیا کہ تمہارا عزیز دوست سردار شہریار اس بدنامی کی چادر اوڑھ لے... ہاں ! میں نے تمہیں آپس میں لڑایا... تمہارے خاندان کو برباد کر دیا... !" شارق کے قہقہے کی آواز حویلی کی دیواروں سے ٹکرا کر واپس آرہی تھی۔ سردار کامران کے قدم لرز رہے تھے، وہ بے بسی سے دیوار کے ساتھ ٹیک ... لگا کر کھڑے ہو گئے، آنکھوں میں بے شمار سوالات اور کانپتے لب

بدلہ لینا تمہاری فطرت تھی، پر تم نے اپنی ہی جڑیں کاٹ ڈالیں سردار دلدار... "
تمہارے خون نے تم سے ہی انتقام لیا... !" شارق نے آخری قہقہہ لگایا اور اپنے
گارڈز کو اشارہ کیا۔ اسی لمحے باہر دروازے پر کچھ ہلچل ہوئی، گارڈز نے اسلحہ تان
لیا۔ دروازے پر سردار عفان، پری اور کھڑے تھے۔ شارق کی نظر ان پر پڑی تو
اس کے لبوں پر شیطانی مسکراہٹ ابھری۔ "آؤ سردار عفان، اپنی بیوی کو بچانے
آئے ہو؟ یا اپنی موت کو گلے لگانے؟" شارق نے ہنستے ہوئے کہا۔ گارڈز نے
بندوقیں تان لی تھیں، لمحے کی بھاری خاموشی میں صرف پری کے دھڑکتے دل
کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ عفان نے ایک نظر پریال پر ڈالی، جس کی آنکھوں
میں خوف اور آنسو تھے، پر وہ اس کی ڈھال بن کر اس کے آگے کھڑا ہو
گیا۔ "ہاتھ ہٹاؤ اس پر سے !" عفان کی آواز گرجی، جیسے کمرے کی دیواریں
لرزنے لگیں۔ شارق نے قہقہہ لگایا، "ارے ارے ! اتنا غصہ ؟ تمہاری بیوی ہے،
ونی کی سزا ہے، بھول گئے ؟" افان کی مٹھیاں بھینچ گئیں، آنکھوں میں پر
انگارے دہکنے لگے۔ پر وہ جانتا تھا کہ اگر ایک قدم بھی بڑھایا تو گارڈز کی گولیاں
پری کو چھلنی کر دیں گی۔

یزدان اپنے کمرے میں بھیٹا ہوا تھا، جبکہ نور واشروم میں تھی، کہ کمرے کا دروازہ کھولا اور مرینہ اندر آئی، اب کیا لینے آئی ہو۔۔۔۔؟؟ یزدان نے اسے غصے کی نظر سے دیکھتے ہوئے کہا، یزدان میرے ساتھ ایسا نہ کروں، میں تم سے بہت محبت کرتی ہو مرینہ نے یزدان کے قریب آتے ہوئے کہا

،اوہ۔۔۔۔ محبت۔۔۔۔؟؟ تمہیں محبت کا پتا بھی ہے کہ محبت یزدان نے طنزیہ انداز میں کہا، ہاں مجھے پتہ ہے محبت کیا ہوتی ہے، محبت... محبت وہ احساس ہے جو انسان کو مکمل کر دیتا ہے، اس کی روح کو جلا بخشتا ہے، دل کو روشنی دیتا ہے اور آنکھوں کو خواب دیتا ہے۔ محبت وہ جذبہ ہے جو ہر درد کو سمیٹ کر بھی مسکرا دیتا ہے، ہر دوری کو قربت میں بدل دیتا ہے، ہر خوف کو یقین میں بدل دیتا ہے۔

محبت

وہ وعدہ ہے جو زبان سے نہیں، دل سے کیا جاتا ہے، اور چاہے دنیا کچھ بھی ... کہے، وہ ہمیشہ نبھایا جاتا ہے۔اور مجھے تم سے یہی محبت ہے یزدان۔۔۔!! مرینہ یزدان کے بہت قریب جا چکی، تو کیا تمہارے کے قاعدے میں کسی کی جان لینا بھی جائز ہے، کیا اس میں یہ نہیں لکھا کہ جس سے محبت ہو اسکی پسند کو دل سے لگا کر رکھتے ہے، یزدان نے اسے خود سے دور پھینکتے ہوئے کہا، پر تم نے۔۔۔!! تم نے میرے زندگی کو ختم کرنے کی کوشش کی ہے، یہ جانتے ہوئے بھی کہ اس میں میری جان بسئتی ہے، یہ کہتے ہی یزدان کمرے سے باہر چلا گیا، ابھی وہ حویلی سے باہر نکلتا کہ اسے کچھ سنائی دیا، ایک ملازمہ جو بشرہ بیگم کے پاس بھیٹی تھی ، بیں م صاحبہ وہ لوگ تو پری کو کھانہ بھی نہیں دیتے وہ بی چاری دن بر کزم کرتی رہتی ہے۔۔۔!!

ابھی ملازمہ کچھ اور کہتی کہ یزدان وہاں آیا، مجھے سچ سچ بتاؤ اور کیا کیا ہے ان غلیضوں نے میری بہن کہ ساتھ یزدان دہاڑا، اسکی دہاڑ سنتے ہی عبید بھی باہر آیا ، جبکہ بشرہ بیگم کے ہاتھ ڈے انار زمین پر گر گئے، اور پر اس ملازم نے انکو سب

کچھ بتایا، اگر اس میں ایک بات بھی جھوٹ نکلی تو میں تمھارہ عہ حاشر کرونگا کہ تم یاد راکو گی۔۔۔!! یہ کہتے ہی وہ اگے بڑھا، جبکہ عبید بھی اسے ساتھ چلا گیا،

اب شروع کرتے ہے۔۔۔ پہلے کس کو مارو شارق زمان نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا، چلو پہلے تم سے شروع کرتا ہوں اس نے عفان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا نہیں نہیں۔ پہلے اس سے شروع کرتا ہوں نہیں مجھے ماردوں پر پری جو ہاتھ مت لگانا، عفان نے چیختے ہوئے کہا، اوکے اوکے۔۔۔ میں تو ڈر گیا، اس نے اپنے ہاتھ اوپر کی طرف کرتے ہوئے کہا، چکو اسے سے شروع کرتا ہوں بیچاری اپنے شوہر سے بھی مل لیگی۔۔۔!! اس نے عبیرہ کے سر پر گن رکھتے ہوئے کہا، ان سب کو دو، دو، تین، تین، آدمیوں نے پکڑا تھا، یزدان اور عبید جیسے

ہی یہاں پہنچے ان کو کچھ عجیب لگا، حویلی میں ہر طرف سناٹا تھا جبکہ بہت زیادہ گاڑیاں باہر کھڑی تھی، وہ دونوں آہستہ آہستہ اندر جانے لگے، کہ انھے گھولی چلنے کی آواز سنائی یہ ڈائریکٹ اس حال کی طرف بڑھے، جہاں زمین پر پریال خون میں لت پت پڑی تھی، نہیں۔۔۔۔۔!!! عفان کی آواز پوری حویلی میں

گونجی،پ۔پ۔پری۔۔۔۔۔عبید اور یزدان نے پری کے ساتھ زمین پر بھیٹتے ہوئے کہا،جس کا پورا وجود خون میں تھا،یزدان نے دونوں گارڈز کو ایک دوسرے سے ٹکرایا اور شارق کی طرف بڑھا،اس کا گریبان پکڑ کر اسے دیوار پر مارا وہ اس حملے سے سمھبل نہ سکا،جبکہ یزدان بنا رو کے اسے مار رہا تھا،کہ اتنے میں سردار شہریار اور حیات اور مرینہ سب یہاں پہنچھے انکے سروں پر بھی گارڈز نے بندوقیں تانے تھے،یزدان رکھ جاؤ ورنہ تمہارا پورا خاندان جائے گاں ایک گارڈ نے پیچھے سے آواز دیتے ہوئے کہا،یزدان رو کھا اور دو تین گارڈز نے اسے پکڑ کر پیچھے کیا،بس اتنا ہی کر سکتے تھے۔۔۔؟؟شارق نے اپنے ناک سے آتے خون جو صاف کرتے ہوئے کہا،اسر گن واپس ہاتھوں میں تامہ،اوہ کیسی ہو میری وہ واحد جو میرے پنجرے سے بھاگ گی تھی۔۔۔!!شارق نے حیات کو دیکھتے ہوئے کہا،بہت تڑپایا ہے تم نے شارق نے گن اسکی طرف کرتے ہوئے کہا،ہر آج نہیں اور ایک اور گھولی کی آواز جو حیات کو لگنے کے بجائے مرینہ کو لگ گی،کیونکہ وہ حیات کے سامنے آئی،مرینہ۔۔۔۔۔۔۔!!ایک اور آواز پوری حویلی میں گونجی اور شارق کا قہقہہ بھی پر ساتھ میں پولیس بھی اندر آئی،جو بہت

زیادہ تعداد میں تھی، جبکہ عبید اور عفان ڈائریکٹ پری کی طرف بڑھے، جبکہ یزدان اور باکی لوگوں نے مرینہ کے بے جان وجود کو اٹھایا، میں نے تمہاری بات پوری کرلی یزدان، تمہارے جان کی حفاظت کرلی مرینہ نے یزدان کو دیکھتے ہوئے کہااب تو میری پیار سچا ہے نہ۔۔۔!!

ہسپتال کی یخ بستہ راہداریوں میں خاموشی گونج رہی تھی۔ سفید دیواریں، عقبی روشنی اور ہلکی سی جراثیم کش ادویات کی بو، ہر طرف موت کا سایہ منڈلا رہا تھا۔ قدموں کی آہٹ تک دب گئی تھی۔ افان کی آنکھوں میں خوف، دل میں دعا اور چہرے پر اضطراب تھا۔ پری کا کمرہ سامنے تھا۔ دروازے پر عفان کا ہاتھ ٹھٹک گیا۔ اس نے کھڑکی سے جھانکا تو سفید چادر میں لپٹی وہ کمزور سی لڑکی دکھائی دی جس نے اس کے دل پر انمٹ نشان چھوڑا تھا۔ پری کا چہرہ سفیدی کی طرف جا رہا تھا، سانسیں ابھی بھی بھاری تھیں، مگر ہونٹوں پر ہلکی سی جنبش، جیسے

وہ پھر سے زندگی کی طرف لوٹنے کی کوشش کر رہی ہو۔ "پری..." عفان نے سرگوشی کی۔ قدم دروازے کی طرف بڑھے، دل کی دھڑکن تیز ہو گئی۔ مگر

اس کے پیچھے کسی نے بازو پکڑا۔ "عفان، ابھی اندر نہیں جا سکتے، ڈاکٹر کہہ رہے ہیں کہ اسے آرام کی ضرورت ہے،" عبید کی آواز میں ضبط کی سختی تھی۔ عفان نے پلٹ کر دیکھا۔ عبید کی آنکھوں میں وہی درد تھا جو اس کے دل میں تھا، مگر چہرے پر ضبط کی سختی، ایک بھائی کا اپنے بہن کے لیے بے بسی کا عالم۔ "کیا حال ہے اس کا؟" عفان کی آواز لرز گئی۔ "بہتر ہے، مگر خطرہ ابھی بھی ہے۔ ڈاکٹرز نے کہا ہے کہ اگلے چند گھنٹے بہت اہم ہیں،" عبید نے بمشکل خود کو سنبھالتے ہوئے کہا۔ عفان نے ایک لمبی سانس لی، سر جھکا کر آنکھیں بند کر لیں۔ جبکہ دادی بینچ پر بیٹھی ہوئی تھی ان کے پیچھے حیات اور یزدان کھڑے تھے۔ حیات کی آنکھیں سرخ تھیں، یزدان کا چہرہ سنگ مرمر کی طرح سخت ہو چکا تھا۔

پری اور مرینہ کو کچھ نہیں ہو گا... اللہ بڑا کارساز ہے،" دادی نے کانپتی ہوئی" آواز میں کہا، آنکھوں میں نمی اور دل میں یقین، جبکہ دوسرے دروازے کے پیچھے زندگی اور موت کی کشمکش جاری تھی۔ مارینہ سفید بستر پر بے ہوش پڑی تھی۔ اس کے دل کے عین مقام پر گولی کا زخم تھا، جس سے خون کی سرخی ابھی تک اس کے سفید لباس کو سرخ کر رہی تھی۔ اس کی ماں، آنسوؤں میں ڈوبی،

اس کے سرہانے بیٹھی تھی، مسلسل دعائیں کر رہی تھی۔ یااللہ! میری بیٹی کو بچا لے، یارب رحم فرما،"اس نے تھرتھراتے ہاتھوں سے مارینہ کے چہرے کو چھوا۔ نرسیں اور ڈاکٹرز ارد گرد جمع تھے، مشینیں بیپ بیپ کی آوازیں دے رہی تھیں، ہر لمحہ ایک نئی کہانی رقم کر رہا تھا۔ یزدان نے ایک قدم آگے بڑھایا، مگر حیات نے اس کا بازو تھام لیا۔ "

یزدان، ابھی اندر نہیں جا سکتے، ڈاکٹرز کہہ رہے ہیں کہ حالت نازک ہے۔"

یزدان کا دل جیسے ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔ ایک طرف پری کے زندہ رہنے کی امید، دوسری طرف مارینہ کی بکھرتی سانسیں۔ دعا کے کلمات لبوں پر آ گئے۔ ہر دل میں بس ایک ہی دعا تھی- یااللہ، دونوں کو بچا لے۔ کچھ دیر بعد ڈاکٹرز باہر آئے، اب دونوں پیشنٹز کی طبیعت ٹھیک ہے سب نے اللہ کا شکر ادا کیا،

حویلی کے خوبصورت لان میں پھولوں کی خوشبو اور ہلکی ہوا کا رقص جاری تھا۔ عبیرہ اور پریال ایک کونے میں بیٹھ کر باتیں کر رہی تھیں۔ عبیرہ نے پریال کے ہاتھ میں ایک کنگن پکڑا اور ہنستے ہوئے کہا،" یہ دیکھو، یہ مجھے افتاب نے دیا تھا پر

سوچا تمہیں دے دوں۔" پریال نے حیرانی سے کنگن کو دیکھا، "یہ تو بہت خوبصورت ہے بھابھی! لیکن یہ تو اپکا ہے، اب جو میری چیز وہ تمہاری، عبیرہ نے ہلکی مسکراہٹ کے ساتھ جواب دیا، "اچانک عفان اندر آتے ہوئے بولا، "یہ کیا " باتیں چل رہی ہیں تم دونوں میں؟

عبیرہ نے سرسری سا جواب دیا، "ہم جو بھی کہیں، تمہیں اس سے کیا؟" پریال نے بھی شرارتی مسکراہٹ کے ساتھ کہا، "ہاں، تمہیں کیا؟" عفان نے دونوں کو گھورا، "ہائے ہائے، کیسے پارٹیاں بدل رہی ہو تم! کل تو کسی اور کے ساتھ تھی، اور آج عبیرہ بھابی کے ساتھ!" پریال نے پلکیں جھپکاتے ہوئے کہا، "کیا کروں؟ دلکش لوگ دل موہ لیتے ہیں۔" عفان نے زور سے قہقہ لگایا، "ہاں، جیسے میں ہوں!" اتنے میں عبید اندر داخل ہوا، عفان کو شرارت بھری نظر سے دیکھتے ہوئے بولا،

اوئے کمینے! میری بہن کو ایسے گھور مت!" عبید نے اسے دیکھتے ہوئے کہا" اور " تم سرعام میری بہن کا ہاتھ پکڑ کر ناز نخرے دکھاؤ تو؟" عفان نے عبید کو تجزیہ نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا، "تمہاری بہن میری بیوی ہے، حق بنتا ہے!" عبید

نے معصومیت سے جواب دیا"تو تمہاری بہن بھی میری بیوی ہے!"عفان جواباً بولا

عبید نے بے ساختہ ہنستے ہوئے کہا، "ہاں، پر میری بہن اتنی زدی نہیں ہے جتنی تمہاری!"

عفان نے شوخی سے کہا، "ہاں، کیونکہ میری بیوی شیرنی ہے، تمہاری طرح بکری نہیں!" اتنے میں یزدان اندر آیا، اس کے ساتھ نور حیات بھی تھی۔

یزدان نے سب کو حیرت سے دیکھا، "یہ کیا چل رہا ہے یہاں؟"

عبید نے حیات کو اشارہ کرتے ہوئے کہا، "او بھابھی، اب چھوڑ دے یزدان کا ہاتھ! کوئی نہیں لے جائے گا اسے"

حیات نے جھینپ کر یزدان کا ہاتھ چھوڑ دیا اور جا کر نور کے ساتھ بیٹھ گئی۔ یزدان نے غصے سے عبید کو دیکھا، "حد ہے یار! کوئی موقع نہیں چھوڑتے تنگ کرنے کا!" سب ہنسنے لگے، اور پھر مرینہ بھی کمرے میں داخل ہوئی۔ سب نے مرینہ کی خیریت پوچھی، اور اس کے چہرے پر مسکراہٹ دیکھ کر سکون کا سانس لیا۔

مرینہ نے کہا، "تم سب ایک ساتھ ہو تو ایسا لگتا ہے جیسے کوئی میلاد ہو رہا ہو!"

عبید نے فخریہ انداز میں کہا، "کیونکہ ہم خوشیوں کے سفیر ہیں، بہن!" سب نے قہقہے لگائے، اور پھر سب نے ایک ساتھ بیٹھ کر ہنسی مذاق میں وقت گزارا۔ زندگی کی تمام تلخیاں اس لمحے کہیں چھپ سی گئیں، اور صرف اپنائیت اور محبت کی خوشبو حویلی میں رچ بس گئی۔ جبکے دوسری سائڈ پر دادی عائشہ بیگم اور عالینہ بیگم باتوں میں مصروف تھی، جبکے بشرہ بیگم پیکنگ کر رہی تھی کیونکہ اج رات انکی روانگی تھی، جبکہ مرد حضرات دوسری سائیڈ پر بھیٹے باتوں میں مصروف تھے، سردار کامران اور سردار شہریار کی تو باتیں ہی ختم ہی نہیں ہو رہی تھی،

حویلی کی وسیع لان میں ہر طرف روشنیوں کا جھرمٹ تھا۔ رنگین پھولوں کی خوشبو، نرم ہوا اور ہلکی موسیقی نے ماحول کو جادوئی بنا دیا تھا۔ نور حیات کا سرپرائز برتھ ڈے پارٹی عروج پر تھی، مگر وہ ابھی تک اس سے بے خبر تھی۔

وہ آرہی ہے!" زمل نے سیڑھیوں کی طرف اشارہ کیا، جہاں نور حیات سفید" اور ہلکے گلابی رنگ کے لباس میں، کھلے بال اور چمکتی آنکھوں کے ساتھ آہستہ آہستہ نیچے اتر رہی تھی۔ ہر قدم کے ساتھ اُس کی حیرانگی بڑھتی جارہی تھی۔ "ہیپی برتھ ڈے نور!" سب نے ایک ساتھ خوشی سے نعرہ لگایا۔ نور کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں، لبوں پر مسکراہٹ آگئی۔ "یہ سب... میرے لئے؟" نور نے بے یقینی سے کہا، جبکہ یزدان اُس کے قریب آکر بولا، "تمہارے علاوہ اور کس کے لیے، جان؟" پھر سب نے تالیاں بجائیں، زمل، مرینہ، اور فریال نے آگے بڑھ کر نور کو گلے لگایا۔ عبید، عفان، اور یزدان بھی مبارکباد دینے لگے۔ سردار شہریار اور سادرنی علینہ کی آنکھوں میں فخر اور محبت تھی۔ جبکہ دادی عائشہ بیگم اور عبیدہ سائڈ پر بھیٹے یہ سب دیکھ رہے تھے، پر نور انکے پاس گی ٔسب نے اسے بہت پیار دیا، پر یزدان نے نور کا ہاتھ پکڑا اور اُسے کیک کی طرف لے گیا۔ "چلو، یہ کیک تمہاری مسکراہٹ کے نام کاٹا جائے۔" نور نے کیک پر لگی موم بتیاں بجھائیں، سب نے تالیاں بجائیں، اور نور نے کیک کا

پہلا ٹکڑا ایزدان کو کھلایا، جس نے موقع کا فائدہ اٹھاتے ہوئے اُس کے ماتھے پر نرمی سے بوسہ دے دیا۔اس کے بعد گفٹس کا سلسلہ شروع ہوا:

زمل: *"یہ تمہارے لئے، میری سب سے پیاری بھابھی کے لئے۔" ایک خوبصورت بریسلٹ کا ڈبہ اس نے نور کے ہاتھ میں تھمایا۔

فریال: **"یہ چھوٹا سا سرپرائز، تمہاری یادوں کے لئے۔" ایک دلکش فوٹو البم پیش کیا۔

"مرینہ: **"یہ پرفیوم، تاکہ تمہاری خوشبو ہمیشہ سب کو یاد رہے۔**

عبید: **"یہ چھوٹا سا گفٹ، تاکہ جب بھی دیکھو، مجھے یاد کرو۔" ایک** خوبصورت لاکٹ تھمایا۔

عفان: **"یہ تمہاری ہنسی کو ہمیشہ قید رکھنے کے لئے۔" ایک خوبصورت** اینکلیٹ دیا۔سب بڑوں نے اسے بہت ساری دعائیں دی، بھای اپ کیا دو گی بھابھی عبید کا نشانہ یزدان کی طرف تھا،اس کا تحفہ تو میں خود ہو یزدان نے اپنے گنگرایالے بال سائڈ پر کرتے ہوئے کہا

پھر اچانک یزدان نے مائیک اٹھایا، اُس کی بھوری آنکھوں میں شرارت اور محبت کی جھلک تھی۔ "یہ گانا میری پیاری بیوی کے لئے۔ یزدان اپنے مخصوص انداز میں سیاہ سوٹ میں ملبوس تھا، جس کی بھوری آنکھیں مدھم روشنیوں میں اور بھی چمک رہی تھیں۔ جبکہ نور، سفید لباس میں کسی چاند کی کرن کی طرح لگ رہی تھی، اس کے لمبے، گھنے بال کندھوں پر بکھرے ہوئے تھے۔ اور اسکی سبز انکھیں اسے شہزادی بنا رہی تھی

"Janam Janam" کا میوزک شروع ہوا، یزدان نے نور کا جیسے ہی ہاتھ تھام لیا۔

نور کی نظریں جھکی ہوئیں، دل کی دھڑکن تیز ہو چکی تھی، جب یزدان نے اُسے اپنے قریب کیا۔

🎶 Janam janam, janam saath chalna yunhi

Kasam tumhe, kasam aake milna yahin 🎶

یزدان نے آہستگی سے نور کی کمر کے گرد اپنے ہاتھ رکھے، اور اُسے اپنے قریب کر لیا۔ نور کا سر شرم سے جھکا ہوا تھا، مگر یزدان کی گرم سانسوں نے اُسے کانپنے پر مجبور کر دیا۔

یزدان نے اُسے ایک ہلکے سے جھٹکے کے ساتھ گھمایا، اور نور کے لمبے بال ہوا میں لہرانے لگے۔ وہ اُسے اپنی بانہوں میں لے کر دھیرے سے جھومنے لگا، جیسے وہ کوئی قیمتی خزانہ ہ

, aik Jan ha bala do badan ho Juda, ♪♪

♪♪Tum mare ho ka hi rahna kabi na kahna alwed

نور نے اپنے ہاتھوں کو یزدان کے چوڑے کندھوں پر رکھا، جبکہ یزدان نے ایک ہاتھ سے اس کی کمر کو تھاما، اور دوسرے ہاتھ سے اُسے گھما کر اپنے قریب کر لیا۔ وہ ایک دوسرے کی آنکھوں میں دیکھتے رہے، وقت جیسے تھم سا گیا ہو

Mare suba ho tumhi ior Tum hi sham ho 🎶

🎶 Tum Dard ho tumhi aram ho

یزدان نے نور کو اپنے بازوؤں میں اٹھایا، اور آہستگی سے گھومتے ہوئے اُسے نیچے اتارا، اُس کی نظریں نور کی جھکی پلکوں پر تھیں۔

Aik Jan ha bala do badan ho Judas 🎶

🎶,Tum mare ho ka hi rahna kabi na kahna alweeda

موسیقی کے ساتھ ان کے قدم خود بخود ہم آہنگ ہو گئے تھے۔ جیسے وہ دونوں ایک دوسرے کے لئے ہی بنے ہوں۔

آخر میں یزدان نے نور کو اپنے قریب کھینچا، اور اُس کے ماتھے پر نرمی سے بوسہ دیا، جیسے اُسے یقین دلانا چاہتا ہو کہ وہ ہمیشہ اُس کے ساتھ ہے، ہر لمحے، ہر جنم۔

: پھر باقی جوڑوں نے بھی اُن کے ساتھ رقص شروع کر دیا

زمل اور عبید **، **فریال اور افان **، **مرینہ اور یزدان (نور نے **عبید کو اشارہ کیا کہ وہ مرینہ کو بھی سٹیج پر لے آئ، جبکہ یزدان اسکی بات سمجھ گیا اور وہ مرینہ کی طرف بڑھا) **... ہر طرف خوشی، محبت اور قہقہوں کا شور تھا۔

جبکہ سب بڑے سائڈ پر بھیٹے انکو دیکھ رہی اور کچھ مہمانوں کے ساتھ باتوں میں مصروف تھے

آخر میں نور نے سب کا شکریہ ادا کیا، اُس کی آنکھیں نم تھیں، مگر چہرہ خوشی سے چمک رہا تھا۔ "مجھے اس دن کے لئے کبھی نہیں بھولوں گی۔" اُس نے یزدان کی طرف محبت بھری نظروں سے دیکھا، جس نے اُس کے ہاتھ کو نرمی سے اپنے لبوں سے لگا یا۔ *"تم ہمیشہ میری زندگی کا سب سے خوبصورت حصہ رہو گی، نور

******

زندگی کا سفر کٹھن ہے، ہر موڑ پر آزمائشوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے، اور کبھی کبھی "
** دل ٹوٹنے کے بعد ہی ہمیں محبت کی اصل حقیقت سمجھ آتی ہے۔

کبھی یہ نہ بھولو کہ اللہ کی محبت سب سے بڑی محبت ہے، اور جب سب رشتے ساتھ چھوڑ دیں، تب بھی وہی ہے جو تمہارے ساتھ کھڑا ہوتا ہے۔

دنیا کے رشتے کمزور ہیں، وقتی ہیں، پر رب کا رشتہ اٹل ہے۔

یہی سبق ہے زندگی کا، کہ ہر مشکل، ہر امتحان ہمیں اپنے رب کے قریب لے جاتا ہے۔

محبت صرف پاس ہونے کا نام نہیں، کبھی کبھی محبت کا مطلب فاصلوں میں ** بھی پایا جاتا ہے۔

The end